وَالسمآءِ ذَاتِ البُرُوجِ () وَالیَومِ المَوعُودِ

قسم ہے خاص برجوں والے آسمان کی'' اور اس دن کی کہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے

(القرآن' سورۂ البروج، آیات 1-2)

یا مولا کریمؑ

موعود الرسل

عجل اللہ فرجہ الشریف

یعنی

دنیا کا آخری مصلح اعظم

عجل اللہ فرجہ الشریف

فرموداتِ انبیاؑء کی روشنی میں

نتیجۂ فکر

مخدوم السید محمدؐ جعفر الزمان نقوی البخاری

نام کتاب : موعود الرسلؑ

مصنف کا نام : مخدوم السید محمدؒ جعفر الزمان نقوی البخاری

پرنٹرز : صائمہ پرنٹرز اینڈ پبلشرز کراچی۔

سنۂ اشاعت : 2008ء

ایڈیشن : اول

پبلشرز : القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

کمرہ نمبر 11، اے اینڈ کے چیمبر

14 ویسٹ وہارف روڈ

کراچی نمبر 2 پوسٹل کوڈ، 74000، پاکستان۔

فون نمبر، 2205037,2311979

فیکس: 2315075

E-mail: klbehaider@yahoo.com

Web: www.jamanshah.com (Developed 18-06-2001)

انتساب

بہ ہزار عجز وانکسار وسجود وسلام
عطا کنندہ شعور ومعرفت کے نام

جنہوں نے اپنی حیات طیبہ انتظار، دعا اور نصرتِ موعود الرسل عجل اللہ فرجہ، کے لئے وقت فرمائی اور اہل دینا کو بھی نصرت کا عملی درس دیا

دعا ہے کہ ہمارے وہ محبوبِ حقیقی اپنے محبوب ومنتظَر کے ساتھ چشم زدن سے بھی پہلے تشریف لے آئیں۔

مرتب......مہتاب اذفر

آمین یارب العالمین

جب خدا ایک ہے تو سب کا عقیدہ بھی ایک ہی ہونا چاہئے ، اور خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے انسانی فطرت بھی یہی ہے

جو پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ خود کو خدائے تعالٰی کے حوالے کر دو اور اس کے بدلے ''دائمی سکون'' لے لو

قادر مطلق کے لطف و کرم سے آخری مصلح اعظم کے پاک دور میں پوری انسانیت اس ''دائمی سکون'' سے لطف اندوز ہوگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست ابواب

گذارشِ احوالِ واقعی

سرکار السید محمد جعفرؒ الزمان نقوی البخاری کی ذات پاک یا آپ کے علمی مرتبہ پر تبصرہ کرنا یا کچھ لکھنا جسارت ہی ہوگا، آپ ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے جس میں مختلف خصوصیات وفضائل اس طرح جمع ہو گئے تھے کہ یہ یقین کر لینا بہت مشکل ہو جاتا تھا کہ ایک انسان اتنی خوبیوں پر مشتمل ایسے انتہائی اعلیٰ مرقع یا منشور کا مظاہرہ کرسکتا ہے، گویا ان کی ذات مجموعۂ صفات تھی، ان کے علم کا یہ عالم تھا کہ دنیا کے کسی بھی موضوع پر جب ان سے بات کی جاتی تو ایسا لگتا کہ وہ اس علم میں ایک متخصص کا درجہ رکھتے ہیں اور اس علم کے تمام رموز و اسرار سے بخوبی آگاہ ہیں، ان کے بڑے بھائی قبلہ السید محمد باؒقر الزمان نقوی نے انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''آپ نگاہِ علم اِلٰہی کا انتخاب ہیں''

بلند پایہ ہفت زبان شاعر ہونے کے علاوہ آپ ایک بالیدہ اور صاحب طرز نثر نگار بھی تھے، مختلف زبانوں پر انہیں جو قدرت حاصل تھی اس کا اظہار ان کی تصنیفات سے ہوتا ہے

موجودہ کتاب ان کی وسعت علمی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے یہ اولاً انگریزی میں لکھی گئی لیکن اس کی افادیت اور احباب و معتقدین کے اصرار و فرمائش کے پیش نظر فاضل مصنف نے خود اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو جائے تو وہ طبقہ جو انگریزی زبان سے نابلد ہے اس سے فیض یاب ہوسکتا

ہے۔اس کا اردو نام ''موعود الرسل'' بھی خود انہوں نے ہی تجویز فرمایا تھا
اسی خواہش کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے، جواب پڑھنے والوں کیلئے
باصرہ نواز ہے

کسی کتاب کے لکھنے سے زیادہ اس کا ترجمہ کرنا زیادہ دِقت طلب ہوتا ہے، یہ بات اور زیادہ مشکل ہوتی ہے کہ ترجمہ کرتے وقت اصل کتاب کی لطافت اور زبان کے محاورے کو بھی برقرار رکھا جائے، یہ مشکل اُس وقت دو چند ہو جاتی ہے جب کسی ایسی کتاب کا ترجمہ کیا جائے جس کی زبان ترجمہ کی زبان سے مزاجاً مختلف ہو، فارسی یا عربی زبان کی کتب کا اردو میں ترجمہ کرنا نسبتاً آسان ہے لیکن کسی انگریزی زبان میں لکھی گئی کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھالنا اس سے کہیں مشکل ہے، پھر ایسی کتاب کو جس میں ایک ادبی شان بھی ہو اور وہ ترجمے کی زبان سے مزاجاً بھی مختلف ہو اردو کا جامہ پہنانا مشکلات میں اور اضافے کا سبب بنتا ہے، انگریزی کے ایک لفظ کے کئی معانی ہوتے ہیں، اس ترجمہ یہ میں کوشش کی گئی ہے کہ قریب ترین معانی تحریر کردیئے جائیں

اپنے علم کی حد تک ہم نے اس کی نوک پلک سنوارنے کی سعی بلیغ کی ہے اب یہ قارئین کرام کے سامنے ہے جو اس کے معیار کے حقیقی منصف ہیں

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ اِنسان تو خطا ونسیان کا پتلا ہے

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر اس ترجمہ میں انہیں ہماری کوئی فروگزاشت یا غلطی نظر آئے تو ہمیں اس سے آگاہ فرمائیں تا کہ اگلے ایڈیشن میں اس کو دور کیا جاسکے، اس کرم پر ہم ذاتی طور پر شکر گزار رہوں گے

جن کی یہ کتاب ہے ان کا مقصدِ عظیم پورا ہونے کی ہم دلی دعا کرتے ہیں اور یہ اردو ترجمہ بھی ان کی ہی بارگاہ میں اس امید سے پیش کرتے ہیں کہ وہ ان الفاظ کو اپنی رحمت کثیر سے شرفِ قبولیت عطا فرمائیں گے

آخر میں اپنے مالکِ ازل کی بارگاہِ تقدس مآب میں سر بہ سجود ہو کر شکرانہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں اس سعادت کا موقع دے کر احسانِ عظیم فرمایا ہے

سید مہدیؑ عباسؑ بخاری
پروفیسر ذوالفقار حسینؑ خان
پروفیسر فقیر شمیم اعجاز

﴿سخنے چند﴾

پروفیسر ایس۔ جی عباسؑ سابق پرنسپل
سراج الدولہ گورنمنٹ کالج کراچی

جب میں نے جمن شاہ میں ستمبر 2002ء میں حاضری دی تو سید محمد جعفرؒ الزمان نقوی (اعلیٰ اللہ درجاتہٗ) نے خواہش ظاہر کی کہ میں ان کی انگریزی زبان میں لکھی ہوئی کتاب پر نظر ثانی کروں، میں نے ان کے حکم کی تعمیل کا وعدہ تو کر لیا لیکن مجھے اس وہم نے آ لیا کہ کیا میں واقعی اتنی اہلیت کا حامل ہوں کہ ان جیسی ہستی کی تحریر کردہ کتاب پر نظر ثانی کر سکوں؟

اگر میں کہوں کہ سرکار محمد جعفرؒ الزمان نقوی ایسی ذات تھے جنھوں نے مجھے بطور عالم اور بطور انسان بہت متاثر کیا تو یہ بے جا نہ ہوگا، ان چند سالوں میں میں نے دو مرتبہ ان کی خدمت میں حاضری دی، جناب رمضان علیؒ جو میرے بہت پیارے اور خاص الخاص شاگرد ہیں اور فی الوقت وہ اسلام آباد میں وفاقی حکومت کے ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں مذکورہ دونوں حاضریوں کے محرک تھے

میں پہلی بار 2002ء میں جمن شاہ میں حاضر ہوا، سرکار محمد جعفرؒ الزمان نقوی کی مقناطیسی شخصیت اور علمی مقام نے مجھے اپنا حلقہ بگوش بنا لیا آج جب کہ تقریباً پوری دنیا برائی کی آماجگاہ بن چکی ہے مجھے جمن شاہ روحانیت کا ایک جزیرہ محسوس ہوا اور یہ جگہ فی الواقع جناب سید محمد جعفرؒ الزمان اور ان کے والد بزرگوار بلکہ ان

کے استاد سرکار سید (مالک پاک) کے تقدس کا صحیح نمونہ تھی

ہر دو بار وہاں میرا قیام پانچ روز کیلئے تھا ان پورے پانچ دنوں میں میں نے اس مقام کو روحانی سرگرمیوں سے گونجتا ہوا محسوس کیا کہیں لوگ بڑی تعداد میں مختلف گروہوں کی صورت میں آرہے تھے کہیں اجتماع ہو رہے تھے اور کہیں دینی موضوعات پر بحث ومباحثہ جاری تھا، ہر آنے والے کی حقیقی خواہش یہ ہوتی تھی کہ وہ رحمتوں کی اس برسات سے اپنا دامن بھر کر جائے

مجھے جس بات نے واقعی چونکایا وہ یہ تھی کہ اپنی روحانی پیاس بجھانے کیلئے آنے والے ہر شخص کی ہر طرح سے نگہداشت کی جارہی تھی اور اسے کھانا اور چائے پیش کی جارہی تھی، خواہ وہاں اس کا قیام کتنا طویل ہی کیوں نہ ہوتا

شاعرِ ہفت زبان ہونے کے ساتھ ساتھ جناب سید محمد جعفرؒ الزمان نقوی ایک عظیم علمی تبحر کے مالک تھے جب وہ مواعظ کیلئے لب کشائی فرماتے تھے تو ہر سامع مسحور ہو جاتا تھا، مذہب تو ان کی حقیقی جولان گاہ تھی ہی لیکن جب وہ فلکیات، علم نجوم، موسیقی، ریاضی، فزکس یا کسی اور موضوع کو خواہ وہ اس دنیا کی کسی شئے کے بارے میں ہو، زیر بحث لاتے تھے تو انتہائی وثاقت سے بات کرتے اور موضوع کی گہرائی میں اس انداز سے اترتے کہ سننے والے دم بخود رہ جایا کرتے تھے

ہر آنے والے پر وہ اپنا پیار اس طرح نچھاور کرتے کہ وہ خود کو مہمان خصوصی خیال کرنے لگتا، یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ سرکار محمد جعفرؒ الزمان نقوی نے اپنی زندگی میں کسی مدرسہ یا سکول کا منہ نہیں دیکھا تھا اس کے باوجود وہ آٹھ زبانوں کے قادر الکلام شاعر تھے

میں ان کی مصروفیات دیکھ کر دنگ رہا گیا میرے لئے حقیقتاً مقام تحیر یہ تھا کہ لوگوں کیلئے وہ اتنا وقت کیسے وقف کرتے تھے؟ اور کئی کئی گھنٹوں تک کئی کئی وفود سے بات چیت کیلئے وہ قوتِ برداشت کہاں سے لاتے تھے؟ ہر وفد کے ساتھ ان کی گفتگو ان کے درجۂ ذہانت کے مطابق ہوتی اس انداز میں وہ حقیقتاً لاثانی نظر آتے تھے اور اِس امرِ الٰہی کے حقیقی مظہر دِکھائی دیتے کہ

☆کَلِّمُوا النَّاسِ عَلیٰ قَدرِ عُقُولِهِم

وہ ایک ہزار پہلو نابغہ تو تھے ہی مجھے جس امر نے حیرت زدہ کیا وہ یہ تھا کہ کس طرح ان کی شخصیت میں لاتعداد قابل ستائش خوبیاں مجتمع ہوگئی تھیں؟ ایک ایسا انسان جس نے رسمی طور پر نہ کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور نہ کسی مکتب کا منہ دیکھا کیسے ہر موضوع پر معلومات کا ایک وافر ذخیرہ رکھتا تھا اور اسے کئی زبانوں پر ماہرانہ عبور حاصل تھا؟

گو وہ خود منسکر المزاج تھے مگر لوگ ان کے قدموں میں آنکھیں بچھاتے تھے ہر بار اس سوال کا جواب میرا من یہی دیتا کہ یہ صرف خدائے رحیم کی رحمت تھی، اس میں اس لازوال ہستی کا کرم بھی شامل تھا جن کے ظہور موفور السرور کیلئے انہوں نے خود کو وقف کر رکھا تھا، اس نادر ہستی کی پرداخت کا سہرہ ان کے والد محترم قبلہ (مالک پاک) کے سر ہے جو خود بھی ایک بہت بلند پایہ علمی و روحانی شخصیت تھے

دو ہفتے قبل جب جناب مظہر حسین موسوی صاحب نے جو جناب سید محمد جعفرؑ الزمان کے قریبی اور بے تکلف دوست ہیں مجھے ٹیلی فون پر بتایا کہ وہ مجھے کوریر سروس کے ذریعے مسودہ بھیج رہے ہیں تو میرے دل کی دھڑکن اور نبض کی رفتار تیز ہوگئی کس

قدر بدنصیبی کی بات تھی کہ اس عظیم المرتبت ہستی کا مسودہ میرے پاس اس وقت آرہا تھا جب وہ خوداس دنیا میں موجود نہ تھے پھران کے وہ الفاظ میرے ذہن میں گونجنے لگے جوگویاان کی وصیت تھے،مسودہ موصول ہوگیااور میں نے اپنا کام مکمل کرلیا، اس تمام عرصہ میں میرے ذہن پر یہ احساس چھایا رہا کہ ان جیسی ہستیوں کوکبھی موت نہیں آتی ، خدائے بزرگ و برتر کے کام انسانی فہم سے بالاتر ہوتے ہیں ۔ ہوسکتا ہے کہ ان جناب کا مشن پایہ تکمیل کوپہنچنے والا ہواور ’’آخری مصلح،، کا ظہورموفور السرور بالکل قریب ہواور خدائے کریم ورحیم اپنے بے پایاں لطف وکرم سے اپنے آخری مصلح وہادی علیہ الصلواۃ والسلام کے ہمراہ ان کے انصارواعوان کے ساتھ جناب السید محمد جعفرؑالزمان کودوبارہ بھیج دے

اس جگہ مجھے انگریزی کے مشہورشاعر جان ملٹن کا ایک مصرع یادآرہا ہے

They also serve who stand and wait

’’وہ بھی خدمتگاروں میں شامل ہیں جوکھڑے ہیں اور باری کا انتظار کررہے ہیں‘‘

ایک بلند پایہ مصنف کی حیثیت سے انھوں نے مختلف زبانوں میں لاتعداد کتابیں تحریرفرمائیں

زیرنظرکتاب جس کاعنوان ہے’’آخری مصلح،، ......(The Last Reformer) انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے یہ انجیل مقدس،تورات، جناب داؤدعلیہ السلام کے گیتوں اورقرآن پاک کی حوالوں سے مملو ہے، بعض مقامات پر ہندوؤں، بدھوں،جین مت والوں اورسکھوں کی مذہبی کتب کے حوالے بھی ملتے ہیں

مذہب کے بارے میں کتب کا عمومی انداز یہ ہوتا ہے کہ ہرلکھنے والا سب سے پہلے

دوسرے مذاہب اور فرقوں کی توہین وتکذیب کرتا ہے اور پھر اپنے عقیدے کا دفاع کرتا ہے

اس کتاب میں فاضل مصنف نے نہ کسی مذہب کو ہدف تنقید بنایا ہے اور نہ صرف اسلام کا دفاع کیا ہے بلکہ انہوں نے تمام عقائد و مذاہب کے ماننے والوں کو مخاطب کیا ہے، اس لحاظ سے یہ کتاب ایک عالمی اپیل کی حامل ہے جس طرح کہ خود فاضل مصنف اپنی زندگی میں ایک عالمی نقطہ نظر کے حامل تھے

فاضل مصنف نے ''آخری مصلح'' کی تشریف آوری سے قبل دنیا بھر میں رونما ہونے والے حالات کی تفصیل پیش کی ہے، روئے زمین پر جینا دوبھر ہو جائے گا (زندگی ناقابل برداشت ہو جائے گی) کیونکہ طرح طرح کی برائیاں دنیا بھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی، ہر جگہ تنازعات، ان بن، جھگڑے اور جنگیں ہوں گی وقت ظہور کی کئی نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں جبکہ بہت کچھ ابھی صیغۂ راز میں ہے سوائے خداوند بصیر آخری مصلح پاک کے ظہور موفور السرور کے صحیح وقت کے بارے کوئی بھی کچھ نہیں جانتا

یہ کتاب رنگ، نسل اور عقیدے کو بالائے طاق رکھ کر تمام نسل انسانی کیلئے لکھی گئی ہے، یہ ایک پیشگوئی ہے کہ نوعِ انسانی بحیثیت مجموعی برباد ہونے والی نہیں تمام برائیاں، مصائب اور سختیاں چند روزہ ہیں، آخری مصلح پاک کی تشریف آوری کے بعد ہر جگہ دائمی امن کا دور دورہ ہوگا، انسان اپنا کھویا ہوا وقار پھر پالے گا، تمام ضروریاتِ زندگی با افراط ہوں گی، وہ تشریف لائیں گے تو زمین اپنے تمام پوشیدہ خزانے اگل دے گی، بھوک اور قحط کے بھوت کہیں بھی ناچتے ہوئے نظر نہ

آ ئیں گے، خوشحالی وقت کا شعار ہوگی، اس لحاظ سے انسانیت کا مستقبل تابناک اور خوش منظر ہے، درمیانی عرصہ جو بلا شبہ حوصلہ شکن ہے اسے زمانہ امتحان سمجھنا چاہیے، لہٰذا اس گھڑی کی فوری ضرورت یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک بلا امتیاز نسل، عقیدہ یا رنگ خداوند قدیر کے حضور کامل خلوص کے ساتھ ہاتھ پھیلا دے کہ وہ اپنے آخری مصلح پاک کو جلد از جلد اِذنِ خروج عطا فرمائے

حق بات تو یہ ہے کہ خلوص دل سے مانگی ہوئی دعا سے ہی نہ صرف ہمارا بلکہ پوری نسل انسانی کا مستقبل وابستہ ہے

میں اپنے پیش لفظ کو اس دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ

خدا تعالیٰ کرے کہ ہمارا مصلح علیہ الصلواۃ والسلام افق عالم پر بلا تاخیر ضیا بار نظر آئے

خدائے تعالیٰ کرے کہ اس کی صبح ظہور نوعِ انسانی کیلئے امن اور خوش حالی کا ایک نیا زمانہ لے کر آئے

خدا تعالیٰ کرے کہ انسان اپنا وہ حقیقی وقار پھر حاصل کرے جس کیلئے اس نے اسے اپنا خلیفہ بنا کر پیدا کیا تھا

خدائے تعالیٰ کرے کہ ہر قسمی برائی مثلاً ناانصافی، ظلم، استحصال، باہمی نفرت نزاع اور ان بن وغیرہ صفحہ ہستی سے ہمیشہ کیلئے مٹ جائیں

خدائے تعالیٰ کرے کہ ہم یہ زریں دور اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور جناب سید (مالک پاک) اور جناب سید محمد جعفرؑ الزمان نقوی بھی آخری مصلح پاک کے نائب کے طور پر مصروف کار نظر آئیں ﴿آمین ثم آمین﴾

کراچی 12، اپریل، 2003ء

اظہارِ تشکر

کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے ہم اس کے فاضل مصنف کے بے حد ممنون ہیں جنہوں نے کمال مہربانی سے ہمیں اس کتاب کی تدوین و تالیف میں اپنی مدد کی سعادت عطا فرمائی، ہم ایک طرف اپنی کوتاہیوں سے اور دوسری طرف موضوع کتاب کی عظمت و شان سے بخوبی آگاہ تھے، اس کے باوجود ہم نے شکریے کے ساتھ اس کام کو سرانجام دینے کی حامی بھر لی

آخری عظیم ترین مصلح کے بارے میں لکھی جانے والی کتب کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان سے بڑے حجم کی ایک مکمل لائبریری بن سکتی ہے لیکن اس بہت زیادہ زیر گفتگو و بحث موضوع کو فاضل مصنف نے نہایت اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے

اس موضوع کی طرف ان کی یہ رسائی بالکل جدید اور اچھوتی نظر آتی ہے انہوں نے ہادیءِ الٰہی کے بارے میں پرانے اور نئے عہد نامہ میں موجود پیشین گوئیوں کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی ہے، انہوں نے مذکورہ کتابوں میں سے کثیر تعداد میں حوالہ جات منتخب کر کے اپنے نقطہ نظر کی تائید میں پیش کئے ہیں

انہوں نے عالمانہ انداز میں ثابت کیا ہے کہ بنیادی طور پر تمام مذاہب حقیقتاً ایک ہی ہیں اور جو برائے نام اختلافات ہیں وہ مذہبی استحصالی گروہ کے مذموم عزائم کے پیدا کردہ ہیں، اس گروہ نے صدیوں تک صحائف سماوی کو ایک عام آدمی کی رسائی سے دور رکھا محض اس لئے کہ اس سے مال کمایا جا سکے، انہوں نے ان کتب

کا عام زبانوں میں ترجمہ کرنے کی (صدیوں تک) اجازت ہی نہ دی اور ایسی کسی بھی کوشش کو نا قابل معافی گناہ کے مترادف قرار دیا صرف اس لئے کہ کہیں ان کی اجارہ داریوں اور مذموم مفادات کو نقصان نہ پہنچے، وہ اپنے کھیل میں کامیاب ہوئے اور عوام الناس مذہب سے عموماً دور ہی رہے

ہمارے فاضل مصنف جب یہ فرماتے ہیں کہ ہر مذہب ایک ہادیءِ الٰہی یا نجات دہندہ کا تصور پیش کرتا ہے تو یہ بات موجودہ دور میں اکثریت کو انوکھی اور نئی لگتی ہے، حالانکہ یہ صرف مذکورہ بالا گروہ کی پیدا کردہ جہالت کی وجہ سے ہے

یہ بتایا گیا ہے کہ جب مصلح اعظم ظہور فرمائیں گے تو یہی گروہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ان سے جنگ کرے گا

یہ کتاب ہر مذہب کے تمام دانا و عاقل اور ہوش مند و باشعور افراد کیلئے باہمی اختلافات اور دشمنیاں ختم کر دینے کی کھلی دعوت ہے کیونکہ ہم سب کا ایک ہی آغاز اور ایک ہی انجام یا منزل ہے، یہ کتاب جدید دور کے ذہن کو غور و فکر کیلئے غذا فراہم کرتی ہے، اگر زیر مطالعہ کتاب کو پڑھنے کے بعد ایک فرد بھی معقول طور پر قائل ہو گیا یعنی کسی نفسِ واحد ہی نے اپنے اعمال سدھار لئے تو سمجھئے کہ ہمیں ساری محنت کا وافر اجر و انعام مل گیا

سید مہدیؑ عباؑس بخاری

پروفیسر ذوالفقار حسینؑ خان .... پروفیسر شمیم اعجاز

یا مولا کریمؑ

تعارف

از سید محمد جعفرؑ الزمان نقوی البخاری

اللہ جل جلالہ کی حمد کے بعد لاکھوں درود وسلام اس آخری مصلح اعظم پر اور اس کے آبائے طاہرین علیہم الصلواۃ والسلام پر کہ جو اللہ کے خزانے میں آج تک صرف اس لئے محفوظ ہے کہ اس نے آخری دور میں ساری انسانیت کو آفاقی امن اور کامل نظام حیات عطا فرمانا ہے

اس کتاب کا اتنا ہی تعارف کافی ہے کہ یہ روئے زمین پہ موجود مذاہب سے اپیل کرتی ہے کہ آپ اپنے مذہب میں دیکھیں تو آپ کو آخری دور میں ایک ایسے رہنما یا ریفارمر کا ذکر ضرور ملے گا کہ جس نے آکر اس دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کو ایک مذہب کے جھنڈے تلے چھپا لینا ہے

وہ کون ہے؟ اس کا کیا نام ہے؟ تمہاری مقدس کتابوں میں اس کے کیا علامات وصفات بتائے گئے ہیں؟ ذرا انہیں غور سے دیکھیں، اس کے بعد دیگر مذاہب میں جس آنے والے کا تصور ہے اسے ان کی کتابوں میں دیکھیں اور ان کی کتابوں میں جو اس کے علامات وصفات مذکور ہیں انہیں بھی دیکھیں اور اس کے بعد خود سوچیں کہ کہیں یہ وہ تو نہیں ہے جو آپ کا آخری رہنما ہے، جس ایک ہی کا

سارے مذاہب انتظار کر رہے ہیں

اس کتاب میں یہ اپیل بھی کی گئی ہے کہ مذاہب عالم کا ماضی آپس کی نفرتوں سے بھرا ہوا ہے، اب ہمیں اپنے تلخ ماضی کو بھول جانا چاہیے اور اپنے سنہری مستقبل کیلئے تلخ ماضی کو قربان کر کے اپنے مستقبل کے واحد سہارے ومشترکہ لیڈر شپ پر اتفاق کر لینا چاہیے، کیونکہ وہ انسانوں کا خود ساختہ لیڈر نہیں ہے وہ اس کائنات کے خالق کا سلیکٹ کیا ہوا لیڈر ہے

اس کتاب میں مذاہب عالم کی مقدس کتابوں سے اس آنے والے ریفارمر کے بارے میں اس کی خصوصیات، اس کی اصلاحات اور اس کی شخصیت کے روحانی پہلوؤں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات دی گئی ہیں، اور انہیں دیکھ کر ہر مذہب کا سلجھا ہوا انسان یہی کہے گا کہ اس آنے والے کی ذات کے بارے میں سارے مذاہب کا تصور ایک ہے، اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ ناموں کا ہے اس لئے اب ناموں پر جھگڑنے کی بجائے ہمیں مل کر اس کا انتظار کرنا چاہیے

وہ آخری رہنما کب تشریف لائے گا؟

اس کتاب میں جملہ مذاہب عالم کی مقدس کتابوں میں سے اس کی آمد سے قبل کے جو حالات اور پیشگوئیاں مل سکی ہیں بلکہ وہ سب کی سب ایک ہی جیسی پیشگوئیاں ہیں انہیں بھی اس میں بیان کیا گیا ہے

اس کتاب میں جملہ مذاہب کے لوگوں سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ پوری دنیا کو چاہیے کہ سارے جھگڑے فی الحال ملتوی کر دیں اور اس آنے والے کا سارے مل کر انتظار کریں اور اس کیلئے ذہن کو تیار رکھیں کہ جب وہ آئے تو ہمیں اسے ویلکم کہنا

چاہیے اور وہ اپنا تعارف کسی بھی مذہب کے حوالے سے کروائے ہمیں اسی کو تسلیم کر لینا چاہیے

یعنی اگر وہ آنے والا کہے کہ میرے مذہب کا نام عیسائیت ہے تو ہندو، جین، زرتشت، یہودی اور مسلم سب کو اسی مذہب کو اختیار کرنے کیلئے تیار رہنا چاہیے

سارے مذاہب مثلاً عیسائی، یہودی، جین، ہندو، بدھ، پارسی اور مسلمان اس آنے والے کی شخصیت اور اس کے القاب کو کس طرح قبول کرتے ہیں

اس کتاب کو پڑھ کر آپ کو یہی محسوس ہو گا کہ دنیا کے سارے ادیان و مذاہب ایک ستارے کی طرح ہیں جن کا ایک کونا آخری ریفارمر کے پوائنٹ پر آ کر مل جاتا ہے

مذاہب کی یکسانیت

جب ہم تاریخ انسانی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ایک مسلسل قتل و غارت اور خون ریزی کا منظر نظر آتا ہے، انسانی تاریخ دراصل انسانیت اور انسانی اعلیٰ قدروں کے قتل کی ایک لمبی داستان ہے، ارتقاء کے نتیجے میں انسان مہذب بنا ہے لیکن اپنی اس ترقی کے ساتھ ساتھ وہ زیادہ ظالم اور سنگدل بھی بن گیا ہے

پرانی قبائلی زندگی میں انسانی قتل ایک یا دو کی حد تک محدود ہوا کرتے تھے لیکن آج جبکہ ساری دنیا ایک واحد معاشرہ بن چکی ہے لوگوں کو ہزاروں کی تعداد سے بھی زیادہ جانوروں کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے

جناب ہابیل کے قتل سے لے کر بوسنیا اور ہرزگووینیا میں ہونے والی خون ریزی تک ہم خون کی ایک بہتی ہوئی ندی دیکھتے ہیں

کوئی مفکر اور دانشور اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ روئے زمین پر ہونے والی تمام قتل و غارت میں سے پچاس فیصد قتل صرف مذہب کے نام پر کیے گئے ان لوگوں کی تعداد جو زر، زن اور زمین کی خاطر مارے گئے ان لوگوں سے بہت ہی کم ہے جو مذہب کے نام پر مارے گئے، ماضی قریب میں ہم دو عالمی جنگوں سے گزر چکے ہیں اور تیسری بھی بالکل قریب نظر آتی ہے لیکن اس حقیقت کے بارے میں کوئی اختلاف رائے نہیں کہ دونوں عالمی جنگوں میں مارے گئے انسانوں کی تعداد ان سے بہت ہی کم ہے جن کو مذہب کے نام پر ذبح کیا گیا

پھر بھی اگر آپ ان دونوں عالمی جنگوں کے پس منظر میں جھانکیں تو دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ ایک عامل مذہب یا دین بھی نظر آتا ہے

اگر ہم یہودیوں پر ہونے والی نازی (جرمن) بربریت وظلم کی وجوہات تلاش کرنے کی کوشش کریں تو یہودیت کی تاریخ سے یہ بات بالکل عیاں ہو جائے گی کہ دراصل یہ ظلم تو کئی صدیوں پر محیط یہودیوں کی ریشہ دوانیوں کا ایک ردعمل تھا حصول طاقت کی ہوس نے تو ہمیشہ سے ہی مذہب کے لباس میں انسانیت کا قتل عام کیا ہے، اپنے زمانے کے سب سے زیادہ متقی، دین دار اور خدا پرست انسان (حضرت عیسیٰ) کو ایک ڈاکو "باراباس" کی بجائے مذہب کے نام پر سولی پر چڑھا دیا گیا، بہت سے انبیاء کا خون صرف مذہب کی خدمت کے بہانے بہایا گیا

ان بہت سی مختلف جنگوں میں جو اسلام اور دنیا کے دیگر مذاہب کے درمیان ہوئیں مسئلے کی جڑ یا بنیادی وجہ اور کچھ نہیں تھی صرف مذہب تھا کسی ایک ہی مذہب میں آپ کو بہت سے ایسے متحارب گروہ اور فرقے ملیں گے جو انسانوں کا بڑی بے رحمی سے قتل کر رہے ہیں، یہی سب کچھ آج تک ہو رہا ہے لیکن آخر کیوں؟ کوئی سے دو مذاہب یا فرقوں میں اختلاف ہونا تو ممکن ہے لیکن اس کے نتیجے میں آخر انسانوں یا انسانیت کی تباہی ہی کیوں عمل میں آتی ہے؟ کیا کوئی ایسا مذہب بھی موجود ہے کہ جو انسان کو بھی ذرہ سی اہمیت دیتا ہو؟

ایسا لگتا ہے کہ شاید ایسا کوئی بھی مذہب نہیں ہے، حالانکہ مذہب تو بنا ہی بنی نوع انسان کی بہتری اور خوشحالی کیلئے ہے نہ کہ انسان مذہب کی خوشحالی کیلئے بنا ہے حتیٰ کہ کسی بھی مذہب کے انتہائی سخت احکام میں بھی استثنیٰ موجود ہوتے ہیں، یہ

استثنیٰ نہ صرف انسان بلکہ ساری مخلوقات کی بھلائی کیلئے رکھے جاتے ہیں
مثال کے طور پر کوئی بھی ایسی رسمی عبادت پوجا یا دعا نہیں ہے جو انسانی جان سے زیادہ قیمتی شمار کی جاسکتی ہو، اس بات کو ایک حسی مثال سے ثابت کیا جاسکتا ہے
فرض کریں کہ ایک شخص اپنی نماز، دعا یا عبادت کر رہا ہے اور قریب ہی پانی کے جوہڑ میں ایک کتے کا پلا ڈوب رہا ہے، ایسی صورتحال میں جملہ مذاہب یہ حکم دیتے ہیں کہ اس شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنی نماز یا جو بھی عبادت وہ کر رہا ہے اُسے ترک کر دے اور اس کتے کے پلے کو ڈوبنے سے بچائے
اگر ایک کتے کا پلا اتنا اہم ہے تو پھر آپ اس طرح کی صورتحال میں ایک انسان کے بچے کے بارے میں کیا کہیں گے؟ پس یقینی طور پر انسانیت کی حفاظت اور بھلائی خدا کی رسمی عبادت اور دیگر تمام مذہبی رسومات سے زیادہ اہم ہے، اس اہمیت کو ایک دوسرے طریقے سے بھی ثابت کیا جاسکتا ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا کسی بھی شئے کا مقروض ہے تو بروز قیامت صرف وہی مالک شخص ہی اس کو معاف کرسکتا ہے، اسی طرح ایک قاتل کو صرف اسی وقت سزا سے معافی مل سکتی ہے جب مقتول اسے معافی دے دے

دین حقوق کی دو اقسام عائد کرتا ہے

1 ...... خدا کے حقوق بندوں پر (حقوق اللہ) جو کہ زیادہ تر رسوماتی احکام ہیں
2 ...... بندے کے حقوق دوسرے بندوں پر (حقوق العباد) یہ عملی احکامات ہیں
خدائے بزرگ و برتر کو اختیارِ کلی ہے کہ وہ اپنے حقوق کو معاف فرمادے جیسا کہ

وہ تمام گناہوں کو بخش دینے والا ہے اور وہ رحیم و کریم ہے وغیرہ، لیکن جہاں تک حقوق کی دوسری قسم کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی معافی نہیں مل سکے گی پس اس سلسلہ میں معافی کا ملنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا، لہٰذا انسانی حقوق کی خلاف ورزی زیادہ خطرناک بات ہے

خدائے بزرگ و برتر نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ایک تو اس لئے مبعوث فرمائے کہ وہ اس کی توحید اور وحدانیت کی تبلیغ کریں، اور دوسرے یہ کہ وہ انسانوں کو یہ تعلیم دیں کہ وہ دوسرے انسانوں سے محبت کریں

تمام آسمانی مذاہب کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ انسانوں کے اندر باہمی امن، عزت، محبت، تحفظ اور اعتماد کی فضا پیدا کی جائے جس میں پوری نسل انسانی کیلئے خصوصی توجہ ایک کامل، جامع اور ہمہ وقت موجود احساسِ تحفظ پر ہو

چونکہ انسان فطری طور پر سہل پسند اور چور دروازے تلاش کرنے کا عادی ہے لہٰذا یہاں بھی اس نے مذہب کے لبادے میں رہتے ہوئے پیغمبروں کی تعلیمات کو توڑ موڑ کر اپنے لئے دھوکہ دہی، فریب، لوٹ مار اور قتل و غارت کے نئے نئے طریقے تلاش کر لئے، کسی بھی مذہبی رہنما (یعنی انبیاء) نے کبھی بھی کسی کو دوسرے انسان کی جان، مال اور عزت سے کھیلنے کی کھلی چھوٹ نہیں دی، مذہبی مبلغین یعنی انبیائے کرام نے مختلف انسانی جماعتوں کیلئے مختلف حالات کے تحت اپنی تعلیمات میں ہمیشہ ایک توازن برقرار رکھا، انہوں نے ظالمین سے فرمایا کہ تمہارا خدا عادل ہے، انہوں نے اذیت دینے والوں اور مارنے پیٹنے والوں سے فرمایا کہ خدا بھی تکلیف ناک سزائیں دے سکتا ہے، توبہ کرنے والوں اور پچھتانے والوں

سے فرمایا کہ خدا گناہوں کو بخشنے والا ہے اور غفور الرحیم ہے اور وہ توبہ کو قبول فرماتا ہے اور والدین سے بڑھ کر مہربان ہے

بعد ازاں جب شریر اور مفسد مبلغین نے طاقت حاصل کر لی تو انہوں نے ظالمین کو یقین دلایا کہ خدا رحیم و کریم اور فیاض ہے اپنی اس خود ساختہ تشریح و تفسیر کے ذریعے انہوں نے ظالمین کو کھلی چھٹی دے دی کہ وہ جو چاہیں سو کریں

یوں مذہب کے بنیادی مقصد کو ایک طرف ڈال دیا گیا اور غیر متعلقہ مسائل اور دیگر تعصّبات اُبھرتے چلے گئے، انسانی کردار کی شاندار عمارت کو صرف اور صرف نفرت کی بنیادوں پر کھڑا کر دیا گیا، کچھ شیطانی مفکرین نے مذہب کو یوں پیش کیا گویا وہ تنگ نظری اور تعصب کے علاوہ کچھ نہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غلط نظریات نے مذہب میں مرکزی حیثیت حاصل کر لی اور یوں متعصّبانہ تعلیمات نے جڑ پکڑ لی اور نہایت معمولی اختلافات نے خون ریزی کیلئے جواز فراہم کر دیا

یوں بیچارے انسان کیلئے روئے زمین پر کہیں بھی جائے پناہ نہ رہی

یہ ایک معمول بن گیا کہ جب کبھی کسی مذہب نے طاقت حاصل کر لی تو پھر اس نے دوسرے مذاہب کے پیروں کاروں کا صفایا کرنے کی کوشش کی اور اسی کو انصاف سمجھ لیا گیا کہ کمزوروں کو دبایا جائے، انہیں ذلیل کیا جائے، ان کے مال و جائیداد کو لوٹا جائے اور عورتوں کی تذلیل کی جائے، کوئی شخص کسی ایک بھی مذہبی رہنما (نبی) کی نشاندہی نہیں کر سکتا کہ جس نے مخالفین کی عورتوں کی آبروریزی کی اجازت دی ہو، اگر کوئی کسی بھی مذہب کے انتہائی اعلیٰ رہنماؤں کے بارے میں اس طرح کا کوئی ثبوت پیش کرنے میں کامیاب ہوتا ہے تو یہ صرف اور صرف

ان ہستیوں پر ایک الزام کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا، مذاہب انسان کیلئے آئے ہیں نہ کہ انسان مذاہب کیلئے، تمام عظیم مذہبی رہنماؤں نے اس دنیا میں اخلاقیات کے یکساں اصول پیش کئے ہیں جن میں باہم ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں ہے

تمام دنیا کے مذاہب اخلاقی نقطہ نظر سے بالکل ایک ہیں۔ جھوٹ، فریب، دھوکہ، قتل، چوری، ڈکیتی، زنا، غیبت وبدگوئی، چغل خوری، سنگدلی وبے رحمی، بدکاری، بداعمالی، بدسلوکی اور گالی گلوچ، ہتک عزت وغیرہ سارے کے سارے اخلاقی جرائم کو تمام مذاہب نے بالکل یکساں ہی قابل مذمت اور قابل سزا قرار دیا ہے بلکہ اگر ہم زیادہ گہرائی میں جائیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ مذکورہ بالا تمام جرائم کی سب سے چھوٹی نچلی اور معمولی سطح کو بھی قابل مذمت گردانا گیا ہے

مثال کے طور حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا "ناجائز جنسی تعلق (زنا) کا عمل سرانجام نہ دو" حضرت عیسیٰ نے فرمایا "ایک بری اور شیطانی نظر بھی زنا کے مترادف ہے بری نظر بھی نہ ڈالو" پیغمبر اسلام نے فرمایا "زنا کے بارے میں سوچو بھی مت کیونکہ یہ بھی زنا کے مترادف ہے" یہ انسان کو بتدریج پرہیزگاری وتقویٰ کی طرف لے جانے کی ایک مرحلہ وار کوشش ہی تو ہے، انسان کی تدریجی تہذیب کے ساتھ ساتھ کسی ایک جرم کے مختلف پہلو بھی قابل مواخذہ قرار دیئے گئے مثلاً قتل عمد ارادہ قتل یا سازش قتل اسی طرح چوری، چوری کا ارادہ یا چوری کا منصوبہ، بالکل اسی طرح تمام جرائم کی تمام صورتوں، شکلوں، قسموں اور حالتوں کی صاف صاف حدود بیان کر دی گئیں تا کہ انسان کو جرم سے بچایا جا سکے اور اسے مزید پرہیزگار، نیک اور متقی بنایا جا سکے، لہٰذا میں بالکل واضح انداز میں اعلان کر سکتا ہوں کہ تمام

انبیاء یا دوسری تمام اہم اور ذی مرتبہ مذہبی شخصیات کے بنائے ہوئے سارے اخلاقی قوانین بالکل ایک جیسے ہیں، ان کے بنائے ہوئے سارے شرعی و غیر شرعی حلال وحرام یا جائز و ناجائز کے بارے میں نقطہ نظر بالکل ایک جیسا ہے

آج کی دنیا کے تمام مروجہ سات بڑے ادیان کا مطالعہ مجھے اس واضح اور قطعی نتیجے پر لایا ہے کہ ان سب کے بنیادی تصورات ایک جیسے ہیں، ان کی نوے فیصد اخلاقی مشابہت یہ ظاہر کرتی ہے کہ سارے مذاہب سو فیصد ایک ہیں، دس فیصد کا یہ فرق اصلی اور حقیقی نہیں ہے بلکہ ناجائز محرکات کی پیداوار ہے

اب مناسب وقت آن پہنچا ہے کہ ہم مختلف انبیائے کرام اور ان کے ادیان کا مطالعہ مثبت طور پر کریں نہ کہ تنقیدی طور پر، ہمیں نہ صرف یہ کہ اختلافی نکات کو اچھال کر خواہ مخواہ کے بحث مباحثے میں پڑنے سے اجتناب کرنا چاہیے بلکہ ہمیں ان ادیان کا مطالعہ اس طرح کرنا چاہیے کہ ہم مشترکہ اور یکساں احکامات و ہدایات، مشترکہ تصورات و نظریات اور مشترکہ اخلاقی اقدار کو واضح کریں اور سامنے لائیں، ہمیں یہ بھی کوشش کرنا چاہیے کہ ہم یہ دیکھیں کہ ہم کہاں اور کس حد تک دیگر ادیان کے پیروکاروں سے مماثلت رکھتے ہیں

تنقیدی اور متعصّبانہ بحثیں تو پہلے ہی لاتعداد انسانی جانوں کے زیاں کا تحفہ ہمیں دے چکی ہیں لہٰذا ہمیں اس سمت میں مزید آگے جانے سے اب تو رک جانا چاہیے

﴿ایک حقیقت پسندانہ تجزیہ﴾

دین کیا ہے؟

اس سوال کا ایک سادہ سا جواب ہے کہ ''ایک جزا، سزا کا سلسلہ''

ہر دین کے دو بنیادی پہلو ہوتے ہیں

(1) روحانی پہلو (اعتقادات ونظریات)

(2) عملی پہلو (عبادات ورسوم)

دین کے روحانی پہلو کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

(1)...... قابل فہم وادراک

(2)...... نا قابل فہم وادراک

عملی پہلو کی بھی آگے دو شاخیں ہوتی ہیں

(1) روحانی

(2) اخلاقی

ان میں سے ہر ایک آگے مزید دو، دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے

(1) مستحب یا عقل کی رو سے

(2) واجب ولازم

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں عقل جائز قرار دیتی ہے یا ناجائز

اور کچھ ایسی ہوتی ہیں جو حکم خدا تعالیٰ سے حلال یا حرام قرار پاتی ہیں لہٰذا خیر اور

شر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم کو انسانی عقل و فہم کے ذریعے سے مخصوص کیا جاتا ہے اور دوسری قسم کو انبیائے کرام وحی اِلٰہی کی روشنی میں بیان فرماتے ہیں مندرجہ ذیل نقشہ اس تفصیل کی وضاحت کرے گا

﴿ دین ﴾

اعتقادات عبادات

قابل فہم ناقابل فہم اخلاقی روحانی

واجب غیر واجب

خیر شر خیر شر

مذہب کا فکری پہلو اعتقادات اور نظریات سے بحث کرتا ہے، یہ دنیاوی زندگی سے کم اور اُخروی زندگی سے زیادہ متعلق ہوتا ہے، یہ خالق اور بندے کے درمیان ایک رابطہ قائم کرتا ہے جو ایک پوشیدہ یا خفیہ رابطہ ہوتا ہے، یہ وہ مخفی راستہ ہوتا ہے جو رب الارباب یعنی اللہ تک لے جاتا ہے

جدید دور میں چند ہی بے وقوف شخص ہوں گے جو یہ پسند کریں گے کہ ان کے بہت سے محبوب (خدا) ہوں جب کہ دوسری طرف سارے ادیان کی ممتاز اور ذی

عزت ہستیاں ایک ہی محبوب (یعنی خدا) کو چاہتی یا پسند کرتی ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ آخری حقیقت الحقائق (خدا) تک پہنچنے کے لاتعداد ذریعے اور راستے ہیں، آقا و مالک (یعنی خدا تعالیٰ) بلا شک ایک ہی ہے، کوئی بھی دین خدا کی توحید یا یکتائی سے انکار نہیں کرتا اور نہ اس کی کوئی نسل یا اولاد قرار دیتا ہے خود انجیل مقدس میں بھی حضرت عیسیٰ جب کبھی اپنے بارے میں بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ آدم کے بیٹے ہیں، یوں تو سارے مسلمان بھی خود کو ''فرزندان توحید'' کہنے کا اعلان کرتے ہیں تو وہ بھی خدا کو ایک مہربان باپ کی طرح سمجھتے ہیں، وہ (مسلمان) اپنے آپ کو درحقیقت خدا کے نسبی بیٹے نہیں کہہ رہے ہوتے اگر کوئی اس استعارے یا تشبیہ کو لغوی معنی میں لے لے تو یہ الگ بات ہے ایسا ماننے والا (صاحب ایمان، مومن) خدا سے اپنی محبت کو اپنی پسند کے طریقے سے ظاہر کرنے میں آزاد ہوتا ہے، یہ تو اس کے اور اس کے خالق کے درمیان معاملہ ہے کوئی اور اس میں مداخلت نہیں کر سکتا، مذہب کسی دوسرے کے اعتقادات میں کسی قسم کی مداخلت کرنے کے اجازت نہیں دیتا حتیٰ کہ اگر کوئی خدا کے وجود سے انکار کرتا ہے تو ہمیں اسے ماننے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے ہمیں اسے محبت اور دلیل کے ساتھ قائل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے، پستول کی نوک (نال) پر ترغیب دینا تو سختی سے منع ہے اگر کوئی عقلی دلائل سے بھی نہیں مانتا تو پھر ہمیں اسے یہ کہتے ہوئے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے کہ ''تمہارے لئے تمہارا دین، ہمارے لئے ہمارا دین''

عملی پہلو

اس شعبے کا مقصد ایک انسان کو ہر لحاظ سے مکمل بنانا ہے، یہ دین کا عملی حصہ ہے، اس کا پہلا حصہ طہارت و پاکیزگی اور روحانی ہے، جبکہ دوسرا حصہ اخلاقیات سے متعلق ہے

اخلاقیات

اخلاقیات کا کیا مطلب ہے؟......اخلاقیات بھی علم کی طرح سہہ پہلو ہے

علم کی پہلی قسم ایک شئے کی حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ وہ اصل میں کیا ہے؟ دوسری قسم یہ وضاحت کرتی ہے کہ اس شئے کو کیسا ہونا چاہیے، علم کی تیسری قسم ان طریقوں سے متعلق ہے جو ایک عام شئے کو ایک مثالی چیز بناتے ہیں

مثال کے طور پر ایک شخص ایک ریڈیو سیٹ ایجاد کرتا ہے سب سے پہلے تو یہ غور کیا جاتا ہے کہ یہ دراصل کیا ہے یعنی اس کی کیا کیا خصوصیات ہیں؟

یہ پہلی قسم کا علم ہے، پھر جب یہ محسوس کر لیا جاتا ہے کہ اسے مزید ترقی دینے کی ضرورت ہے تو یہ دوسری قسم کا علم ہے، اب کیا طریقے اختیار کرنا چاہیں کہ ایک مثالی ریڈیو سیٹ بنایا جا سکے؟ یہ علم کی تیسری شاخ ہے

بالکل اسی طرح اخلاقیات کے بھی تین شعبے ہیں، ہیچ ترین انسان اور خدائے بزرگ و برتر کے درمیان کئی مدارج ہیں، ایک انسان چاہے وہ کتنا ہی نیک و متقی

کیوں نہ ہو جائے وہ خدا نہیں بن سکتا، وہ خیر و تقویٰ کے کسی نہ کسی خاص درجے پر ہی ہوگا، البتہ یہ درجہ یا منزل حقیقت مطلقہ کی جانب اس کے سفر کیلئے ایک سنگ میل ہو سکتا ہے

مکمل خیر (خیر محض) کو حاصل کرنے کی انسان کی ہر کوشش کے باوجود وہ کبھی بھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس میں ذرہ برابر بھی شر یا برائی موجود نہ ہو پس یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ انسان دراصل شریر یا برا ہے، یہ ہے اخلاقیات کا پہلا درجہ کہ انسان اپنے اندر موجود کوتاہیوں سے آگاہ ہو جائے

اب اگلی منزل یا درجہ یہ ہوگا کہ پھر اسے کیسا یا کیا ہونا چاہیے؟ انبیائے کرام ہی ان مختلف معاشروں کیلئے جن میں وہ بھیجے گئے تھے ایک مثالی نمونہ تھے اور انسان سے یہی مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ اپنے کردار میں انبیائے کرام جیسا ہو جائے یعنی اسے ان کی پیروی اور اطاعت کرنا چاہیے، یہ دوسرا درجہ ہے

تیسرا درجہ یہ ہے کہ زندگی بسر کرنے کے اسی سٹائل کو تلاش کیا جائے جیسا کہ انبیاء نے بسر فرمائی، عملی طور پر اسی زندگی بسر کرنے کے انداز یا طریقے کو اختیار کرنا ہی اصل مطالعہ ہے......تاکہ ایک عام انسان ایک مثالی انسان بن سکے

اخلاقیات کی دو مزید شاخیں ہیں

(1)......عقلی اخلاقیات

(2)...... اِلہامی اخلاقیات

(1)......عقلی اخلاقیات

عقلی اخلاقیات کی اصطلاح اصل میں وحی خداوندی کا ہی ایک جزو ہے، مصلحین کی تعداد اتنی زیادہ ہے (اگرچہ ان میں سے کئی غیر معروف ہیں) اور ان کی تمام تعلیمات اتنے وسیع طور پر پھیلی ہیں کہ ایک انسان خدا پر ایمان لائے بغیر اپنی عقل کی مدد سے بھی اعلیٰ اخلاقی قدروں کو سمجھ سکتا ہے۔ اگرچہ پتھر کے دور کا انسان بھی عقل وشعور رکھتا تھا مگر وہ اعلیٰ اخلاقی قدروں کا ادراک نہ کر سکا، صدیوں بعد یہ ممکن ہو سکا، اچھائی (نیکی یا خیر) اور برائی (بدی یا شر) کا تصور تو اتنا واضح اور صاف ہے کہ ایک انسان ان ہستیوں کو جانے بغیر کہ جنھوں نے انہیں پیش کیا تھا ان کو پہچان سکتا ہے، وہ جانتا ہے کہ عدل وانصاف نیکی ہے اور ناانصافی برائی ہے، سچائی اچھی ہے اور جھوٹ برا ہے، اسی طریقے سے عقلی اخلاقیات تحریری شکل میں دستیاب ہیں، نوع انسانی کے ابتدائی دور میں عقلی اخلاقیات بھی اِلہامی اخلاقیات کا ایک حصہ تھا انبیاء نے ان کو خدائی احکامات (Commandments) کی شکل میں پھیلایا تھا، جیسا کہ حضرت موسیٰ کے دس خدائی احکامات ہیں

انسانی عقل وشعور کی ترقی کے ساتھ کافر اور منکر بھی اگلے جہان کی جزا اور سزا کا خیال کیئے بغیر ان خدائی احکامات پر عمل کر رہے ہیں

(2)...... اِلہامی اخلاقیات

تمام عقلی ترقی کے باوجود انسانی دماغ غلطی سے مبرا نہیں ہوتا کچھ معاملات میں یہ خیر اور شر کو پہچاننے میں ناکام ہو جاتا ہے، لہٰذا انسان مذہب کے مہیا کردہ خدائی احکامات کی پیروی کر کے فائدہ اٹھاتا ہے اور ہر قسمی نقصان سے بچ جاتا ہے

اِلہامی اخلاقیات کا بہت بڑا حصہ سارے مذاہب میں یکساں ہے صرف معمولی حصے میں فرق پایا جاتا ہے اور یہی وہ حصہ ہے کہ جسے مذہبی اجارہ دار اپنے غلط مفاد کیلئے اچھالتے، ہوا دیتے اور استعمال کرتے ہیں

اِلہامی اخلاقیات دو حصوں میں تقسیم ہیں ''خیر یعنی حلال'' اور ''شر یعنی حرام''

یہی وہ حصہ ہے جس میں چند مذہبی اجارہ داروں نے صرف اپنے جھوٹے نام و نمود کی خاطر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے کچھ نے چند معاملات میں صرف طریقہ کار بدلا ہے مثلاً روزہ(1) کا تصور سارے مذاہب میں پایا جاتا ہے لیکن ہر مذہب میں اس کی اخلاقی اہمیت و افادیت میں کسی کمی کے بغیر طریقہ کار میں تھوڑا سا فرق ہے

اگر ہم عقل اور اِلہامی اخلاقیات کی گہرائی میں جائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی بنیاد مندرجہ ذیل دو اجزاء یا عناصر پر قائم ہے

(1) شر کی بنیاد دوسروں کے حقوق کے استحصال یا غصب کرنے پر ہے

(2) خیر کی بنیاد دوسروں کو ان کے جائز حقوق دینے پر ہے

اس کا مطلب ہے کہ خیر و شر کے پچاسی فیصد حصے کی بنیاد انہی دونوں اجزاء پر ہے مثال کے طور پر تمام مومن اور کافر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قتل، ڈکیتی، چوری، رشوت اور غبن غلط اور برے کام ہیں اور صاف طور پر دوسروں کے حقوق کو نقصان

1......روزہ کے دنیاوی اور اُخروی فوائد کے ساتھ ساتھ طبی افادیت بھی ہے اخلاقی طور پر یہ غریبوں کی بھوک اور پیاس کا احساس و ادراک کرنے اور ان کی مدد کرنے کی ایک ترغیب و تحریک ہے، روزے کی یہ کیفیت و ہیئت اس کی اخلاقی اہمیت کو جتلاتی ہے

پہنچاتے ہیں اس لئے یہ شر ہیں، اگر ہم توجہ سے دیکھیں تو یہ پاتے ہیں کہ زنا کاری بھی دوسروں کے حقوق کو نقصان پہنچانا ہی ہے یعنی وہ عورت جس کے ساتھ زنا کیا جاتا ہے وہ کسی کی بیٹی، بہن، بیوی یا بہو ہوتی ہے، زنا کاری سے ان تمام کے حقوق کو نقصان پہنچتا ہے

میں تمام جرائم کی تفصیلات میں نہیں جا سکتا کیونکہ اس طرح میں اپنے مقصد کو کھو دوں گا اور میرا قاری بھی الجھن میں پڑ جائے گا

اختلافات کی وجوہات

جیسا کہ میں پہلے ہی زور دے کر تاکیداً عرض کر چکا ہوں کہ مذہبی اجارہ دار ہی مذاہب کے درمیان اختلافات پیدا کرنے کی اصل وجہ ہیں، اگر ہم ان اختلافات کا اصل تناسب معلوم کرنے کی کوشش کریں تو مندرجہ ذیل تجربہ اس کا جواب فراہم کرے گا، اخلاقیات اپنی ماہیت واصلیت میں مندرجہ ذیل تین سوالات اوران کے جوابات پرمبنی ہے

(1)انسان اخلاقی طور پر کیا ہے؟

جواب...... برا یا بد

(2)انسان کو کیا ہونا چاہیے؟

جواب......اچھا یا نیک

(3)وہ کیا اعمال ہیں جن پر اچھائی یا پارسائی مشتمل ہے

جہاں تک پہلے دو سوالوں کا تعلق ہے ان کے جوابات میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہوسکتا اور ساری نسل انسانی اس نکتے پر متفق الرائے ہے کہ انسان شر ہے اور یہ کہ اسے اچھا ہونا چاہیے، جہاں تک تیسرے سوال کا تعلق ہے اختلافات وہاں پیدا ہوتے ہیں، لیکن وہ بھی مندرجہ ذیل تجزیے یا نتیجے سے حل ہو جاتے ہیں

انسان برا ہے، اسے اچھا ہونا چاہیے، اور وہ صرف اچھے اعمال کے ساتھ ہی اچھا بن سکتا ہے، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ پارسائی، نیکوکاری یا تقویٰ کا کیا فائدہ

ہے؟ جس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ اگر ہر انسان ان اوصاف کو اپنا لے تو ایک پاکیزہ (باحیا) اور پر امن معاشرہ وجود میں آئے گا اور آقا و مالک (خدا) کی خوشنودی بھی حاصل ہوگی، یہ نتیجہ کسی اختلاف کی گنجائش بھی نہیں رہنے دیتا

اخلاقیات کا صرف پچیس فیصد حصہ ہے جو مختلف اختلافات کی آماجگاہ ہے ایک عمیق مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا بھی اسی فیصد حصہ غیر اختلافی ہے، پس سارے اخلاقیات کا صرف پانچ فیصد حصہ ہی عدم مطابقت اور تخالف رکھتا ہے اور پچانوے فیصد حصہ یکساں اور ایک جیسا ہے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب پچانوے فیصد حصہ یکساں ہے تو کیا ہم وہ پانچ فیصد حصہ جو اختلافی ہے اسے چھوڑ نہیں سکتے؟ کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ پچانوے فیصد حصہ یکساں اور ایک جیسا ہونے کے باوجود صرف پانچ فیصد اختلافی حصے کی وجہ سے قتل و غارت اور تباہی و بربادی ہوتی رہے

اگر ہم اس پانچ فیصد مواد کو نظر انداز کر دیں تو ساری دنیا کے مذاہب کو ایک ہی قطار یا صف میں لایا جا سکتا ہے

ایک انسان کی انسانیت اور اخلاق کا معیار جو خدائی احکامات (وحی) نے مقرر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے معاشرے کیلئے کس حد تک بے ضرر ہے اور کس حد تک فائدہ مند ہے؟ ایک انسان جو اپنے معاشرے کیلئے سب سے کم نقصان دہ ہے اور سب سے زیادہ فائدہ مند ہے وہی مثالی انسان ہے، اگر وہ مذکورہ معیار سے مطابقت نہیں رکھتا تو پھر وہ معیارِ اعلیٰ سے بہت ہی نیچے ہے، خدا ایک انسان سے کم از کم جو مطالبہ کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے ساتھی انسانوں کیلئے فائدہ

مند نہیں بن سکتا تو پھر اسے ان کیلیئے نقصان دہ بھی نہیں ہونا چاہیے
تہذیب و اخلاق کی پہلی منزل یہ ہے کہ ایک انسان کو دیگر انسانوں کی جان و مال اور عزت کیلیئے نقصان دہ نہیں ہونا چاہیے، اگر وہ ایسا نہیں ہے تو پھر وہ ایک موذی اور تکلیف دہ حیوان ہے، انسان نہیں ہے
انسانیت کی بدبختی کی حد تک نئے نظریات و تصورات ایجاد ہو رہے ہیں، ایک یہودی سمجھتا ہے کہ صرف یہودی نجات پائیں گے چاہے اپنی شہوت کو اپنی ماؤں اور بہنوں کے ساتھ ہی کیوں نہ پورا کرتے ہوں، ایک عیسائی اعلانیہ کہتا ہے کہ نجات صرف عیسائیوں کے حصے میں آئی ہے اگرچہ وہ سرعام ننگے کلبوں میں شمولیت اختیار کرتے رہیں، ایک مسلمان سمجھتا ہے کہ نجات صرف مسلمانوں کا حق ہے چاہے وہ اپنی بیویوں اور بیٹیوں میں تمیز نہ کر پائیں
ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سارے مذاہب میں بہت سے شریف النفس، پرہیزگار و متقی لوگ بھی موجود ہوتے ہیں، اگر بروز قیامت انہی لیبلوں (یہودی، عیسائی، مسلمان) میں سے ہی کسی ایک کو خدا کی طرف سے عزت ملنا ہے تو کیا دوسرے مذاہب کے سارے نیک اور پارسا لوگوں کا جہنم میں ڈال دیا جانا عدلِ اِلٰہی کے تقاضوں کو پورا کر پائے گا؟ اگر نجات صرف یہودیوں کیلیئے ہی ہے، قطع نظر ان کے چال چلن اور کردار کے، تو پھر ایک انتہائی متقی اور شریف النفس مسلمان یا عیسائی کا انجام کیا ہوگا؟ اگر مسلمان ہی صرف نجات کے حق دار ہیں تو پھر ان پارسا اور شریف النفس یہودیوں اور عیسائیوں کا مقدر کیا ہوگا جو کہ انسانیت کیلیئے فائدہ مند بھی ہیں اور اخلاقی کمزوریوں و برائیوں سے بھی پاک ہیں، اگر انہیں

جہنم ہی میں پھینکا جانا ہےتو کیا یہ خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے عدل ہوگا اللہ تعالیٰ کسی سیاسی پارٹی کے سربراہ کی طرح صرف اپنی پارٹی کے ممبران پر ہی نوازشات کی بوچھاڑ نہیں کرے گا، وہ تو ہرانسان کے اعمال کے مطابق اسے سزا یا جزا دے گا، وہ خود قرآن میں فرماتا ہے کہ وہ کسی کے اچھے اعمال کو ضائع نہیں ہونے دے گا، ہر مذہب کی اِلہامی کتاب نے برے کاموں کے انجام کے متعلق پیشین گوئی کی ہے،قرآن پاک نے صاف طور پر گناہگاروں کو خوفناک انجام کی دھمکی دی ہے، یہی معاملہ یہودیوں کی زبور (عہد نامہ قدیم) عیسائیوں کی انجیل اور ہندوؤں کی گیتا میں ہے، یہ ساری کتابیں صاف طور پر بیان کرتی ہیں کہ ایک صالح بندہ اچھا ہے بغیر اس کے مذہب کے حوالہ کے، اور ایک برا شخص برا ہے بغیر اس کے مذہب کے حوالہ کے، اس نقطۂ نگاہ سے کسی مذہب کا صاف لیبل رکھنا کوئی وزن نہیں رکھتا

اسلامی کتب میں بہت سی احادیث ہیں جنہوں نے غیر مسلموں کی نجات کی پیشین گوئی کی ہے، مثال کے طور پر نجاشی شاہِ حبشہ ایک عیسائی تھا، حاتم طائی عرب کا ایک لامذہب مگر انتہائی سخی شخص تھا، اور نوشیرواں عادل فارس (ایران) کا ایک آتش پرست (پارسی) تھا، چونکہ ان تمام آدمیوں کا انسانی کردار بہترین تھا لہٰذا پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صاف طور پر ان کی نجات کے بارے میں آگاہ فرمایا تھا

قرآن سے یہ بات بھی ثابت کی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو بھی جہنم میں پھینکا جائے گا

گذشتہ بحث کا ماحصل یہ ہے کہ ایک انسان کو اخلاقی طور پر پارسا اور معاشرے کیلئے سود مند ہونا چاہیے

اسلامی علم فقہ وقانون میں جہاں کہیں لفظ حرام (ممنوع) آیا ہے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ کچھ چیزوں کی عزت وحرمت کی جائے، اگر ہم کسی شئے کے ممنوع قرار دیئے جانے کے فلسفے کو دیکھیں تو ہم یہ پائیں گے کہ عزت واحترام کا ایک تصور وہاں پر ضرور موجود ہے

انسان چار قسم کے اثاثہ جات کا مالک ہے

(1) مال...... (2) جان...... (3) عزت وناموس...... (4) دین وایمان

ایک مثالی انسان وہ ہے جس کے دل میں ان چاروں اموال کی عزت، ادب اوراحترام موجود ہے، اسلام میں دوسروں کی جان، مال، عزت اور دین کو مکمل یا جزوی نقصان پہنچانا سختی سے ممنوع ہے، اخلاقی قوانین میں سے کسی ایک کی بھی خلاف ورزی سے مذکورہ چاروں اثاثہ جات میں سے کسی نہ کسی کو ضرور نقصان پہنچتا ہے، لہٰذا یہ اخلاقی قوانین نہ صرف ایک فرد بلکہ پوری قوم کیلئے بھلائی رکھتے ہیں، تمام مذاہب میں عموماً اوراسلام میں خصوصاً ہراس چیز کو جو پیار ومحبت کو پیدا کرتی ہے واجب (فرض) یا مستحب (پسندیدہ) قرار دیا گیا

اور ہراس شئے کو جونفرت وعداوت کو جنم دیتی ہے حرام (ممنوع) یا مکروہ (قابل نفرت وکراہت) قرار دیا گیا ہے

یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ مذہبی تحقیقات کا رجحان زیادہ تر تخریبی ہی رہا ہے، مثال کے طور پر بہت سے عیسائی دانشور ایسے ہیں جنہوں نے انجیل پر تنقید کی

انہوں نے یہ ثابت کرنے کیلئے انجیل اور سائنس کا تقابلی جائزہ لیا کہ یہ ایک جعلی اور جھوٹی ایجاد شدہ کتاب تھی اور اس کے مندرجات بھی تحقیق شدہ نہیں تھے

انہوں نے انجیل میں مذکور نسب ناموں (نسلی نقشہ جات یا شجرۂ نسب) سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت آدم 3800 قبل مسیح اس زمین پر آئے جبکہ یہ بات سائنسی طور پر غلط ہے، انہوں نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ عظیم طوفان نوح میں ساری دنیا کی نسل انسانی کا صفایا ہو گیا تھا

ان کی تمام کوششیں اس نکتہ کی طرف تھیں کہ انجیل ایک اِلہامی کتاب نہیں ہے

ان دانشوروں میں سے نمایاں ڈاکٹر روگی (Dr Rogey) اور موریس جوکیٹا (Morias Jokita) ہیں، اسی طرح سے متعدد یہودی اور مسلم علماء کی کتابیں ایسی ہیں جو انجیل کو بے وقعت ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہیں، جبکہ میں نہیں سمجھتا کہ انجیل یا عہد نامہ قدیم (زبور) کو غیر اِلہامی یا غیر متحقق کتب ثابت کر کے ان علماء نے انسانیت کی کوئی قابل فخر خدمت سرانجام دی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم احتیاط سے بغور پرانے اور نئے عہد نامہ کو دیکھیں تو ہم وعظ ونصیحت کا ایک بڑا ذخیرہ یا خزانہ پاتے ہیں، ان میں متعدد ایسی باتیں موجود ہیں جو ایک انسان کو انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچنے کی دعوت دیتی ہیں، ہم ان میں سے ایسے بہت سے قاعدوں اور ضابطوں کو اکٹھا کر سکتے ہیں جو ہمیں بہ آسانی حقیقت مطلقہ تک لے جا سکتے ہیں، مجھے حیرت ہے کہ ہم کتنی بے پرواہی سے ان سنہرے اصولوں کو ایک طرف پھینک دیتے ہیں اور نہایت ادنیٰ سی دیگر باتوں پر تحقیق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کتاب کو لکھنے سے پہلے جب میں اس سلسلہ میں

مواد اکٹھا کر رہا تھا تو مجھے بہت سے نقادوں کی کتب کی ایک بڑی تعداد کے مطالعہ کا موقع ملا، جن میں سے اکثر کتابیں گمراہ کن اور غلط مقالہ جات سے بھری پڑی تھیں، ان میں سے بہت سے نسخے گیتا، پران رامائن، مہابھارت، ویدوں اور مقدس اِلہامی شخصیات سے منسوب دیگر کتب پر اعتراضات رکھتے ہیں، ذاتی طور پر میں نے ان کتب میں سے بہت سے علمی جواہر پارے اکٹھے کئے ہیں، میں نے ایک کتاب المیہءِ قرآن پڑھی اور ساتھ ہی دیگر بہت سے مسلم علماء وزعماء کی لکھی ہوئی کتب پڑھیں تاکہ میں ان کے تسلیم کردہ عقائد ونظریات کی صداقت پرکھوں ایسی کتابیں بھی ہیں جو احادیث کی کتب پر نہایت بے رحمانہ تنقید کرتی ہیں

میرے خیال میں ہمیں صرف اسی مواد کو چھان بین کر کے اکٹھا کرنا چاہیے جو ہمارے کردار وشخصیت کی ترقی میں ہماری مدد کرتا ہے یا جو اس سوال کا جواب فراہم کرتا ہے کہ ’’میں کیسے ایک اچھا انسان بن سکتا ہوں؟‘‘

ایک مشہور کہانی ہے جس کا عنوان ہے ’’لالچی کتا‘‘ کوئی شک نہیں کہ یہ کہانی من گھڑت اور فرضی ہے لیکن یہ لالچ کو موردِ الزام ٹھہراتی ہے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم صرف اسی اخلاقی سبق سے واسطہ رکھیں جو یہ کہانی بیان کرتی ہے، کتے، اس کے مالک، پل یا ندی وغیرہ کے بارے میں تحقیق کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے یہ کہانی اپنے اندر موجود اخلاقی سبق تو ہماری کسی تحقیق کے بغیر بھی ہمیں دیتی ہے اسی طرح تمام مذاہب کی مقدس کتب میں کافی مواد موجود ہے جو اعلیٰ انسانی اقدار تک ہماری رہنمائی کرتا ہے، ہر کسی کو اپنے آپ کو صرف اسی مواد اور ذخیرے تک محدود رکھنا چاہیے، اگر کوئی متنازعہ مسائل میں الجھتا ہے تو وہ اپنے

آپ کو ہی اخلاقی ترقی سے محروم رکھے گا جو کہ میرے خیال میں ایک فرد کا سب سے بڑا نقصان ہے، ہمیں اپنے وقت کو حقیقت مطلقہ کے ساتھ اپنے رابطے پر مرکوز کر دینا چاہیے، ایک انسان جب تک دوسروں کی غلطیاں اور کوتاہیاں تلاش کرنے میں مصروف رہتا ہے وہ اپنی ذات کے تزکیہ نفس سے محروم رہتا ہے، ہمیں اصلاحِ ذات کیلئے اپنے وقت کے بڑے حصے کو مخصوص کرنا چاہیے، گمراہ کن اور مہلک مواد کو اکٹھا کرنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے جس کا نتیجہ روئے زمین میں فساد اور تشدد پیدا کرنے سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے

کیونکہ انسانوں کے درمیان نفرت پیدا کر دینا تو انسانیت کی کوئی خدمت نہیں تزکیہ نفس اور ریاضت نفس سے متعلقہ اصول تمام اِلہامی کتب میں بالکل ایک جیسے ہیں، چند کم ظرف لوگوں نے تخریبی گوشوں کا سراغ لگانے کی کوشش کی ہے حتیٰ کہ ان اچھے نکات میں بھی جہاں قرآن، انجیل، عہد نامہ قدیم (زبور) اور ہندوؤں کی مذہبی کتب متفق ہیں، چند یہودیوں نے عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کے درمیان اس نقطہ نظر سے مماثلت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ ثابت کر سکیں کہ حضرت عیسیٰ کے حوارین یا نائبین نے عہد نامہ قدیم اور پانچ کتابوں سے مواد چرا کر خود انجیل لکھی تھی اور یہ کہ جناب مارک میتھیو لیوک اور جان ادبی مضامین چرانے والے اشخاص تھے

اسی طرح چند عیسائی مصنفین نے قرآن مجید اور نیا عہد نامہ کے درمیان موجود مماثلت کو بنیاد بنا کر ایک داستان ایجاد کرنے کی کوشش کی ہے کہ دراصل ایک عیسائی راہب تھا جس نے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے قرآن پاک لکھ کر

دیا یا یہ کہ اس نے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو انجیل سکھائی اور یوں قرآن مجید لکھنے میں امداد کی

تمام آسمانی صحائف کے درمیان موجود یہ متاثر کن مماثلت تو اس حقیقت کے باعث ہے کہ تمام اِلہامی کتب ایک ہی واحد خدا کی طرف سے بھیجی گئی ہیں اسی لئے تمام اِلہامی صحائف میں تمام اخلاقی قوانین اور اصول غیر مبدل اور یکساں ہیں، تمام ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے یہ بتایا کہ شر برائی ہے پس انہوں نے یہ بات ایک دوسرے سے چرائی نہیں تھی لیکن چونکہ پیغام تھا ہی ایک جیسا لہٰذا وہ سب اسے دہرانے کے پابند تھے، ایک معمولی سا تغیر جو پہلے اور آخری اِلہامی پیغام میں ہمیں نظر آتا ہے وہ بھی درحقیقت اس وجہ سے کہ (آخری اِلہامی پیغام تک) انسان شعوری طور پر کافی ترقی کر چکا تھا

اگر کسی نصاب کی کوئی کتاب مرتب کی جائے تو اس کے اسباق تو ہمیشہ ایک سے ہی رہیں گے چاہے ہزار ہا اساتذہ اس کی تعلیم دیں اور ہم انہیں ایک دوسرے سے مضامین چرانے کا الزام دینے کے قابل نہیں ہوں گے

اس لئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ تمام اِلہامی کتب ایک ہی عقل کل نے بھیجی ہیں لہٰذا ہمیں ایک دوسرے سے متحد رہنے کی کوشش کرنا چاہیے ورنہ تمام ادیان کی قدر و قیمت گھٹ کر صرف نقل درنقل جیسی رہ جائے گی

کچھ نقادوں کا خیال ہے کہ صحائف آسمانی تو ازمنہ قدیم کی اقوام کے دیوی دیوتاؤں کے قصوں کی ایک تبدیل شدہ شکل ہیں، اس نظریہ کو قبول کرنا مذاہب کو

مزید حقیر بنا دے گا، اگر اسلام عیسائیت کا چربہ ہے اور عیسائیت یہودیت کی نقل ہے اور یہودیت قدیم رومن مائی تھالوجی (Mythology) کی ایک تبدیل شدہ شکل ہے تو پھر حضرت ابراہیم اور ان کا دین کہاں جائے گا؟ یہ رجحان تو سارے فلسفہ ادیان کو ہی تباہ کردے گا، دراصل ہمیں قدیم مائی تھالوجی کو چند انبیائے کرام کی تعلیمات کی ایک بگڑی ہوئی شکل کے طور پر لینا چاہیے جو کہیں کہیں تمام اِلہامی کتب سے مطابقت رکھتی ہے، پس صرف یہی مشترکہ مماثلت والے ان کے حصہ جات ہی مسخ ہونے سے محفوظ رہے ہیں

روحانی پہلو

دین کے عملی اور آئینی رُخ کا دوسرا پہلو تزکیانی اور روحانی ہوتا ہے، یہ حصہ بہت ہی اہم ہوتا ہے کیونکہ کوئی بھی دین روحانیت کے بغیر دین ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا، روحانیت کے بغیر دین قوانین کا ایک لکھا ہوا مجموعہ تو ہوسکتا ہے لیکن دین نہیں ہوسکتا، دین صرف اخلاقیات اور تعزیری قوانین کا نام نہیں ہے

روحانیت کیا ہے؟ اور اس کی افادیت کیا ہے؟

اس سوال کے جواب کو ہی دین کہتے ہیں، روحانیت کی افادیت کا تعلق مابعد الطبیعات سے ہے، روحانیت وہاں تک رسائی حاصل کرسکتی ہے جہاں پر مادی ذرائع اور وسائل ناکام ہوجاتے ہیں، مافوق الفطرت اعمال (کرامات) صرف روحانیت سے ہی ممکن ہیں، انسان روحانی قوت حاصل کرنے کے بعد نہ صرف یہ کہ غیر مادی دنیا میں اس کا عملی مظاہرہ کرسکتا ہے بلکہ اس روحانی دنیا کو

محسوس کر کے دیکھ بھی سکتا ہے، روحانیت کا فائدہ مقابلتاً اس جہان سے اگلے جہان میں زیادہ ہے، جب تک ایک انسان اس کو خود نہیں حاصل کرتا وہ کبھی بھی روحانی سکون اور فوائد کو لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ یہ ایک آفاقی حقیقت ہے کہ انسان جب تک کسی کیفیت سے خود نہیں گزرتا وہ اُس کیفیت کو کماحقہٗ نہ تو سمجھ سکتا ہے، نہ محسوس کر سکتا ہے اور نہ ہی بیان کر سکتا ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روحانیت کیا ہے؟ ایک نو آموز کیلئے اس کا ایک آسان اور سادہ سا جواب اس طرح سے ہے

اس جہان میں یا دوسرے جہاں میں نور اولین کا براہِ راست مشاہدہ (دیکھنا) بالکل ہی ناممکن ہے، سائنس یہ اعلان کر چکی ہے کہ اس کائنات کو کہیں سے بھی مکمل طور پر دیکھ پانا ممکن نہیں ہے، لہٰذا کائنات کے خالق کا مشاہدہ کرنا تو بہت زیادہ ہی ناممکن ہوا، حقیقت مطلقہ نے یہ فرمایا ہے کہ ایک خصوصی نور اس کی نمائندگی کرتا ہے (یعنی اس کا مظہر ہے) میں اصطلاحاً اسے ہی نور اول کہوں گا

ہمارے پاس اس حقیقت کے متعلق بہت تھوڑا یا قلیل علم ہے کہ یہ نور اول کیسے وجود میں آیا ہے، نور اول کی تخلیق اس لئے ہوئی کہ یہ حقیقت مطلقہ کے نائب کے طور پر عمل کرے یعنی جہاں بھی اور جب بھی ضرورت پڑے تو یہ ہی ظاہر ہو جائے اور یہ سب اسی انسان کیلئے ایک ٹھوس ثبوت تشکیل دینے کیلئے ہوا جو کہ صرف ایسی شئے پر ایمان لا سکتا ہے جو دیکھنے یا چھونے کے قابل ہو

تمام انبیاء نے انسان کی اللہ سے ملاقات کا جو وعدہ فرمایا تھا درحقیقت اس سے ان کی مراد ''نور اول سے ملاقات'' تھی کیونکہ اسی نور اول کو دیکھنا ہی اللہ کو اس

کے ''عرش'' (تخت) پر دیکھنے کے مترادف ہے، انتہائی بلند مرتبہ شخصیات جن کا نور اول سے براہ راست تعلق یا رابطہ ہوتا ہے وہ دو قسم کی ہوتی ہیں

(1) نبی یا رسول .... (2) ولی

اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ہر رسول ایک ولی ہوتا ہے لیکن ہر ولی رسول نہیں ہوتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ولی مستقل طور پر نور اول سے وابستہ ہوتا ہے لیکن ایک رسول کو اپنے پیروکاروں (امت) سے بھی تعلق رکھنا ہوتا ہے

اس بات کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک کمرے کے ایک ستون کی دو اطراف ہوتی ہیں، ایک جانب زمین سے جڑی ہوتی ہے اور دوسری طرف چھت کے ساتھ، نیچے والا رخ پستی کو چھو رہا ہوتا ہے اور اوپر والا رخ بلندی کو، بالکل یہی حالت ایک رسول کی ہوتی ہے، ایک طرف تو وہ اپنی امت کے ساتھ جڑا ہوتا ہے اور دوسری طرف نور اول کے ساتھ، یہی وجہ ہے کہ رسولوں کی ''ولایت'' ولیوں کی ولایت سے اعلیٰ اور بلند ہوتی ہے، ایک حدیث قدسی میں بیان فرمایا گیا ہے کہ ''ولایت'' رسالت سے بہتر ہے، یہ اس لئے فرمایا گیا ہے کیونکہ ایک رسول کا ولایت والا رخ ایک طرف تو نور اول کی بلندیوں میں اس کے ساتھ متصل ہوتا ہے (یعنی ایک قابل قدر و شرف حالت میں ہوتا ہے) جہاں سے وہ بطور رسول اپنے فرائض کے متعلق احکامات حاصل کرتا ہے اور یوں ان آسمانی و بہشتی فوائد کو لوگوں تک پہنچاتا ہے یا منتقل کرتا ہے، ایک ولی بھی مستقلاً نور اول کے ساتھ متصل ہوتا ہے لیکن وہ سماوی (الٰہی) احکامات کو لوگوں تک پہنچانے کا پابند نہیں ہوتا

نوراول کے ساتھ اتصال دوقسم کا ہوتا ہے

() وصل مستقل () وصل غیر مستقل

وصل مستقل تو عطائے اِلٰہی ہے جوسوائے ایک ولی یا رسول کے کسی کو عطا نہیں ہوتا لیکن وصل غیر مستقل وہ حاصل کرسکتا ہے جواپنی روح کو پاک کرلے، وصل کی مؤخر الذکر قسم اگر کوئی حاصل کرلیتا ہے تو یہ کسی بھی انسان کیلئے سب سے اعلیٰ ترین انعام ہے کیونکہ چاہے صرف ایک لمحے کیلئے بھی ہو اس انسان نے اس مخفی اور مقدس خزانے کی ایک جھلک تو دیکھی ہے جوصرف اولیاءاور انبیاء کیلئے مخصوص رکھا گیا ہے

تمام صحائف سماوی میں جہاں بھی حق تعالیٰ سے ملاقات کو بیان کیا گیا ہے وہ درحقیقت نورِاوّل سے ملاقات ہے، پرانے اور نئے عہد نامہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوہِ سینا پر''یاھوا'' کی ایک جھلک یا عارضی تجلّی دکھائی دی، اسی طرح بنی اسرائیل نے اپنے سفر کے دوران بادل کے اندر ایک روشی یا نور دیکھا تھا

یہ نور''عبادت خانے کے شامیانے'' کے اوپر اور''تابوت سکینہ'' کے اوپر مسلسل نظر آتا رہا تھا اوراس نے بنی اسرائیل سے بات بھی کی تھی، یہ نور پیغمبر ابراہیم اور ان کی متقی اولادوں کو بھی دکھائی دیا تھا ان تمام مواقع پر وہی''نورِاول'' تھا جو اس سے پیشتر حضرت آدم وحوا اور حضرت ہابیل اور قابیل کو بھی دکھائی دیا تھا

لفظ''یاھوا'' دراصل ایک بڑے جملے کی مختصر شکل ہے جو یہ ہے

''اے وہ ایک جو دکھائی دیا''

وہ''ایک'' جو دکھائی دیا تھا وہ نور خداوندی نہیں تھا کیونکہ وہ تو کبھی بھی نظر نہیں

آ سکتا لیکن وہاں یہ نور اس کے نمائندے، مظہر یا نائب کا تھا جسے ہم اپنے سمجھنے کیلئے یا اپنے سمجھنے میں آسانی پیدا کرنے کیلئے ''نور اول'' کہتے ہیں

ایک انسانی روح کی اعلیٰ ترین کامیابی کی منزل یہ ہے کہ اسے اس نورِ اول کو دیکھنے کے قابل ہونا چاہیے اور یہی ہے روحانیت کی بنیاد یا اصل

ایک ولی کا مرتبہ یا کیفیت حاصل کر لینا کوئی آسان بات نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، یہ مرتبہ حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ عطا کیا جاتا ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سخت محنت (یا ریاضت) کے ذریعے ''نور اول'' کے ساتھ عارضی یا غیر مستقل وصل حاصل کرنا ممکن ہے؟

اس کا جواب بالکل سادہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق ضروری ہے لیکن پھر بھی ایک انسان اپنی انتھک جدوجہد اور محنت و ریاضت کے بل پر ایک عارضی وصل کو حاصل کرسکتا ہے، اس کیلئے کس قسم کی محنت یا ریاضت کی ضرورت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ''ایمان اور دین ایک قابل جزا راستہ ہے اور اس میں کسی کی بھی محنت اور کوشش ضائع نہیں جاتی ہے

روحانیت کا راستہ

تمام مذاہب نے روحانیت حاصل کرنے کے جو طریقے اور ذریعے بتائے ہیں وہ متاثر کن حد تک مشابہہ ہیں، یہ دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سارے کے سارے یکساں ہیں لیکن یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ بنیادی طور پر یہ ایک جیسے ہیں

(1)...... اِرتکاز

اس میں زبان، ہاتھوں، آنکھوں اور دل و دماغ کی توجہ شامل ہے جیسے جدید اصطلاحات میں دھیان (meditation)، تصور (contemplation)، جذب ومحویت (absorption) وغیرہ کہا جاتا ہے، اسلام میں اسے ''مراقبہ'' کہتے ہیں اس کی افادیت علم کی کچھ سائنسی اور روحانی شاخوں میں تسلیم کی جا چکی ہے مثلاً ٹیلی پیتھی، پیرا سائیکالوجی، ہپناٹزم اور یوگا وغیرہ کی استغراق اور تصور کی مشقیں کھیلوں میں بہت مفید پائی گئی ہیں اور انہیں کھیلوں میں بطور ورزشیں تسلیم اور شامل کیا گیا ہے

(2)...... ترکِ لذات

اس میں لذت وراحت کی تمام اقسام کو ترک کرنا ہے چاہے جسمانی و بدنی ہوں یا جنسی ہوں، روح کی پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے ان میں سے اکثر چیزوں کو چھوڑنا پڑتا ہے جن کی مذہب ایک عام آدمی کو اجازت دیتا ہے، یہ مقصد کو حاصل

کرنے کا ایک بہت زبردست اور طاقتور ذریعہ ہے اور یہ بھی تمام مذاہب میں ایک مشترکہ مشق یا ریاضت ہے

(3)......خواہشات کی نفی

یعنی نفس کے تمام مطالبات اور خواہشات کی مخالفت کرنا، نفس کے لامتناہی مطالبات ہوتے ہیں لیکن ''سالک'' یا ''زاہد'' کو ان سے سختی سے پرہیز کرنا چاہیے، نفس کے آگے جھکنا اور اس کے مطالبات پورے کرنا روحانیت کیلئے تباہ کن یا مہلک ہوتا ہے، تمام مذاہب میں خواہشات کی قربانی کو روحانی ترقی کیلئے ایک سیڑھی سمجھا گیا ہے

(4)...... بھوک اور پیاس

زاہد سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ محض زندگی برقرار رکھنے کیلئے کھائے اور پیئے کم کھانا اور کم پینا روحانیت کے سفر میں ضروری ہے، آج کے جدید دور میں ڈاکٹروں نے اعلانیہ کہا ہے کہ روزہ صحت کیلئے اچھا ہے، روزے کا تصور تمام مذاہب میں مختلف ناموں سے موجود ہے جیسے روزہ، صوم، fast برت وغیرہ روح کی پاکیزگی (تزکیہ) کیلئے ممکنہ کم سے کم حد تک کھانا اہم ہے

اسلام میں یہ نصیحت یا مشورہ دیا گیا ہے کہ اتنا کھاؤ جو تمہیں مرنے سے بچا سکے حضرت عیسیٰ نے تو بہت سخت معیار پیش کیا تھا، انہوں نے فرمایا کہ کھاؤ مگر ایسے جیسے کہ تم ہمارا گوشت کھا رہے ہو اور پیو مگر ایسے جیسے کہ تم ہمارا خون پی رہے ہو مطلب اس سے یہ تھا کہ لذت حاصل کرنے کیلئے مت کھاؤ بلکہ جب زندگی بچانے

کیلئے ناگزیر ہو جائے تب کھاؤ

حکیم بلوہر اور یوزاسف (مہاتما بدھ) کی مشہور حکایت میں حکیم کے غذا سے متعلق نظریے کو ایک کہانی کی صورت میں پیش کر کے بتایا گیا ہے کہ ایک بادشاہ مع اہل وعیال جلا وطنی کی حالت میں ایک جنگل میں رہنے پر مجبور ہوا، ان کے پاس خوراک ختم ہوگئی اور وہ بھوک کی وجہ سے اپنی موت کا انتظار کرنے لگے، بھوک کے باعث اچانک ایک بچہ مرگیا تو بادشاہ نے تجویز دی کہ باقی بچوں کو بھوک سے مرنے سے بچانے کیلئے ہمیں مردہ بچے کو کھانا چاہیے، پس انہوں نے کھالیا (خلاصہ) یہ تو صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے وہ گوشت جی بھر کر نہ کھایا ہوگا بلکہ صرف اتنی مقدار کھائی ہوگی جوان کی زندگی بچانے کیلئے انتہائی ضروری تھی

لہٰذا سالکین یا زاہدین اسی طریقے سے کھاتے ہیں

(5)......کم سونا

روحانی ترقی کیلئے ایک انسان کو کم سونا چاہیے شب بیداری کا تصور تو سارے مذاہب میں ہے، اسلام بھی ساری رات عبادت کرنے والوں کی تعریف کرتا ہے

(6)......قلتِ کلام

روح کی پاکیزگی کیلئے خاموشی یا سکوت بھی ایک قدم ہے، سارے مذاہب خاموشی کی اہمیت پر زور دیتے ہیں، اسلام میں ایک حدیث ہے کہ دین کے دس حصے ہیں اور ان دس میں سے نو حصے خاموشی میں پوشیدہ ہیں

(7)......جنسی پرہیز

جنس مخالف کے ساتھ ہر قسمی میل ملاپ کا چھوڑ نا بھی روحانیت کیلئے ضروری ہے یہ ضروری ہے کہ جب تک ایک زاہد روح کی بلندی (کے اعمال) میں لگا ہوا ہے اسے تجرد کی زندگی بسر کرنا چاہیے، اگر وہ شادی شدہ ہے تو اسے اپنی بیوی سے پرہیز کرنا چاہیے، سارے مذاہب میں اس نکتہ پر مطابقت موجود ہے کچھ مسلم علماء اورعرفاء تو اس حد تک گئے ہیں کہ تجرد، ازدواجی زندگی سے بہت زیادہ بہتر ہے کچھ اس کے برعکس بھی کہتے ہیں لیکن یہ کہنے میں سارے ہی متفق ہیں کہ روحانی ریاضت وعبادات کے دوران جنس مخالف سے پرہیز کرنا بہت اعلیٰ معیار ہے جیسا کہ روزہ وحج وغیرہ کے دوران اس کی سختی سے ممانعت ہے

(8)...... بے ضرر ہونا یا عدم تشدد

یہ بہت ضروری ہے کہ کسی بھی جاندار کو تکلیف نہ پہنچائی جائے، تمام جانورں کا شکار کرنا یا ذبح کرنا ممنوع ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی زاہد پر تشدد کرتا ہے یا مارتا ہے تو جواب میں اسے صرف اس کیلئے دعا کرنا چاہیے، اسلام نے دورانِ حج ایک مچھر تک کو مارنا ممنوع قرار دیا ہے اور گالی دینے والے کو جواب دینا گناہ ہے، کچھ مسلم علماء تو اس حد تک گئے ہیں کہ احرام حج پہننے کے بعد اگر کوئی حاجی کے گال پر تھپڑ رسید کرتا ہے تو حاجی کو اپنا دوسرا گال بھی پیش کر دینا چاہیے اور تھپڑ مارنے والے کو ایک لفظ بھی نہیں کہنا چاہیے سوائے دعا کے، گھاس کا ایک تنکا تک توڑنا بھی ناجائز یا خلاف قانون ہوتا ہے، یہودیت میں ایام عبادت کے دوران ہر قسم

کے (ہونے والے) ظلم کو برداشت کرنا مذہبی فریضہ ہے، مذہبی یہودیوں کے بارے میں کچھ حکایات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ ایام عبادت کے دوران اگر کسی نے ان پر حملہ کیا تو انہوں نے اپنا دفاع یا بچاؤ بھی نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے دفاع پر قتل ہونے کو ترجیح دی، اسی طرح سے عیسائیت نے بھی عدم تشدد پر زور دیا ہے ہندو جین اور بدھ مذاہب میں تو عدم تشدد پر ضرورت سے زیادہ ہی زور دیا گیا ہے ان کے مذہبی خیالات والے لوگ جانورں کو مارنا یا ذبح کرنا، ان کا گوشت کھانا، حتیٰ کہ درختوں کو کاٹنا اچھا نہیں سمجھتے، ان کا خیال ہے کہ اگر درختوں کی شاخوں کو کاٹا جائے تو درخت درد و اذیت محسوس کرتے ہیں، چینی مذہبی لوگ تو اپنے منہ پر ایک رومال لپیٹا کرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اڑنے والا پتنگا یا کیڑا ان کے منہ کے اندر چلا جائے اور مر جائے

صوفیائے کرام جن کا اسلام پھیلانے میں مرکزی کردار رتھا وہ اپنی روحانی ریاضتوں کے دوران مکمل ترک جلالی و جمالی کیا کرتے تھے، ترک جلالی و جمالی کا مطلب ہے ان اشیاء کو استعمال کرنے سے پرہیز کرنا جو کہ جانوروں کے گوشت کھال بال یا دودھ سے بنی ہوں، جیسا کہ اونی کپڑا، چمڑے کے جوتے، مکھن اور گھی وغیرہ، وہ کہتے ہیں کہ اصل میں جانوروں کا دودھ ان کے بچوں کیلئے ہوتا ہے اس لئے ان کے حقوق کو نقصان پہنچانا ریاضت روحانی کیلئے نقصان دہ اور گھاٹے کا باعث ہوگا، جو چیز مباح ہوتی ہے عموماً روحانی سفر کے دوران وہ بھی ممنوع یا مکروہ ہو جاتی ہے

(9)......خلوت

تمام مذاہب میں عبادت کی دو اقسام ہیں

()عوامی یا اجتماعی () انفرادی

تمام مذاہب اجتماعی یا عوامی عبادات میں لازمی شمولیت کا مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ یہ نشر و اشاعت یعنی تبلیغ دین کا اور پیرو کاروں کے درمیان ذوق و شوق اور محبت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے

اجتماع کی کمی خبردار کرتی ہے کہ مستقبل میں مذہب کیلئے اور زیادہ تبلیغ سوجھ بوجھ اور سرگرمی و گرمجوشی اختیار کی جائے

جہاں تک نفس کشی کا تعلق ہے اس میں سارے مذاہب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ارتکاز توجہ اور مراقبہ کیلئے ایک مکمل خلوت تنہائی اور خاموشی اولین شرط ہے

زرتشت ''سیالان'' کے پہاڑ پر دس سال تک مکمل تنہائی میں محدود رہے اور نور اول کو دیکھنے میں کامیاب ہوئے ۔مہاتما بدھ جب انتیس 29 سال کے تھے تو اپنا گھر بار چھوڑ کر ''ازویل'' کے جنگلوں میں چلے گئے تھے اور جیسا کہ ''لیلت داستر'' میں بیان کیا گیا ہے کہ چھ سال یا کچھ زیادہ عرصہ عرصے تک اسی تنہائی میں بہت کٹھن ریاضات سے گزرے اور آخر کار انہوں نے ''مقدس نور'' کو دیکھا

مانی جو مانی مذہب کے بانی ہیں تاغون شہر سے باہر نکل گئے اور بارہ برس تک دریائے دجلہ کے کنارے مکمل تنہائی میں رہے، اور جیسا کہ ''شاپورگان'' نے لکھا ہے کہ وہ ''نور اول'' کے مشاہدہ میں کامیاب ہوئے تھے

حضرت عیسیٰ 13 اور 30 برس کے سن کے درمیان تنہائی میں کٹھن ریاضات سے گزرے، آپ کی سوانح حیات لکھنے والوں کو وہ جگہ معلوم نہیں کہ جہاں آپ یہ اعمال بجالایا کرتے تھے

بہت سی کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ اپنے دس سالہ قیام مدین کے دوران حضرت موسیٰ نے اپنے آپ کو عابدانہ اور زاہدانہ زندگی تک محدود رکھا بعد میں انہوں نے ایک غار میں خود کو چالیس روز تک تنہائی میں رکھا

شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام سیرت نگاروں نے بتایا ہے کہ پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر سال چالیس روز کیلئے خود کو غارِ حرا میں الگ تھلگ کر لیتے اور صرف جو کے ستو پر گزر راہ فرماتے .... الختصر تمام اِلہامی ادیان میں ''نور اول'' کے مشاہدہ میں خلوت تنہائی اور گوشہ نشینی اہم کردار ادا کرتی ہے

(10)......خودسپردگی یا تفویض

خودسپردگی بھی روحانی ترقی کیلئے ایک زینہ ہے یہ اپنی ذات کو رب الارب کی مرضی کے تابع یا حوالے کرنا ہوتا ہے، تمام دکھوں تکلیفوں غموں اور مشکلات کو مسکراتے چہرے کے ساتھ برداشت کرنا ہوتا ہے، تمام مصائب کو محبوبِ ازل کی طرف سے عطا کردہ نعمت سمجھ کر فوراً قبول کرنا چاہیے، اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ہمیں اچھے اعمال کرنے چاہیں اور ان کے فوری اچھے نتائج کا مشتاق نہیں ہونا چاہیے۔ تمام مذاہب اس عنصر کو روحانی عروج کیلئے لازمی سمجھتے ہیں

(11)......آہِ سحر گاہی

صبح سویرے اٹھ کر رونے کی اہمیت کو تمام مذاہب نے نمایاں طور پر لکھا ہے یہ سورج نکلنے سے کم از کم دو گھنٹے یا زیادہ پہلے ہونا چاہیے ایک زاہد کو اپنی کوتاہیوں اور گناہوں پر رونا چاہیے ایسی گریہ وزاری روح پر لگے گناہوں کے زنگ کو دھو ڈالتی ہے، صبح سویرے ایک بندہ اپنے محبوب حقیقی کے ساتھ اکیلا راز و نیاز کی محبت و رفاقت میں ہوتا ہے، جب ہم اپنے اوپر ہونے والی رب الارباب کی بے انتہا نوازشات، مہربانیوں اور نعمتوں کو اور اپنی ناشکری سرکش رویے و کردار اور لاتعداد گناہوں کو یاد کرتے ہیں تو آنکھیں برسنا شروع کر دیتی ہیں اور ہماری روح کو پھر سے تازگی محسوس ہونے لگتی ہے۔ دعا کرنے سے پہلے رونا بھی اولین شرط یا ضرورت ہے گریہ کو ''سیدالآداب'' کہا جاتا ہے، اس کی افادیت صبح کے وقت کئی گنا بڑھ جاتی ہے ''رونے'' کی اتنی اہمیت محسوس کرنے کے بعد روحانی لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ زیادہ ہنسنا یا قہقہے لگانا شیطانی کام ہے

اگرچہ آج کا جدید معاشرہ ''ہنسی کے کلبوں'' کی جانب مائل ہو رہا ہے لیکن اِلہامی مذاہب کے تمام پیروکار قہقہے لگانے کو روحانیت کیلئے زہر قاتل سمجھتے ہیں

(12)......صبر کے ساتھ دعا کرنا

روحانی ترقی کے سارے ذرائع میں سے صبر کے ساتھ دعا کرنے کو ارتکاز یا توجہ کے بعد سب سے زیادہ آسان اور سب سے زیادہ فائدہ دینے والا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دعا کرتے رہو اور صبر کے ساتھ اس کے نتیجے

کا انتظار کرو کیونکہ جلد بازی کرنا اچھا نہیں ہے، اگر دعا قبول نہیں ہوتی تو مایوس ہوکر اسے ترک نہیں کر دینا چاہیے، یہ ہے صبر۔ تمام مذاہب نے یہ اعلان کیا ہے کہ دعا تمام عبادات کا مغز یا نچوڑ ہے، ایک آدمی کو اس طرح دعا کرنا چاہیے جیسے اس کے مسائل کا حل کسی کے پاس نہیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے

دعا عیسائیت میں بنیادی عبادت ہے حتیٰ کہ یہودیت، بدھ مت، جین مت، زرتشت ازم اور ہندو ازم بھی دعا کو عبادت یا پوجا کا بنیادی جزو سمجھتے ہیں

اسلام میں رسمی عبادت کیلیئے لفظ ''صلواۃ'' ہے جس کا مطلب ہے ''دعا کرنا''

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا ہے کہ ''اگر تم دعا نہیں کرتے ہو (اپنی ضروریات نہیں مانگتے) تو اللہ تعالیٰ کو تمہاری کوئی ضرورت ہی نہیں ہے''

اس بات کی تفصیل جاننا چاہیں تو میری کتاب ''دعائے تعجیل فرج'' ملاحظہ کریں

دعا کے فضائل یا خصوصیات بہت سی اسلامی کتب میں گنوائے گئے ہیں، تمام مذاہب میں بہت سی کتب ہیں جو مخصوص دعاؤں سے چھلک رہی ہیں

یہ ہیں روح کی بلندی وترقی کے وہ بارہ اصول جو تمام اِلہامی مذاہب میں مشترک ہیں وہ نکتہ جس پر زور دینا مقصود ہے یہ ہے کہ ان تمام ریاضات کو مستقل مزاجی، ثابت قدمی اور باقاعدگی کے ساتھ کرنا ضروری ہے اور ہر ریاضت کو مسلسل عمل میں لانا ہے، کوئی وقفہ یا فاصلہ سب کچھ تباہ کرسکتا ہے، جو کچھ بھی کرنا چاہیں اسے مسلسل اور باقاعدگی سے کرنا چاہیے کیونکہ باقاعدگی (تکرار) لازماً پھل لاتی ہے۔ ایک مثال سے اپنی اس بات کی وضاحت کرنا چاہوں گا کہ پانی کی کتنی ہی بڑی مقدار کے ساتھ ہم پتھر کے ایک سخت ٹکڑے میں سوراخ نہیں کرسکتے لیکن اگر

پانی کے قطرے لگاتار اس کے اوپر ٹپکتے رہیں تو وہ ضرور بالضرور اس پتھر کے ٹکڑے میں سوراخ کر دیں گے، کسی بھی عمل کی باقاعدگی یا تکرار چاہے کتنی ہی کم کیوں نہ ہو اپنے اندر ایک بڑی طاقت رکھتی ہے اور کسی دن یہ منزل مراد تک لے جاتی ہے

میں امید کرتا ہوں کہ میں نے یہ مکمل طور پر ثابت کر دیا ہے کہ تمام مذاہب کے اخلاقیات پچانوے فیصد کی حد تک یکساں ہیں، صرف پانچ فیصد کا اختلاف کوئی ایسا بڑا اختلاف نہیں ہے کہ جسے باہمی قتل وخون کی بنیاد بنایا جائے

پھر مروجہ اختلافات جو ہیں وہ بھی اصول میں نہیں ہیں بلکہ فروعی ہیں اور اکثر غلط فہمی پر مبنی ہیں، کچھ اختلافات تو طریقہ کار سے متعلق ہیں، منزل ایک ہے، راستہ بھی ایک ہے، صرف طریقہ ہائے کار اور سواریاں مختلف ہیں، کوئی بذریعہ ہوائی جہاز سفر کر رہا ہے اور کوئی پیدل ہے، لہذا باہمی لڑائی جھگڑے کی کوئی ضرورت ہی نظر نہیں آتی

فرض کریں کہ ایک باپ اپنے بچوں پر ناراض ہو جاتا ہے اب ہر بچہ اسے اپنے اپنے انداز سے راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے ایک مسخرہ پن سے ہنسانے کی کوشش کرے گا اور دوسرا آنسو بہائے گا۔ مقصد تو دونوں کا ایک ہی ہے صرف رسائی کے انداز میں فرق ہے، تب تو کسی جھگڑے یا لڑائی کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنا انداز کسی دوسرے پر ٹھونسے، ہر کسی کو اسی طرح اپنے رب کو منانے دیں جیسے اسے پسند ہو

محمد	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	Muhammad(pbuh)
محمد	" " "	Mohammad(pbuh)
ماحمد	" " "	Mahamad(pbuh)
موحامت	" "	Mohamete(pbuh)
موحمند	" "	Mohamand(pbuh)
محمند	" "	Mehmand(pbuh)
محامیت	" "	Mahmeet(pbuh)

یہ کہنا بالکل ناانصافی ہوگی کہ ان بہت سارے ناموں سے مختلف شخصیات مراد ہیں بالکل اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کے بہت سارے نام ہیں لیکن وہ ذات ایک ہی ہے اس کے صفات ایک ہی ہیں تو کیا یہ عقلمندی ہوگی کہ ناموں پر لڑائی کی جائے

مختلف انبیاء حق تعالیٰ کے ''نوراول'' کو مختلف اسماء سے پکارتے اور دعا کرتے رہے ہیں

کچھ نے کہا الوہ Aloh...... کچھ نے کہا الشودائی Alshudai

کچھ نے کہا وشنو Wishnoo...... کچھ نے کہا اہورامزدا Ahorra mazda

کچھ نے کہا کامی kami...... کچھ نے کہا الواہیم Alwahim

کچھ نے کہا یاہووا yahoova...... کچھ نے کہا یزدان yazdan

کچھ نے کہا برہما Birahma...... کچھ نے کہا جنت کا شہزادہ king paradise

کچھ نے کہا شِوّ Shiv...... کچھ نے کہا تیّن Teyyen

پس نام تو ہزاروں ہیں لیکن ان ناموں والی ہستی وجود یا ذات ایک ہی ہے

ہم کیا کر رہے ہیں کہ ہر اسم کو ایک مختلف ذات سمجھ رہے ہیں اور ان کا ایک دوسرے سے موازنہ و مقابلہ کرتے ہیں اور پھر لڑتے ہیں صرف یہ ثابت کرنے کیلیئے کہ ہمارا منتخب کردہ نام ہی سب میں سے اعلیٰ و افضل و بہترین ہے

میرا خیال ہے چونکہ وہ ذات ایک ہی ہے لہٰذا کسی بھی نام کے ذریعے اس سے خلوص سے کی گئی دعا، مناجات یا فریاد ضائع نہیں جائے گی۔ حضرت ابراہیم نے اسے ''الشودائی'' کہہ کر دعا میں پکارا اور جواب حاصل کیا، حضرت موسیٰ نے اسے ''الواہیم'' کہہ کر پکارا اور جواب ملا، حضرت عیسیٰ نے اسے ''ایلی'' کہہ کر پکارا اور جواب عطا ہوا

میں یہ کتاب موجودہ دور یعنی حال اور آنے والے دور یعنی مستقبل کیلیئے لکھ رہا ہوں، اس لئے میں اپنے قاری کو تجویز دوں گا کہ وہ ماضی کو بھلا دے جو کہ لڑائیوں، مار پیٹ اور جنگوں سے پر ہے، ماضی کے ادیان اور ان کے پیروکار گزر چکے ہیں انہیں شاید ان کے اچھے یا برے اعمال کا بدلہ مل بھی چکا ہوگا، اس کا ہم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اگر وہ برے تھے اور ہم انہیں پسندیدہ اور اچھا ثابت کرتے ہیں تو ہمیں بھی اس کی سزا دی جائے گی، اگر وہ اچھے تھے اور ہم انہیں برا ثابت کرتے ہیں تو ہمیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا، پس ہمیں تو دونوں طرف سے نقصان ہی ہے

ہمیں خود کو صرف زمانہ حال کے لوگوں تک محدود رکھنا چاہیے اور سب سے پہلے تو خود اپنے آپ کو دیکھنا چاہیے کہ ہم کیا ہیں اور کتنے پانی میں ہیں؟ ہمیں چاہیے کہ ہم ایسے طریقے اور ذریعے سوچیں کہ جن سے ہم سب اچھے انسان بن سکیں، ہمیں

ہر قسمی برائیوں کو ترک کر دینا چاہیے یا کم از کم انہیں تو ضرور چھوڑنا چاہیے جنہیں دنیا کے تمام اِلہامی مذاہب نے مشترکہ طور پر نامنظور کیا ہے، ہمیں یہ پکا عہد و اقرار کرنا چاہیے کہ ان پر اب ہم عمل نہیں کریں گے، اس کے بعد ہمیں مذکورہ بالا بارہ اصولوں یا بنیادی ریاضات پر عمل کرنا چاہیے اور یوں ''نورِ اول'' کے ساتھ ایک ربط و اتصال حاصل کرنا چاہیے جو کہ نورِ اولین (حق تعالیٰ) کا مکمل مظہر ہے اگر ہم اعلیٰ ترین ذات کے ساتھ رابطہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو ہماری ساری نظریاتی پیچیدگیاں بالکل ختم ہو جائیں گی

مذاہب عالم کے رہنما

مذہبی اختلافات کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے مذہب کو تو اِلہامی اور مقدس بنا کر پیش کرتے ہیں اور باقی سارے مذاہب پر غیر اِلہامی اور خود ساختہ کا لیبل لگا دیتے ہیں، ہم ان کی مذہبی کتابوں اور رہنماؤں کو اونچا مقام تو دیتے ہیں لیکن ان کی کتابوں میں موجود اختلافی مواد پر تحقیق کرنے کے بعد ان کے مذاہب کو ناقص وغیر کامل اور اپنے مذہب کو بالکل غلطیوں سے مبرا ہونے کا اعلان کر دیتے ہیں، ہم یہ ناممکن سمجھتے ہیں کہ ہمارے اپنے مذہب کے رہنما کے بعد کوئی دوسرے مذہب کا رہنما آئے گا یا ظاہر ہو گا

انسانی ذہن ترقی پذیر ہے اور ایجادات کا ایک سیلاب رواں عالم وجود میں آ رہا ہے اور ہر دن نئے نئے مسائل و مشکلات لا رہا ہے

ہم سمجھتے ہیں کہ ماضی بعید میں ہی خدائی پیغام و ہدایت (آنا) بند ہو گئی تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آنے والے نئے اِلہامی مذہبی رہنماؤں کو ان کا صحیح و مناسب مقام و مرتبہ اور احترام نہیں مل پاتا۔ حالانکہ ہم پر فرض تھا کہ ہم ہر مذہبی ہادی یا رہنما کو خوش آمدید کہتے مگر ہم نے ان کی مخالفت ہی کی۔ حضرت موسیٰ سے پہلے مصریوں کا خیال یہ تھا کہ اب کسی رسول یا نبی نے نہیں آنا ہے، اسی یقین و اعتقاد کی وجہ سے حضرت موسیٰ کو اپنا صحیح مقام نہ مل سکا اگرچہ انہوں نے بے شمار معجزے اور محیر العقول کارنامے بھی پیش کیئے۔ جب وہ چلے گئے تو ان کے بعد میں آنے

والے انبیاء کوبھی اسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ وہ لوگ جو ایک ماضی کے نبی پر یقین رکھتے تھے وہ ایک نئے نبی کو قبول کرنے پر تیار نہ تھے، حضرت عیسیٰ کو بھی یہی کچھ پیش آیا کیونکہ بنی اسرائیل کا یہ خیال تھا کہ اِلہامی ہدایت جناب حبقوق اور جناب یرمیاہ کے ساتھ ہی ختم ہو چکی تھی جبکہ جن پر وہ ایمان رکھتے تھے انہی نبیوں نے آنے والے انبیاء کے بارے میں پیشین گوئی فرما دی تھی اور وہ پیشین گوئیاں بہت حد تک ان کے پاس موجود تھیں لیکن پھر بھی ان کا پختہ ایمان تھا کہ کسی نبی نے نہیں آنا ہے۔ ہر نبی جو آیا اس کی تعلیمات گذشتہ نبی جیسی ہوتی تھیں اور اس نے جانے والے نبی کی تصدیق وتائید بھی کی، چونکہ یہودی اپنے پرانے اعتقاد (کہ کوئی اور نبی اب نہیں آئے گا) سے چمٹے ہوئے تھے لہٰذا ان کے علماء نے اللہ کے ایک رسول کو صلیب پر چڑھانے کا فتویٰ یا فیصلہ صادر کر دیا، لوگوں نے ان کے فیصلے کی پرزور تائید وحمایت کی اور حضرت عیسیٰ کو ایک بدنام زمانہ ڈاکو باراباس کی جگہ صلیب پر لے جایا گیا

آنے والے نبی یا رسول کیلئے ان کے عقیدے میں اگرچہ لچک موجود تھی مگر انہوں نے یہ سب کچھ نہ کیا۔ اسی طرح اگرچہ یہودیوں اور عیسائیوں میں بہت زبردست اختلافات تھے لیکن وہ اس نکتے پر متفق الرائے تھے کہ کسی اور رسول نے نہیں آنا ہے، اس لئے آج تک انہوں نے اسلام کے پاک رسول کو قبول نہیں کیا ہے اور جب اسلام کے پاک رسولؐ نے اپنی رسالت کا اعلان کیا تو انہیں بھی ویسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جن سے گذشتہ انبیاء گزر چکے تھے

اسی طرح مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں نے آریاین اور منگول اقوام کے

اِلہامی مذہبی رہنماؤں کو کوئی اہمیت نہیں دی جبکہ ان کی نبوت بھی اِلہامی کتابوں سے ثابت ہوتی ہے، یہ کتابیں دنیا کی دیگر اقوام کی طرف انبیاء کے بھیجے جانے کی نفی نہیں کرتیں، قرآن پاک میں ایسی بہت سی آیات ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ ہر قوم کیلئے ایک نبی، رسول یا ہادی اِلٰہی ہوگا، لیکن ہم انہیں اس حیثیت میں قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں، یہ حقیقت بھی نا قابل تردید ہے کہ ان رہنماؤں کی اخلاقی اور روحانی تعلیمات ایک جیسی تھیں

خدا نے انسان کو تخلیق فرمایا اور اس کی ہدایت کرنا اپنے ذمے بطور فرض رکھا، جب کبھی بھی انسان راہِ ہدایت سے بھٹکنے لگا تو کسی نہ کسی اِلہامی رہنما یعنی نبی کو اس کی طرف بھیجا گیا، یہ حقیقت بہت سی قرآنی آیات سے ثابت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

☆وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَسُوْلًا ...... (سورۃ النحل، آیت 36)

''اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا''

''یقیناً ہر امت کیلئے ایک رسول ہوتا ہے'' خدا نے یہ بات لازمی قرار دی ہے کہ ہر نبی انہی لوگوں کی زبان میں بات کرے جن پر وہ مبعوث کیا جاتا ہے جو کتاب وہ لاتا ہے وہ بھی اسی زبان میں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

☆وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ لِیُبَیِّنَ لَھُمْ (ط)...... (سورۃ ابراہیم، آیت 4)

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی اپنی قوم کی زبان میں ہی (باتیں کرنے والا) تاکہ ان کیلئے (احکام) کھول کھول کر بیان کرے۔

ان پچھلی آیات قرآنی کو دیکھنے اور پڑھنے کے بعد یہ بات ہر شک وشبہ سے بالاتر

ہو جاتی ہے کہ ماضی کی کوئی بھی قوم بغیر نبی کے نہیں رہی بلکہ ہر دور اور قوم کیلئے ان کا اپنا رہنما یا نبی تھا

اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان تمام الہامی و مذہبی رہنماؤں کو برحق تسلیم کریں اور ان کی تعلیمات پر غور و خوض کریں ، بطورِ خاص ان کے ادیان میں آنے والے ایک مصلح اعظم کا جو تصور موجود ہے اُسے اُجاگر کرتے ہوئے اتحاد بین المذاہب کی کوشش کریں ، نیز اپنے آپ کو اُس تشریف لانے والی پاک ذات کی نصرت و اعانت کیلئے ذہنی طور پر تیار کریں

انسان اس زمین پر کیسے آیا؟

اس کے بہت سارے جوابات ہیں، میں صرف دو نظریات پیش کرتا ہوں
پہلا نظریہ یہ ہے کہ عظیم طوفانِ نوح کے وقت تمام انسانیت صفحہ ہستی سے مٹ گئی تھی سارے انسان جو زمین پر آج موجود ہیں وہ حضرت نوح کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث کی اولاد ہیں، جناب سام تمام سفید رنگ کی نسلوں کے باپ ہیں، حام تمام کالے رنگ کی نسلوں کے باپ ہیں، اور یافث تمام زرد فام نسلوں کے باپ ہیں یعنی چینی، کوریائی اور جاپانی اقوام
دوسرا نظریہ یہ کہتا ہے کہ طوفان نوح کے وقت صرف اہل عراق ہی ڈوبے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف وہ تمام قوم ہی ختم ہوئی تھی جن پر حضرت نوح مبعوث ہوئے تھے اور یہ فرض کرنا صحیح نہیں ہے کہ تمام انسانیت کا ہی صفایا ہو گیا تھا
انجیل میں اس مذکورہ واقعہ کا جو وقت دیا گیا ہے وہ تقریباً 2144 قبل مسیح ہے
اس دور کے باقی ماندہ آثار اس حقیقت کی نفی کرتے ہیں کہ اس طوفان نے تمام روئے زمین کو ڈبو دیا تھا
تازہ ترین تحقیق نے یہ ظاہر کیا ہے کہ طوفانِ نوح کا وقت 50000 قبل مسیح تھا اور یہ صرف عراق تک محدود تھا، یہ بات بھی روشن ہو چکی ہے کہ سیلاب کی سطح 25 فٹ تھی، یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ اس سے بہت پہلے نسل انسانی یورپ سے سویڈن تک اور عراق سے مشرق بعید (چین) تک پھیل چکی تھی ...... (1) نوٹ اگلے صفحہ پر دیکھیں

....

نوٹ ......(1)...... یہ بات قابل ذکر ہے کہ مروجہ شجرہ ہائے انساب قابل اعتماد نہیں ہیں پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت فرمائی تھی کہ ''ہمارا شجرہ نسب صرف جناب عدنان تک لکھنا چاہیے ان سے اوپر مت جاؤ کیونکہ یہ صحیح نہیں ہے''

ماہرین شجرۂ نسب، پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شجرہ نسب حضرت آدم تک لے جاتے ہیں جیسا کہ امام سخاوی، ابن جریرا ور ابن اسحاق اور شیعہ وسنی کتب اس بارے میں ان کی پیروی کررہی ہیں۔ جدید تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ حدیث بالکل صحیح ہے شجرہ ہائے انساب جو پرانے عہد نامہ میں دیئے گئے ہیں غلط ہیں، اور متی ولوقس کے بھی غلط ہیں۔ اس بات کے بہت سے معقول ثبوت موجود ہیں ان مذکورہ کتب میں موجود شجرہ ہائے انساب فرداً فرداً سب کے دور وغیرہ ظاہر کرتے ہیں، ان کی روشنی میں تخلیق آدم یا حضرت آدم کی اس زمین پر آمد کا واقعہ 3800 قبل مسیح کا ہے۔ حضرت نوح کی پیدائش کا سال ہے 2744 ق م۔ حضرت ہود کی پیدائش کا سال ہے 2077 ق م۔ حضرت ابراہیم کی پیدائش کا سال ہے 1852 ق م۔ (کچھ نے آپ کی پیدائش 2200 ق م بتائی ہے جو کہ درست نہیں ہے) حضرت اسماعیل کی پیدائش کا سال ہے 1767 ق م۔ حضرت اسحاق کی پیدائش کا سال ہے 1752 ق م۔ حضرت یعقوب کی پیدائش کا سال ہے 1692 ق م

مختلف روایات کی روشنی میں حضرت ابراہیم سے لے کر حضرت داؤد تک چودہ جانشین درمیان میں آتے ہیں حضرت داؤد کی پیدائش کا سال جو کہ کتاب میں دیا گیا ہے وہ 1050 ق م ہے اور حضرت عزیر کا 580 ق م ہے۔ جب ہم ان تاریخوں کو جدید تحقیق کی روشنی میں پرکھتے ہیں تو یہ سب مطابقت نہیں رکھتی ہیں

پاک و ہند کی جو تہذیب دریافت ہوئی ہے وہ اس سے بھی پہلے کی تاریخ کی ہے یعنی 7000 ق م کی ہے، موہنجوداڑو سے ملنے والی کچھ مہریں 2500 ق م سے متعلق ہیں، اور دیگر بہت سی 4000 ق م سے متعلقہ ہیں، جدید تحقیق سے وادی سندھ کی تہذیب کا وقت 4800 ق م مقرر کیا گیا ہے جب کہ شجرہ انساب حضرت آدم کی زمین پر آمد 3800 ق م ظاہر کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت آدم سے ایک ہزار سال پہلے سندھ میں تہذیب یافتہ اقوام کے بڑے بڑے شہر موجود تھے، اوڈ قبائل کے متعلق تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ قبیلہ برصغیر پاک و ہند میں 4500 قبل مسیح میں خلیج فارس کے مغربی کنارے کے راستے سے ہوتا ہوا داخل ہوا اور راجپوتانہ تک پھیل گیا

لہٰذا جس ناقابل تردید نتیجے تک ہم پہنچتے ہیں وہ یہ ہوا کہ اوڈ قبیلے کے برصغیر پاک و ہند میں داخل ہونے کے

700 سال بعد تخلیق آدم واقع ہوئی جبکہ یہ بات خلافِ حقیقت اور نا قابل تسلیم ہے کیونکہ جناب آدم ابوالبشر ہیں اور ابوالبشر کی تخلیق سے پہلے بشریت کے وجود کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے
کہنے کا مقصد یہ ہے کہ سائنسی تحقیقات سے مذکورہ شجروں کی صداقت پر برصغیر میں ضرب کاری پڑتی ہے، اس لئے محفوظ ترین راستہ یہ ہے کہ ہمیں پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گذشتہ حدیث پر اعتماد کرنا چاہیے اور آپ کے شجرہ کو حضرت عدنان سے آگے نہیں لے جانا چاہیے۔ پاک پیغمبر کا شجرۂ نسب اس طرح ہے
(1) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (2) حضرت عبداللہ (3) حضرت عبدالمطلب (4) حضرت ہاشم (5) حضرت عبدمناف (6) حضرت قصیٰ (7) حضرت کلاب (8) حضرت مرہ (9) حضرت لاوی (10) حضرت غالب (11) حضرت فہر (12) حضرت مالک (13) حضرت نصر (14) حضرت کنانہ (15) حضرت خزیمہ (16) حضرت مدرکہ (17) حضرت الیاس (18) حضرت معاذ (19) حضرت نذار (20) حضرت معاد (21) حضرت عدنانؑ ....اختتام نوٹ

....

اب میں دوبارہ حق تعالیٰ کے اس وعدہ کی طرف آتا ہوں جو مختلف اقوام سے کیا گیا تھا کہ ہدایت اِلٰہیہ جاری رہے گی خدائے عظیم نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ کوئی قوم ہدایت اِلٰہی کے بغیر نہیں رہی، لوگوں کی کوئی جماعت یا گروہ ایسا نہیں تھا جس کے پاس ایک نبی نہ بھیجا گیا ہو
قرآن کی مہیا کردہ مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام اِلہامی ادیان جو اپنی اِلہامی کتب کے ساتھ آج موجود ہیں وہ کسی انسانی ذہن کی تخلیق نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے مقدس رہنماؤں (انبیاء) کے لائے ہوئے ہیں، اور زندہ مذاہب کی روحانی مذہبی کتب جیسے عہد نامہ قدیم و جدید اور دیگر صحائف یا آریائی مذاہب کی کتب جیسے گیتا، پران، رامائن، مہا بھارت، اوستا اور گاتھا یا جین یا بدھ مت کی مذہبی کتب ہیں، دراصل یہ سب اللہ تعالیٰ کی

طرف سے نازل کردہ اِلہامی کتب ہیں

حقیقت یہ ہے کہ انسان فطری طور پر برا ہے، لہٰذا وہ شر یا برائی کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے بجائے اپنے آپ کو بدلنے کے اس نے ہمیشہ اِلہامی ہدایت میں تغیر وتبدل کیا بلکہ اسے مسخ کردیا۔اس بات کو دہرانا مناسب ہے کہ اِلہامی کتب میں موجود نا قابل اعتبار و اعتماد مواد، درحقیقت اصل مواد میں انسانی تحریف ہے

کچھ صحائف اِلہامی کو صرف الفاظ اور تراکیب کی حدتک مسخ کیا گیا ہے اور دیگر کو تشریحات وتفسیر کے لحاظ سے کیا گیا ہے جوکہ حقیقی پیغام کے مدعا ومنشا وروح سے بہت دور ہے، اناجیل اور قرآن میں ہونے والی ایسی تحریف وتغیر کے متعلق مخصوص کتب لکھی گئی ہیں جیسے ’’ٹریجڈی آف قرآن‘‘ (المیہ قرآن)

ہمارا اس حقیقت (وبحث) سے کوئی واسطہ نہیں کہ آیا اِلہامی کتب میں بگاڑ پیدا کیا گیا تھا یا نہیں۔ البتہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان کتب میں اس سوال کا کہ (باوجود تحریف کے) کیا یہ کتب ایک انسان کو اچھا انسان بنانے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہیں؟ اس کا ایک درست، مثبت اور قطعی جواب موجود ہے

ان ساری اِلہامی کتب میں خدا کی وحدانیت (توحید) کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اختلافی حصے سوائے اضافہ جات اور تحریف کے کچھ نہیں ہیں، حق تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی واجبی ولازمی حیثیت ہر کتاب سے ثابت ہے، یہ بھی واجب و لازم ہے کہ اِلہامی ہدایت پر یقین رکھا جائے، اختلاف صرف تحریف وتغیر کی وجہ سے ہے، ان تمام کتب میں تمام اخلاقی اصول بالکل ایک جیسے ہیں، ہر کتاب صاف طور پر ایک آنے والے رہنما کے متعلق پیشین گوئی کرتی ہے

آخری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر کتاب آخری دور میں ایک عظیم ترین اِلہامی رہنما کی آمد پر زور دیتی ہے کہ جب ظلم و ناانصافی اپنے انتہائی عروج پر ہوگی اور وہ ساری دنیا کو مثالی عدل کی انتہا پر لے جائیں گے، اس عظیم رہنما کے کئی نام ہیں، جہاں کہیں بھی ان کتب میں اس ٹھوس حقیقت کو گمراہ کن یا غلط تشریحات و تفسیرات کی مدد سے چھپانے اور مخفی رکھنے کی کوشش کی گئی تو ان کا مواد تحریف کا شکار رہوا ہے

اِن تمام اِلہامی کتب میں روحانی عروج حاصل کرنے کے بیان کردہ اصول بھی یکساں اور مشترک ہیں، پس اتنے زیادہ مشترکہ عناصر ہونے کے باوجود اختلافات کے وجود کا کوئی جواز نظر نہیں آتا، کسی بھی اِلہامی کتاب میں (اتنی تحریف و تغیر کے باوجود) جھوٹ، قتل، ڈکیتی، فراڈ اور ظلم کو نہ تو درست قرار دیا گیا ہے اور نہ سراہا گیا ہے، تمام اِلہامی کتب میں ارتکاز، توجہ، خدا کی توحید، اچھے اور برے اعمال کی سزا و جزا، حیات بعد الممات اور روز قیامت، ان سب کی اہمیت بغیر کسی معمولی سی تبدیلی کے بالکل ایک جیسی ہے، تمام اصول جو اسلام نے بیان یا ظاہر کئے ہیں وہ سارے کے سارے دیگر تمام مذہبی کتب میں بالکل یکسانیت کے ساتھ موجود ہیں، رسالت کے متعلق اختلاف واضح تحریف ہے

کیونکہ پرانے اور نئے عہد نامہ میں پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی صاف طور پر پیشین گوئی کی گئی ہے، یہ تمام پیشین گوئیاں بڑی حد تک ہندو کتب کے ساتھ ساتھ مہاتما بدھ، سوامی مہابیر اور جین مت کی کتب میں بھی موجود ہیں، صرف ان کو لاحاصل تعبیروں کے ذریعہ چھپانے کی ناکام سی کوشش کی گئی ہے

سب سے اہم مشابہت یہ ہے کہ اسلام کی طرح باقی تمام مذاہب کی سب اِلہامی کتب میں آخری دور میں ایک خدائی مقدس رہنما کی آمد کی بات موجود ہے، دیگر تمام زندہ مذاہب میں بھی یہی تصور موجود ہے، یہ ایک ایسا مشترک عنصر ہے جو ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ ان تمام مذاہب کے پیچھے ایک ہی ہستی کی سوچ کارفرما ہے، یعنی کہ حق تعالیٰ

چونکہ تمام مذاہب کے سوتے ایک ہی جگہ سے پھوٹتے ہیں اس لئے ان میں کوئی اختلاف ہو ہی نہیں سکتا، میں ان تمام لوگوں سے جو اقوام عالم کے درمیان نفرت اور تعصب کو ہوا دینا چاہتے ہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمام مذاہب عالم نے آخری دور میں ایک عظیم ترین رہنما اور نور اول کے نمائندہ و مظہر کامل کے ظہور کے بارے میں یک زبان و یک دل ہو کر پیشین گوئی کی ہے

کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اپنے ماضی کو بھول کر موجودہ دور کے لوگوں کو گزرے ہوئے لوگوں کی جگہ نشانہ نہ بنائیں؟ کیا ہمیں مل کر اس آخری اِلہامی مقدس رہنما کا انتظار نہیں کرنا چاہیے؟ جو سارے مذاہب کو متحد کر کے ساری دنیا کو ایک خاندان بنا دے گا، قرآن پاک نے ماضی کے بارے میں ایک سنہرا اصول دیا ہے کہ ماضی کے بارے میں پریشان نہ ہوا جائے

☆تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وُلَا تَسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

''یہ ایک امت تھی جو یقیناً گزر گئی جو کچھ اس نے کمایا اسی کیلئے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا تمہارے لئے ہے اور تم سے باز پرس نہ ہوگی اس چیز کی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے'' ......(سورۃ البقرہ، آیت 134)

لہٰذا تمام دنیا کے مذہبی لوگوں کی مثبت سوچ کو ایک راہِ راست دِکھانا چاہتا ہوں کہ ہمیں بجائے آسمانی صحائف پر تنقید کرنے کے اِس دور میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنا چاہیے، ہمیں مکمل طور پر تمام برائیوں اور گناہوں سے بچ کر پر خلوص عبادت کے ذریعے ''نوراول'' کے ساتھ ایک قریبی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنا چاہیے، ہمیں ارتکاز، توجہ اور استغراق و مراقبہ کے ذریعے اپنی روح کو پاک کرنے کی کوشش کرنا چاہیے، ہمیں حق تعالیٰ سے یہ دعا کرنا چاہیے کہ وہ مبارک دور جلد آئے جب ہم ''نوراول'' کا کامل دیدار کرنے کے قابل ہوں گے اور اس کے ''مظہر و نمائندۂ کامل'' کو عدل کی کرسی پر بیٹھا دیکھیں گے تا کہ وہ حق تعالیٰ کی مرضی کو بدکار لوگوں کے درمیان بھی اسی طرح نافذ العمل کریں جیسے کہ وہ آسمانوں میں جاری وساری ہے، دعا ہے کہ یہ امن، اطمینان اور سکون کا سنہری دور جلدی آئے

یہ تو یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آنے والا مقدس آسمانی رہنما اپنے اصول اخلاقیات کا نام اسلام رکھے گا یا کچھ اور؟ اگر ہم یہ اندازہ لگانا شروع کر دیں کہ آنے والا رہنما کون سا مذہب لائے گا تو یہ بات ایک نہ ختم ہونے والی نزاع کو جنم دے گی، جو بات ہمارے سوچنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اس عظیم رہنما کا ہر حکم حق تعالیٰ کا حکم اور امر سمجھیں اور یہ یقین کامل رکھیں کہ ان کا مذہب ہی صحیح ترین، سچا اور دین حق ہوگا، ان کی فرمانبرداری کرنا حق تعالیٰ کی اطاعت ہوگی، صرف اِن کا دین ہی غالب ہوگا، دیگر تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے، تمام نیکوکار انسان اِن کا تعلق چاہے کسی بھی مذہب یا عقیدے سے ہو، اِن کو اُن کے دامانِ کرم میں پناہ

مل جائے گی ، اور تمام بد کار لوگوں کو (ان کا تعلق چاہے کسی بھی مذہب یا عقیدے سے ہو) عذاب اِلٰہی کے حوالے کر دیا جائے گا ، صرف ان کا دور ہی ابدی امن اور خوشحالی کا دور ہو گا

موعودؐ الرسل

اِنسانیت کے تمام رہنماؤں (انبیاء) نے اپنے بعد آنے والے اِلہامی رہنماؤں کے متعلق بتایا تھا

ان کی پیشین گوئیاں اپنے اندر ویسی ہی نشانیاں رکھتی ہیں جیسی کہ جناب یرمیاہ اور جناب یسعیاہ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق کی تھیں، پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی بھی بعد میں آنے والے نبی کے بارے میں نہیں بتایا تھا، اس کی بجائے آپ نے اعلان فرمایا تھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اسی لئے ہم ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں، اس اعلان کے ساتھ آپ نے اِلہامی رہنمائی و ہدایت کے ختم ہونے کا اعلان نہیں فرمایا بلکہ آپ نے ایک عظیم اِلہامی رہنما کی آمد کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی جو آخری دور میں آئے گا، یہ حقیقت قرآن پاک سے ثابت ہے اور مستند احادیث کی ایک بہت بڑی تعداد اس پر شاہد ہے، مزید یہ فرمایا کہ وہ رہنما زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جیسا کہ وہ پہلے ناانصافی اور ظلم و جور سے بھری ہوگی، زمین اور آسمان کے تمام باسی ان کی آمد سے خوش اور محفوظ ہوں گے اور انسانی عقل وشعور مثالی حد تک کامل ہو جائے گا

بالکل اسی طرح سے دوسرے تمام اِلہامی مذاہب میں عظیم ترین آسمانی رہنما کی آمد کا وعدہ کیا گیا ہے، اس رہنما کی صفات وخصوصیات کے ساتھ ساتھ اس کی

آمد سے پہلے کی نشانیاں اور علامات بھی بتائی گئی ہیں، اصلاحات جو ان کے ذریعے متعارف کرائی جائیں گی ان کی بھی نشاندہی کی گئی ہے، ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کا انتظار کریں، ان کیلئے دعا کریں، اور اگر ان کا زمانہ پالیں تو ان کی نصرت اور مدد کریں

اس کتاب کے پیچھے جو حقیقی محرک ہے وہ یہی مقدس شخصیت ہیں، میرا خیال ہے کہ دنیا کی ساری اقوام کو ان کی ذات، صفات یا دین کی تفصیلات میں جانے کی بجائے اکٹھے اور متحد ہو کر دعا کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ ان کو جلدی بھیج دے

جب وہ آجائیں گے تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی اطاعت اور نصرت کریں کیونکہ ان کی آمد سے ہی تمام باہمی کشمکش اور جھگڑے ختم ہو جائیں گے، اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے جھگڑوں کو ان کی آمد تک ملتوی کر دیں اور اپنے طور طریقوں اور کردار کو اپنے ضمیر اور آسمانی احکامات کے مطابق ڈھالیں، ہمیں اپنی اخلاقیات کو سنوارنا چاہیے، ہر کسی کو اپنے ایمان و عقیدے کے مطابق ایک اچھا انسان بننے کی کوشش کرنا چاہیے، اور موعود الرسل ذات پاک کی جلد آمد کی دعا کرنا چاہیے تا کہ دنیا ایک گہوارۂ امن بن سکے

ہر دور میں موجود ہر نبی آنے والے رسولوں میں سے ایک بڑے رسول کے بارے میں پیشین گوئی کرتا تھا اور خصوصاً اس ''ایک'' کے بارے میں کہ جسے سب سے زیادہ مزاحمت کا سامنا کرنا تھا، جب ہم تاریخ مذاہب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شدید ترین تنقید اور مزاحمت کا نشانہ صرف وہی رسول بنے جو ایک لکھا ہوا قانونِ الٰہی یعنی شریعت لائے تھے، ہم دیکھتے ہیں کہ

سامی انبیاء میں حضرت آدم سے حضرت ابراہیم تک کہیں بھی کوئی جھگڑا یا اختلاف نہیں ہے، حضرت ابراہیم سے لے کر حضرت موسیٰ تک دنیاوی جھگڑوں کا اور اِلہامی مذاہب اور انسانی ایجاد کردہ مذاہب کے درمیان جھگڑوں کا ایک سلسلہ موجود ہے، لیکن اِلہامی مذاہب کے مابین آپس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے

حضرت ابراہیم سے پہلے تمام انبیاء نے ایک عالمی رہنما کی آمد کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی اور ساتھ ہی منتخب انبیاء کے مبعوث ہونے کے متعلق بھی بتایا پریشانی یا ابتری وہاں سے شروع ہوئی کہ ان پیشین گوئی کرنے والے انبیاء کے پیروکاروں نے عالمی رہنما اور بعد میں آنے والے انبیاء کی خصوصیات کو خلط ملط کر دیا اور یوں دو مختلف شخصیات کو غلطی سے ایک سمجھ لیا گیا

یہی وہ بنیادی وجہ تھی کہ جس کے باعث ہر اِلہامی رہنما کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑا مثال کے طور پر لوگوں کے درمیان یہ اچھی طرح معلوم ومشہور تھا کہ بنی اسرائیل ظلم کے سائے میں زندگی بسر کریں گے اور ایک نجات دہندہ (حضرت موسیٰ) آئے گا...... یہ پہلی پیشین گوئی تھی

دوسری پیشین گوئی یہ تھی کہ آخری دور میں ساری انسانیت ظلم و بربریت کا شکار ہو گی اور ایک عالمی وآفاقی رہنما ان کی نجات کا انتظام کریں گے، ان کا دور مثالی امن کا دور ہوگا، زمین اپنے اندر کے سارے خزانے اگل دے گی وغیرہ وغیرہ

ان دونوں پیشین گوئیوں کو ملا جلا دیا گیا اور لوگوں نے ان دونوں خوبیوں کا مطالبہ ایک ہی رسول سے کیا، چونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں تھا لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ ان کی رسالت کو اعتراض وتردید کا سامنا کرنا پڑا۔ آخری دور میں عالمی آفاقی رہنما

کی تشریف آوری کا تصور فراعنۂ مصر (1) کے درمیان بھی رائج تھا

فراعنۂ مصر کے نزدیک اس کی پہچان کا معیار یا کسوٹی یہ تھی

1 ...... وہ آسمانی اور زمینی قوتوں کا منبع ہوگا

....

(1) نوٹ ...... میں نے 1993ء میں سائنس ڈائجسٹ میں ایک مضمون پڑھا تھا جو کہ اہرام مصر اور مصری دیوتاؤں کے متعلق معلومات پر مشتمل تھا، اس میں بتایا گیا تھا کہ 1920ء میں اہرام کی رموزی تحریروں کو حل کرلیا گیا تھا، 1927ء میں ڈاکٹر ڈیوڈسن نے اس پر ایک کتاب ''عظیم اہرام اور ان کا آسمانی پیغام'' کے نام سے لکھی

مسٹر ڈیوڈسن نے اہرام مصر کی دیواروں پر لکھی پیشین گوئیوں کا ترجمہ کیا تھا، حضرت عیسٰی کی تاریخ پیدائش 4 اپریل لکھی تھی جو کہ جدید تحقیق کے ذریعے درست تسلیم کی گئی ہے، پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہر ہونے کا سال بھی وہاں لکھا ہوا پایا گیا تھا، یہ بھی وہاں لکھا ہوا تھا کہ آخری دور میں مہلک ہتھیاروں اور بارود کے ذریعے نسل انسانی کا صفایا ہو جائے گا، لوگوں کی صرف ایک تھوڑی سی تعداد دنیا کے نقشے پر باقی رہ جائے گی، پھر ایک نیا زمانہ یا دور شروع ہوگا جو کہ ایک اِلہامی رہنما کی سربراہی میں ہوگا، مذکورہ کتاب میں فرعونوں کی لاشوں کو ممیاں بنانے کی وجہ بھی بتائی گئی تھی، ان کے نظریے کے مطابق آخری روحانی رہنما تمام مرے ہوئے لوگوں کو زندگی کی طرف واپس لائے گا اور وہ ان کے زیر نگیں ہوں گے، انہوں نے سوچا کہ جب تک جسم فنا نہیں ہوتا روح اس کے ساتھ رہتی ہے، اگر جسم فنا ہو جاتا ہے تو روح بھی غائب ہو جاتی ہے، ان کا یقین تھا کہ اگر ان کے جسم صحیح وسالم رہتے ہیں تو آنے والا روحانی رہنما ان کے اصل جسم میں ان کی روح ڈال دے گا اور یوں اپنے اصلی جسم اور روح کے ساتھ وہ اس سنہری دور کی مسرتوں سے لطف اندوز ہوسکیں گے

اسی لئے فراعین اپنے خاندان والوں کے مردہ جسموں کو ممی بنانے لگے اور اس وقت تک چالیس اہرام مل چکے ہیں، جن کی تعمیر 2690 ق م تک تسلیم کی گئی ہے

اب اگر ان باتوں کو مبنی برحقیقت تسلیم کرلیا جائے (جس میں کوئی قباحت نہیں ہے) تو یہ بات ثابت ہے کہ فرعونِ رعمیسس اور اس کے جانشین حیات بعدالموت پر اور آخری آسمانی رہنما کی آمد پر یقین رکھتے تھے

2 ...... وہ ہر کسی کو سونے اور چاندی سے دولت مند بنا دے گا

انہی دونوں معیاروں یا کسوٹیوں کے ذریعے فرعون نے حضرت موسیٰ کو جھٹلانے کی کوشش کی، ان کے سارے معجزات و کرامات کو جادوگر دانا گیا اور کہا گیا کہ

☆ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیْنُ () فَلَوْ لَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓىٕكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ () ...... (سورۂ زخرف، آیات 52-53)

''بلکہ میں اس بہتر ہوں جو گھٹیا ہے اور صاف بات بھی نہیں کر سکتا، پھر کیوں نہ اس پر سونے کے کنگن ڈالے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے پرے باندھ کر کیوں نہ آئے''

اس کا مطلب ہے کہ یہی دو بڑے ثبوت تھے جن کی حضرت موسیٰ میں کمی تھی، اور یہی وجہ تھی کہ اُس دور کے لوگوں نے ان کی نبوت و رسالت کو جھٹلا دیا، حقیقت یہ تھی کہ انہوں نے ایک رسول کی اور آخری دور کے عظیم رہنما کی نشانیوں کو خلط ملط کر دیا تھا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام اِلہامی کتب میں ان دونوں نشانیوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے، عہد نامہ قدیم کہتا ہے کہ

''اگر تیرے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تجھ کو کسی نشان یا عجیب بات کی خبر دے اور وہ نشانیاں یا عجیب بات جس کی اس نے تجھ کو خبر دی وقوع میں آئے اور وہ تجھ سے کہے کہ آ ہم دوسرے معبودوں کی جن سے تو واقف نہیں پیروی کر کے ان کی پوجا کریں تو تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات کو نہ سننا کیونکہ خداوند تمہارا خدا تم کو آزمائے گا تا کہ جان لے کہ تم اپنے خدا سے دل و جان سے محبت رکھتے ہو یا نہیں؟''

اسی استثناء کے باب 13 کی آیات 1-5 میں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ

وہ نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے کیونکہ اس نے تم کو خداوند تمہارے خدا سے بغاوت کرنے کی ترغیب دی تا کہ تجھ کو اس راہ سے جس پر خداوند تیرے خدا نے تجھ کو چلنے کا حکم دیا ہے بہکائے، یوں تو اپنے بیچ میں سے ایسی بدی کو دور کر دینا

گذشتہ سطروں سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ مستقبل میں بہت سے انبیاء نے آنا تھا، ان کی رسالت کا ثبوت کوئی پیشین گوئیاں یا معجزات دکھانا نہیں تھا، بلکہ ان کی پیروی کرنا تھی، بشرطیکہ وہ صرف ایک خدا کی عبادت کی تبلیغ کرتے اگر کوئی خدا کے ساتھ ساتھ بتوں وغیرہ کی پوجا کی تبلیغ بھی کرتا تو اسے خود ساختہ نبی یا ایک فریبی دغا باز کے طور پر لینا تھا، اس لئے ایسا کوئی بھی انسان قتل کا مستحق تھا

بعد کے دور کے لوگ اوپر ذکر کردہ پرکھ کا طریقہ تو بھول گئے اور صرف ''فرشتوں اور خزانوں'' کو یاد رکھا، جب بنی اسرائیل نے ایک بادل دیکھا (جو خدا کی شان وشوکت کا ایک اظہار تھا) جو ان کے سروں کے اوپر سایہ فگن تھا تو انہوں نے اس شرط کو بھی دیگر شرائط میں شامل کر لیا اور کہنے لگے کہ مستقبل کا جو نبی آئے گا اس کے ساتھ فرشتے ہوں گے، خزانے ہوں گے، اور وہ بادل کے اوپر سوار ہو گا

یہ تین نشانیاں انتہائی قابل یقین کسوٹی بن گئیں اور بعد ازاں خدا کے ہر تشریف لانے والے نبی سے یہی تینوں چیزیں دِکھانے کا مطالبہ کیا جاتا رہا، چونکہ جواب نفی میں ہوتا تھا لہٰذا ان کے گردن زدنی ہونے کا اعلان کر دیا جاتا تھا

حالانکہ حقیقت میں ایک نبی کی اصل پرکھ یہ تھی کہ وہ صرف خدائے تعالیٰ کی وحدانیت کی تبلیغ کرے، غیبی امور کو جانتا ہو، اور معجزات دکھائے، دیگر تین صفات تو آخری دور میں آنے والے آسمانی آفاقی رہنما کیلئے مخصوص تھیں، مگر ان

لوگوں نے اِن چھ خصوصیات کو جان بوجھ کر یا غلط فہمی کی بنا پر خلط ملط کر دیا جیسے دوسرے نبیوں کی آمد کے بارے میں پہلے ہی بتا دیا گیا تھا بالکل اسی طرح سے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کے بارے میں بھی بڑی خوبی و کامیابی سے پیشین گوئی کر دی گئی تھی ، لیکن وہی معاملہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ بھی ہوا کہ ہر دور کے لوگوں نے اپنے ہی دور کو آخری دور سمجھا اور نبی و رسول کو آخری نبی و رسول کے طور پر لیا اور نبی اور آخری آفاقی رہنما کی نشانیوں کو خلط ملط کر دیا ، ایک مسلسل جاری رہنے والی غلط فہمی کے تحت ان نشانیوں کو ایک ہی شخصیت کے اندر ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی

مثال کے طور پر جناب یعقوب نے ''ایک آنے والے'' کے بارے میں بتایا کہ

''یہودا سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا جب تک کہ شیلوہ نہ آئے ، اور تمام قومیں اس کی مطیع ہوں گی''

(پیدائش، باب 49، آیت-10)

یہ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل اور یہودا کی نسل کے متعلق بتایا گیا تھا کہ انہیں ایک سنہری خوشخبری دی جانی تھی ، اسی طرح حضرت موسیٰ نے بہت سے انبیاء کے آنے کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کے بارے میں بھی پیشین گوئی کی تھی

''خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا ، تم اس کی سننا ، یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ

تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ہی ایسی بڑی آگ کا نظارا ہو تاکہ میں مر نہ جاؤں، اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں، میں ان کیلئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ''ایک نبی'' مبعوث کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب ان سے لوں گا، لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ (تو پہچان یہ ہے کہ) جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اس کے اس کہے کے مطابق واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے تو اس سے خوف نہ کرنا'' ...... (استثنا، باب 18، آیات 15 تا 22)

محولہ بالا عبارت صاف ظاہر کرتی ہے کہ

1 ...... ذکر کردہ سید الانبیاءؐ حضرت موسیٰؑ سے مشابہ ہوگا

2 ...... وہ اپنی مرضی و رضا سے کلام نہ کرے گا، خدا کے الفاظ (وحی) اس کے دہن مبارک میں ڈالے جائیں گے اور وہ ان کے مطابق احکامات دے گا

3 ...... وہ اسرائیل کے بھائیوں کی نسل میں سے ہوگا یعنی جناب اسحاق کی آل سے ہونے کی بجائے وہ جناب اسماعیل کی آل و خاندان سے ہوگا

دیگر انبیاء کی آمد کے اعلان کے ساتھ یہ کہا گیا تھا کہ جو کچھ بھی ایک حقیقی و سچا نبی

کہتا ہے وہ سچ ثابت ہوتا ہے یعنی پورا ہو کر رہتا ہے اور یہ کہ وہ لوگوں کو صرف ایک خدا کی پوجا (عبادت) کی طرف بلاتا ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بالکل اسی طریقہ سے قرآن پاک رسولوں کے عام گروہ کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

☆ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسرَآئِيْلَ وَ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمْ رُسُلًا (ط) (سورۂ المائدہ، آیت 70)

''بے شک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد (میثاق) لیا اور ہم نے ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے''

قرآن پاک نے تصدیق کی ہے کہ میثاق وعہد کے مطابق بہت سے نبیوں کو ان پر مبعوث فرمایا گیا لیکن جو پیشین گوئی پاک پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں فرمائی گئی تھی وہ کسی دوسرے نبی کیلئے نہیں فرمائی گئی تھی، اسی بات کا احساس دلایا گیا کہ جب قرآن پاک نے سورۂ مزمل میں اعلان فرمایا کہ

☆اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ()

''یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک رسولؐ کو تم پر گواہ بنا کر بھیجا جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا'' ...... (سورۂ مزمل، آیت 15)

دوسری نشانی یہ تھی کہ ''یہ'' پیغمبر اپنی رضا و مرضی سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ مالک (اللہ تعالیٰ) اس کے دہن مبارک میں اپنے الفاظ ڈالے گا اور وہ اسی کو لوگوں تک پہنچائے گا، قرآن پاک دوبارہ اس پر راجع ہے کہ

☆وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى () اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى () ...... (سورۂ النجم، آیات 3-4)

''اور وہ (رسولؐ) اپنی خواہش سے نہیں بولتا ہے، بلکہ یہ تو (رب کی طرف سے)

وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے (جس سے وہ کلام کرتا ہے)''
اس معجز نما ذات کی تیسری نشانی یہ تھی کہ جو کچھ بھی وہ فرمائے گا سچ ثابت ہو گا
بالکل دوسرے انبیاء کی طرح حضرت موسیٰ نے بھی اس مقدس ہستی کے بارے میں جس نے آخری دور میں ظاہر ہونا تھا اور جس کے دور حکومت میں ساری نسل انسانی نے صرف ایک دین کو اپنانا تھا ایک نوید و بشارت دی تھی

عہد نامہ قدیم ، استثنا ، باب 33 ، آیات 1-2 میں ہے کہ

''اور موسیٰ نے جو دعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی وہ یہ ہے اور اس نے کہا خداوند سینا سے آیا اور سیعر سے ان پر آشکار ہوا ، وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور وہ دس ہزار اولیاء کے ساتھ آیا ، اس کے داہنے ہاتھ پر ان کیلئے آتشی شریعت یا قانون تھا''

یہ آتشی شریعت یا قانون ابھی تک تو عالم وجود میں نہیں آیا ہے ، اگر یہ ظاہر ہو گیا ہوتا تو ساری دنیا میں صرف ایک دین رائج ہوتا ، تمام اِلہامی کتب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں نے آفاقی رہنما کی علامات کو انبیاء سے طلب کیا ، مندرجہ ذیل مشہور شخصیات کے بارے میں پیشین گوئیاں پہلے سے موجود تھیں

(1) پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

(2) جناب مسیح علیہ السلام ...... (1)..... یہ نوٹ دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

(3) جناب ایلیا علیہ السلام

(4) کچھ دیگر انبیاء علیہم السلام

(5) دین مخالف شخصیات جیسا کہ دجال ، یاجوج ماجوج ، ظالم و جابر بادشاہ ،

جھوٹے نبی اور جھوٹے مسیح وغیرہ

مذکورہ پہلی تین شخصیات کے بارے میں بہت سے پیشین گوئیاں موجود ہیں

یوحنا کے مطابق

''اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا'' بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں، انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں، کیا تو وہ نبی ہے؟ اور اس نے جواب دیا کہ نہیں ...... (یوحنا کی انجیل، باب 1، آیات 19-20)

''انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے، نہ ایلیا ہے، نہ وہ ''نبی'' ہے تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ یوحنا نے جواب میں ان سے کہا میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے۔ وہ، وہ ہے جو کہ میرے بعد آنے والا ہے مجھ سے بہتر ہے جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں ہوں ...... (یوحنا کی انجیل، باب 1، آیات 25 تا 27)

یہاں یہ حقیقت بالکل صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ یوحنا کے اس گذشتہ واقعہ میں چار

....

(1)...... مسیح بروزن عربی لفظ ''فعیل'' ہے، مسیح ایک فاعل ہے اس کا مطلب ہے وہ ایک جو کسی کو غسل دے، ایک جو دعائے رحمت و برکت دے، ایک جو اپنی تلوار کو بے نیام کرے، ایک جو جسمانی و روحانی بیماریوں کو دور کرے، ایک فراخ مسافر، ایک جو آنسو پونچھے والا ہو، اور بہت خوبصورت ہو

اسی وزن ''فعیل'' پر اگر (مسیح کو) بطور مفعول لیا جائے تو اس کا مطلب ہے صاف کیا گیا، غسل دیا گیا، پاک کیا گیا، بطور فاعل جو وصفی ولقبی نام ہیں وہ صرف آخری زمانہ میں آنے والے رہنما کیلئے ہیں

مقدس شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے

(1) ایلیا (ایلیا کے متعلق آنے والے ابواب میں تعارف و بحث کی جائے گی)

(2) وہ نبی (ان کا نام نہیں لیا گیا کیونکہ سارے ان کو جانتے ہیں)

(3) مسیح

(4) ''ایک وہ'' جس کا نام نہیں بتایا گیا اس کی صفات اور خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے یعنی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ کا وقت آنے تک سارے بنی اسرائیل اور یہودی مذکورہ بالا مقدس شخصیات میں سے کسی کو مخصوص کئے بغیر عمومی طور پر ہر ایک کی مختلف خوبیوں اور خاصیتوں پر بحث و گفتگو کیا کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ حضرت عیسیٰ کو لا تعداد مصائب کا سامنا کرنا پڑا، جب آپ نے معجزات دکھائے تو لوگوں کی اکثریت نے انہیں وہی ''آفاقی رہنما'' سمجھا جس نے آخری زمانہ میں آنا تھا، اسی غلط فہمی نے جناب یوحنا کو حضرت عیسیٰ سے دریافت کرنے پر مجبور کر دیا

اور یوحنا نے قید خانہ میں مسیح کے کاموں کا حال سن کر اپنے دو شاگردوں کی معرفت اس سے پچھوا بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں، یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ جو کچھ تم سنتے اور دیکھتے ہو جا کر یوحنا سے بیان کر دو کہ اندھے دیکھتے ہیں، لنگڑے چلتے پھرتے ہیں، کوڑھی پاک صاف کئے جاتے ہیں، بہرے سنتے ہیں، مردے زندہ کئے جاتے ہیں، اور غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے اور مبارک وہ ہے جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے (یعنی جو کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو) ...... (متی کی انجیل، باب 11، آیات 2 تا 6)

اس کتاب کے باب 16 میں آیات 13 اور 14 میں بیان کیا گیا ہے کہ

’’جب یسوع قیصریہ فلپی کے علاقے میں آیا تو اس نے اپنے شاگردوں سے یہ پوچھا کہ لوگ مجھ ابن آدم کو کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بعض یوحنا بپتسمہ دینے والا کہتے ہیں بعض ایلیا اور دیگر (لوگ) یرمیاہ، یا نبیوں میں سے کوئی ’’ایک‘‘ کہتے ہیں‘‘

اس زمانہ میں کوئی بھی جناب یوحنا سے زیادہ قابل عزت واحترام نہ سمجھا جاتا تھا لوگ انہیں اِن کی شہادت کے بعد بھی زندہ (موجود) سمجھتے تھے، کچھ لوگ جناب یرمیاہ کے صحائف سے محبت رکھتے تھے، یہ سب اس حقیقت کی وجہ سے تھا کہ زیادہ تر انبیاء اپنی دوبارہ واپسی یا ظاہر ہونے کی پیشین گوئیاں کر چکے تھے

(اس بات پر آئندہ ابواب میں بحث کی جائے گی)

یہی وجہ تھی کہ جو لوگ جناب یرمیاہ سے محبت رکھتے تھے انہوں نے حضرت عیسیٰ کو ان کے طور پر لیا، کچھ دوسرے لوگ ایلیا کا انتظار کر رہے تھے اور کچھ اس عظیم آفاقی رہنما کی آمد کا انتظار کرتے تھے جس نے آخری زمانہ میں آنا تھا اس لئے لوگوں کی اکثریت نے حضرت عیسیٰ کو وہی رہنما سمجھا حالانکہ اس مذکورہ عظیم آفاقی رہنما کی صفات نہایت حد تک مشہور و معلوم تھیں۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ کا ایک عورت کے ساتھ مکالمہ ہے...... (بہ حوالہ یوحنا کی انجیل، باب 4، آیت 25)

عورت نے اس سے کہا میں جانتی ہوں کہ مسیح جو خرمتس (Chirst) کہلاتا ہے آنے والا ہے، جب وہ آئے گا تو ہمیں سب باتیں بتا دے گا۔

اسی طرح جب حضرت عیسیٰ نے گلیل کی جھیل کے موقع پر اپنا مشہور معجزہ دکھایا تو جو

لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے اپنے خیال یا نظریے کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا...... پس جو معجزہ اس نے دکھایا اسے دیکھ کر وہ لوگ کہنے لگے کہ وہ نبی جو دنیا میں آنے والا تھا فی الحقیقت یہی ہے...... (یوحنا کی انجیل، باب 6، آیت 14)

اسی طرح عارف یوحنا کی کتاب میں ایک دوسرے موقع پر یہ بتایا گیا ہے کہ

لیکن دیکھو یہ صاف صاف دلیری سے بات کرتا ہے اور وہ اس سے کچھ نہیں کہتے کیا ہوسکتا ہے کہ سرداروں نے سچ جان لیا کہ یہی مسیح ہے

یہ کیسے (مسیح) ہوسکتا ہے (کیونکہ) اس کو تو ہم جانتے ہیں کہ کہاں کا ہے مگر مسیح جب آئے گا تو کوئی نہ جانے گا کہ وہ کہاں کا ہے...... (باب 7، آیات 26-27)

''مگر (مجمع میں سے) بہت سے لوگ اس پر ایمان لائے اور کہنے لگے کہ مسیح جب آئے گا تو کیا ان سے زیادہ معجزے دکھائے گا'' (یوحنا کی انجیل، باب 7، آیت 31)

تمام یہودیوں کا اعتقاد تھا کہ دنیا کے مسیح نے آنا ہے، ان کا خیال تھا کہ وہ یہودیوں کا بادشاہ بنے گا، اس لئے انہوں نے اپنے ان نظریات وخیالات کا اظہار حضرت عیسیٰ کی عدالت کے وقت بار بار کیا، مثال کے طور پر جب حضرت عیسیٰ نذر وقربانی کی دعوت یا عید تجدید کے وقت ہیکل سلیمانی کی راہداری میں چل رہے تھے، یہودی ان کے اردگرد اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ

تو کب تک ہمارے دل کو ڈانواں ڈول رکھے گا اگر تو مسیح ہے تو ہم سے صاف صاف کہہ دے...... (یوحنا کی انجیل، باب 10، آیت 24)

مذکورہ بالا کتاب جس کا حوالہ ابھی دیا ہے اس میں ایک عورت مارتھا کا ایک قول موجود ہے، اس نے اس سے کہا ہاں اے خداوند میں ایمان لا چکی ہوں کہ خدا کا

بیٹا مسیح جو دنیا میں آنے والا تھا تو ہی ہے۔ (یوحنا کی انجیل، باب 11، آیت 27)

لیکن مسیحِ عالم کی خصوصیات جو مشہور عام تھیں وہ حضرت عیسیٰ میں نہیں پائی جاتی تھیں اس لئے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کے خلاف کاروائی کی، مذکورہ خصوصیات کا مطالبہ تو حضرت عیسیٰ کے شاگردوں (حواریوں) نے بھی کیا تھا، مثال کے طور پر جب حضرت عیسیٰ نے اپنے صلیب پر چڑھائے جانے کے وقت کے بارے میں پیشگی بتایا تو لوگ حیرت زدہ رہ گئے اور انہوں نے سوالات کرنا شروع کردیئے اور پوچھا

ہم نے شریعت کی یہ بات سنی ہے کہ مسیح ابد تک رہے گا پھر تو کیونکر کہتا ہے کہ ابن آدم کا بلندی (صلیب) پر چڑھایا جانا ضرور ہے، یہ ابن آدم کون ہے؟

(یوحنا کی انجیل، باب 12، آیت 34)

یہ اس وجہ سے تھا کہ مسیح عالم (نجات دہندہ) کا جو تصور گذشتہ انبیاء کے ادیان سے پھیلا تھا اور رائج تھا وہ یہ تھا کہ وہ بڑی شان وشوکت اور دبدبہ وعظمت کے ساتھ ایک نہ ختم ہونے والی زندگی کے ساتھ تا ابد حکومت کرے گا اور یہ کہ وہ نہ ماننے والوں اور مخالفین وظالمین سے انتقام لے گا اور انہیں تباہ کردے گا

یہی وجہ تھی کہ جب یہودا جو حضرت عیسیٰ کے بارہ حواریوں یا نائبین میں سے ایک تھا مذکورہ صفات حضرت عیسیٰ میں نہ پا سکا تو اس نے انہیں ماننے سے انکار کردیا حتیٰ کہ خدا سے بھی انکاری ہوگیا، یہ اس لئے ہوا کیونکہ اس کے ذہن میں مسیح عالم کا جو تصور تھا وہ ایک عظیم و عالیشان بادشاہ، ایک عادل حکمران اور مکاروں و بدکاروں سے انتقام لینے والا اور ایک نہ ختم ہونے والی زندگی کے حامل کا تھا لیکن

حضرت عیسیٰ کی تعلیمات و تبلیغات میں معاف کر دینے کو سب سے بڑھ کر خاص اہمیت حاصل تھی اور یہ حکم دیا گیا تھا کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو اسے دوسرا گال بھی پیش کر دیا جائے، یہودا نے اس بادشاہ کے ظہور کا مسلسل انتظار کیا جو انتقام لے گا لیکن جب وہ بالکل مایوس ہو گیا تو اس نے صرف چند سکوں کی خاطر خود حضرت عیسیٰ کو گرفتار کروا دیا، ان کی گرفتاری کے بعد وہ ضمیر کی خلش سے بہت پشیمان ہوا، اس نے سوچا کہ اگر چہ حضرت عیسیٰ، مسیح عالم تو نہیں ہو سکتے مگر وہ ایک بے مثال کردار کی مالک شخصیت تو تھے لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی حتیٰ کہ ان کی حراست کے بعد بھی یہودیوں اور یروشلم کے لوگوں نے اس کا حوالہ و ذکر جاری رکھا، مسیح عالم کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ ہر چھپی ہوئی شئے یا بات کو جانتا تھا، جب حضرت عیسیٰ گرفتار ہو گئے تو یہودی سپاہیوں نے خاص طور پر اسی مخصوص صفت کے حوالے سے حضرت عیسیٰ سے مذاق کیا۔ لوقا کی کتاب میں ہے

''اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اس کا ٹھٹھہ و مذاق اڑاتے اور اسے ضرب لگاتے تھے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے پوچھتے تھے کہ نبوت (کے ذریعے) سے بتا تجھے کس نے مارا ہے؟'' ...... (باب 22، آیات 63-64)

مسیح عالم کی مخصوص صفات میں سے ایک یہ تھی کہ اس کی حکومت کو تا ابد باقی رہنا تھا اس خاص نسبت کو حضرت عیسیٰ کے ساتھ بطور الزام جوڑا گیا کیونکہ لوگ ان کو مسیح کہہ کر پکارتے تھے اور مسیح وہ تھا کہ جس نے ساری دنیا کا تنہا حکمران بننا تھا

اِسی لئے انہوں نے حضرت عیسیٰ پر الزام تھوپ دیا کہ یہ خود کو یہودیوں کا بادشاہ کہتے ہیں، صلیب کے اوپر ان کے گلے میں جو فردِ جرم لٹکائی گئی تھی اس میں یہی

الزامات تھے

''اور یونانی اور لاطینی اور عبرانی میں لکھا ہوا ایک نوشتہ بھی اس کے اوپر لگایا گیا تھا کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے'' ...... (لوقا کی انجیل، باب 23، آیت 38)

جب حضرت عیسیٰ کو پیلاطس کے سامنے لایا گیا تو یہودیوں کے سردار نے بالکل یہی الزامات عائد کیے

''اور انہوں نے اس پر الزام لگانا شروع کر دیئے کہ اسے ہم نے اپنی قوم کو بہکاتے اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتے پایا'' (لوقا کی انجیل، باب 23، آیت 2)

مسیح کا خطاب تو بنی اسرائیل کی بادشاہت کے مترادف تھا، انجام یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ کو ایک بدنام زمانہ ڈاکو باراباس کی جگہ صلیب پر لٹکانے کا حکم دے دیا گیا دو دیگر اشخاص کو کہ وہ بھی ڈاکو تھے حضرت عیسیٰ کے ساتھ صلیب پر لٹکا دیا گیا۔ ان میں سے ایک نے، جبکہ وہ صلیب پر لٹکا ہوا تھا مسیح موعود کے تصور کا حوالہ دیا کیونکہ وہ مسیح جس نے آخری دور میں آنا تھا وہ ظالمین سے انتقام لینے والے کے طور پر معلوم و متعارف تھا کہ کوئی بھی اس پر قابو پانے کے قابل نہیں ہو سکے گا

اسی صفت کا حوالہ دیتے ہوئے مصلوب ڈاکوؤں میں سے ایک نے حضرت عیسیٰ سے چبھتے ہوئے لہجہ میں کہا

''کیا آپ مسیح ہیں؟ اگر آپ ہی مسیح ہیں تو خود کو اور ہمیں بچائیں''

''پھر جو بدکار صلیب پر لٹکائے گئے تھے ان میں سے ایک اسے طعنہ دے کر یا شکوہ کر کے کہنے لگا اگر تم ہی مسیح ہو تو اپنے آپ کو اور ہمیں بچاؤ''

(لوقا کی انجیل، باب 23، آیت 39)

راہ گیروں نے بھی ویسے ہی چبھتے ہوئے جملے کسے اور کہا

''اے مسیح! اے اسرائیل کے بادشاہ! اپنے آپ کو صلیب سے چھڑاؤ''

ان ساری منقولہ عبارات کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم آسانی سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ یہودیوں کے درمیان مسیحِ عالم کا تصور کتنی مضبوط اور گہری جڑیں رکھتا تھا تمام بنی اسرائیل اور حضرت ابراہیم کے ماننے والے بڑی پختگی سے یہ یقین رکھتے تھے کہ آخری زمانہ میں بنی اسرائیل کا بادشاہ آئے گا، اس کی حکومت ہمیشہ ہمیشہ تک باقی رہے گی، آسمان اور زمین کی ساری قوتیں اور طاقتیں اس کے ہمراہ ہوں گی، وہ بادلوں پر سوار ہوگا، وہ اپنے ہاتھ میں ایک تلوار لے کر ابھرے گا، تمام ظالمین کو تباہ کر دے گا، مظلومین کا انتقام لے گا، ساری دنیا پر صرف ایک ہی دین کا غلبہ یا حکومت ہوگی، زمین امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گی اور کوئی کسی پر ذرا سا بھی ظلم وستم کرنے کے قابل نہیں ہوگا۔ چونکہ آخری دور کے مصلح کا تصور یہودیوں میں موجود تھا لہٰذا حضرت عیسیٰ نے اس مقدس شخصیت کا ذکر بھی اپنی تبلیغات کے دوران کیا تھا اور ان کی آمد کے ساتھ خود اپنی آمد کی پیشین گوئی بھی کی تھی، جیسے انہوں نے آفاقی رہنما کی آمد کے متعلق پیشین گوئی کی تھی ویسے ہی انہوں نے پیغمبر اسلام کی آمد کے بارے میں بھی پیشگی اطلاع دی تھی میں مختصر طور پر اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں

جب حضرت عیسیٰ نے لوگوں کو بتایا کہ وہ دنیا چھوڑ کر جا رہے ہیں، اسی وقت انہوں نے اپنے بعد ایک عظیم رسولؐ کی آمد کے بارے میں بھی بتایا تھا

''تم سن چکے ہو کہ میں نے تم سے کہا کہ میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں، اگر تم مجھ سے محبت رکھتے تو اس بات سے خوش ہوتے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں کیونکہ باپ مجھ سے بڑا ہے اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب یہ ہو جائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں''

(یوحنا کی انجیل، باب 14، آیات 28 تا 30)

''لیکن جب وہ مددگار اور نجات دہندہ آئے گا جس کو میں تمہارے باپ کی طرف سے بھیجوں گا حتیٰ کہ روحِ حق جو باپ کی طرف سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری تصدیق کرے گا اور تم بھی گواہ ہو گے کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو''

(یوحنا کی انجیل، باب 15، آیات 26-27)

''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار آرام پہنچانے والا تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر میں جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور جب وہ آ جائے گا تو وہ دنیا کو گناہ اور راستباری اور عدالت کے بارے میں سرزنش کرے گا یا قصوروار ٹھہرائے گا''

(یوحنا کی انجیل، باب 16، آیات 7-8)

''لیکن جب وہ (یعنی روحِ حق) آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو کچھ (وحی سے) سنے گا وہی کہے گا اور وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا، وہ میری شان بڑھائے گا۔ (یوحنا، باب 16، آیت 13)

ان گذشتہ آیات کی عمومی تشریح وتفسیر یہ کی جاتی ہے کہ یہ روح القدس کے بارے میں ہیں، چونکہ جن لوگوں کے پاس مستقبل میں آنے والے کسی رسول کا تصور یا

نظریہ نہیں تھا انہوں نے قصداً ان آیات کو روح القدس سے منسوب کیا لیکن کوئی بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت عیسیٰ کے بعد سے لے کر پاک پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ تو روح القدس نے کسی شخص سے کوئی ملاقات کی تھی اور نہ ہی کسی کو رسول ہونے کا اعزاز عطا ہوا تھا، کسی نے بھی حضرت عیسیٰ کی عصمت و معصومیت و بے گناہی کی تصدیق نہیں کی تھی جیسے کہ پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی تھی

اسی طرح کنواری مریم کی عصمت و پاکیزگی کو کسی نے اس طرح سختی و مضبوطی سے ثابت نہیں کیا جیسا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت کیا، آپ کی خصوصی نشانی جو حضرت موسیٰ نے بتائی تھی یہ تھی کہ آنے والا عظیم رسول کچھ بھی اپنی مرضی ومنشا سے نہیں کہے گا بلکہ وہ وہی کچھ کہے گا جس کا حق تعالیٰ ان کو کہنے کیلئے حکم دے گا۔ اس نشانی کو قرآن پاک میں بھی دہرایا گیا ہے کہ

☆وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الهَوٰى () اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى () ...... (سورۃ النجم، آیات 3-4)

''وہ تو اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں بولتے ہیں جب تک کہ وحی الٰہی کے ذریعے ان کو حکم نہیں دیا جاتا ہے''

یہ ایک وسیع موضوع ہے اور اس پر بہت سی کتب لکھی جا چکی ہیں ان سب کا حوالہ دینا اس کتاب کی ضخامت میں اضافہ کرنے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا میں بہت مختصر کرتا ہوں، محض اس لئے کہ تمام مذاہب میں مستقبل میں آنے والی بہت سی شخصیات کے متعلق پیشین گوئیاں ہیں، ہمیں اپنے آپ کو صرف اس آخری عظیم شہنشاہ تک محدود کرنا ہے جس کا بہت سے انبیاء نے وعدہ فرمایا ہے ہمیں ان کو ان

کی امتیازی خصوصیات، مخصوص حوالوں، نسبتوں یا متعلقات سے شناخت کرنا ہے اور ہمیں ان کی نصرت لازمی کرنا چاہیے

ماضی میں جب کبھی ایک اِلہامی مذہب کسی دوسرے اِلہامی مذہب سے ٹکرایا تو یہ محض اس حقیقت کی بنا پر ہوا تھا کہ مذکورہ بالا مخصوص نسبتوں، حوالوں یا منسوبات و متعلقات کو صحیح طور پر سمجھا نہیں جا سکا تھا

اسلام کی آمد کے بعد پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ویسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا جن کا سامنا حضرت موسیٰ نے کیا تھا اور بعد میں حضرت عیسیٰ نے کیا، ہمارے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ویسے ہی اعتراضات کی زد میں آئے جو کہ ماضی میں اٹھائے جا چکے تھے، یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ اسرائیلی حضرت موسیٰ کا انتظار کر رہے تھے اور مصر کے فرعون بھی ان کا انتظار کر رہے تھے لیکن جب وہ تشریف لائے تو نشانیوں اور صفات میں بے ترتیبی و ابتری کی وجہ سے انہوں نے ان کو بطور ایک رسول کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، حضرت موسیٰ کے سچے اور نیک و متقی پیروکار حضرت عیسیٰ کے متعلق پیشین گوئیاں پڑھ چکے تھے

نبی یسعیاہ نے پیشین گوئی کی تھی کہ ''پکارنے والے کی آواز بیابان میں کہ خداوند کی راہ درست و تیار کرو، صحرا میں ہمارے خدا کیلئے ایک شاہراہ ہموار کرو، ہر ایک وادی درست کی جائے یا سجائی جائے'' ...... (یسعیاہ، باب 40، آیات 3-4)

'' خداوند خود تم کو ایک نشانی بخشے گا دیکھ ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی، وہ دہی اور شہد کھائے گا جب تک کہ وہ نیکی

و بدی کے رد و قبول کے قابل نہ ہو‘‘ ...... (یسعیاہ، باب 7، آیات 14-15)

پس اس حقیقت کے باوجود کہ واضح پیشین گوئیاں موجود تھیں متعدد مختلف قسم کی خصوصیات کے مابین موجودہ بے ترتیبی یا الجھن حضرت عیسیٰ کو اپنی پہچان کروانے کی راہ میں حائل ہوگئی وہ اپنے گرد ایک تھوڑی سی تعداد میں پیروکاروں کو اکٹھا کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکے، وہ لوگ جو ماضی میں ان کیلئے دعائیں کرتے رہتے تھے جب حضرت عیسیٰ تشریف لے آئے تو وہی ان کے خلاف اعتراضات اٹھانے میں سب سے آگے تھے، بالکل اسی طرح پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ویسی ہی دشواریوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا، قرآن پاک ان سارے رویوں کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتا ہے

☆ وَ لَمَّا جَآءَ هُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ () ...... (سورۃ البقرہ، آیت 89)

’’اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب آئی جو ان کے پاس والی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور پہلے وہ خود کافروں کے خلاف فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے پس جب وہ ان کے پاس آ گئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا‘‘

یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان ایک تصور پھیلا ہوا تھا کہ خدا فرشتوں کے ساتھ آئے گا، وہ بادلوں پر سوار ہوگا، اور عدل قائم کرے گا وغیرہ، یہ ساری نشانیاں تو اسی مقدس شخصیت سے متعلق تھیں جس نے آخری زمانہ میں آنا تھا لیکن انہوں نے اپنے انکار کی بنیاد انہی نشانیوں پر رکھی، ان کی سوچ کو سورۃ بقرہ کی

آیت 210 میں مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے

☆هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّاتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ قُضِىَ الاَمْرُ (ط)

''کیا وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کے سایہ میں فرشتوں کے ساتھ آئے اور سارے معاملات کا فیصلہ ہو جائے''

یہ علامات یا نشانیاں آخری دور کے عظیم آفاقی رہنما سے مخصوص ہیں اور انہوں نے ان سب کا مطالبہ پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا یہی وہ نکتہ تھا کہ جس سے انہوں نے ماننے سے انکار کرنا شروع کیا، یہودیوں اور عیسائیوں کی اسی طرح کی سوچ ونظریہ کو سورۂ انعام میں ظاہر کیا گیا ہے اور اس کا جواب دیا گیا ہے

☆هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ تَاتِيَهُمُ المُلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاتِىَ رَبُّكَ اَوْ يَاتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَومَ يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا اِيْمَانِهَا لَم تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِىْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ()......(سورۂ انعام، آیت 159)

''یقیناً کیا وہ اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تمہارا رب آ جائے یا تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آئیں جس دن تمہارے رب کی نشانیوں میں سے ایک نشانی آ جائے گی تو کسی نفس کو جو پہلے سے ہی ایمان نہ لا چکا ہو گا یا جس نے اپنے ایمان میں سے کوئی نیکی (عمل صالح) نہ کمائی ہو گی اس کا ایمان (لانا) بھی فائدہ نہ دے گا کہہ دو کہ تم انتظار کرو ہم بھی (اس کا) انتظار کرنے والے ہیں''

ان کے اسی رویے کو سورۂ نحل میں بیان کیا گیا ہے

☆هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ تَاتِيَهُمُ المَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ (ط)...... (سورۂ النحل، آیت33)

''کیا وہ (اس بات کا) انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا تیرے رب کا حکم (امر) آ جائے''

میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ سارے کے سارے اختلافات اس حقیقت سے پیدا ہوئے کہ لوگ آخری عظیم رہنما کی نشانیوں اور مخصوص صفات کو سمجھ نہ سکے، اگر ہر امت نے اپنے نبی کو بالکل آخری ہونے کے طور پر نہ لیا ہوتا اور گذشتہ یعنی جانے والے نبی کی پیشین گوئیوں کی روشنی میں اس کا استقبال کرتے تو انسانیت اس تباہی و بربادی سے بچ گئی ہوتی جس کا اس نے سامنا کیا

اب ہمیں ماضی کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے لازماً سبق لینا چاہیے، انہیں دہرانے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے، ہمیں چاہیے کہ آنے والی مقدس ذات کیلئے مل کر راستہ صاف اور ہموار کریں، ان کی تمام نشانیوں اور علامات کو جو کہ سارے مذاہب کی مقدس کتابوں میں موجود ہیں اکٹھا کرنا چاہیے اور چھپوا کر عوام کے سامنے لانا چاہیے تاکہ جب وہ تشریف لائیں تو وہ اپنے لئے ایک بالکل تیار شدہ پلیٹ فارم حاصل کر سکیں

ہر نبی نے آفاقی رہنما کی مخصوص صفات کے بارے میں بتایا ہے، ان کی آمد کو مخصوص نشانیوں کے ساتھ بیان کیا ہے، ان کے نہ ماننے والوں کو ان کی تلوار کے انتقام اور عدل سے ڈرانے کی کوشش کی ہے، اور ان کے ماننے والوں کو ایک خوشگوار مستقبل کی اچھی نوید دی ہے، کیونکہ اس عظیم شہنشاہ کی حکومت ہی دراصل خدا کی حکومت ہے جس میں ایک عظیم انقلاب آئے گا، ستم رسیدہ، غریبوں اور

مظلومین کیلئے ابدی و مستقل مسرت مہیا ہوگی، حضرت داوٗد، حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء نے یہی اچھی نوید اس (رہنما) کے دور سے تعلق رکھنے والے غریبوں کو دی تھی

موعودؑ الرسل کی علامات

سارے نبیوں نے اپنے دور میں اپنے اردگرد کے لوگوں کو ان برائیوں تشدد اور ظلم وستم کے بارے میں بتایا تھا جو کہ آخری دور میں واقع ہونا تھا، انہوں نے (عوام) اپنی امت کو منتقم حقیقی کے انصاف اور انتقام سے ڈرانے کی بھی کوشش کی اور یوں انہوں نے سب کو توبہ واستغفار کی طرف لانے کی جانفشانی سے جدو جہد کی، جیسے قرآن پاک نے انسانی کردار وسیرت کی بہتری ترقی اور اصلاح کیلئے بتایا کہ روز قیامت بالکل قریب ہے بالکل اسی طرح ہر نبی نے اپنے زمانے میں لوگوں سے فرمایا تھا کہ آفاقی رہنما کی آمد بالکل قریب ہے اور لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے کردار کی اصلاح کریں انہوں نے اپنے ماننے والوں کو یہ کہہ کر ڈرایا کہ عظیم رہنما کی حکومت دراصل خالق و مالک ذات کی حکومت ہوگی اور اس کی حکومت کا دن ''خدا کا دن'' ہوگا مثال کے طور پر یوحنا نے اعلان کیا تھا

''ان دنوں میں یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا اور یہودیہ کے بیابان میں یہ منادی کرنے لگا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے''

(متی کی انجیل، باب 3، آیات 1-2)

اس نے دراصل آخری دور کے عظیم حکمران کی حکمرانی کے متعلق اعلان کیا تھا عیسائیوں میں سے اکثر یہ سوچتے ہیں کہ اس نے حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کا اعلان کیا تھا جبکہ (آپ دیکھیں کہ) خود حضرت عیسیٰ نے انہی الفاظ میں یہ پیشین

گوئی کی تھی، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ گذشتہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰ کے متعلق نہیں تھی بلکہ عظیم آفاقی رہنما کی یاددہانی میں تھی جس کے متعلق سارے ہی انبیاء نے تقریباً یکساں الفاظ میں پیشگی اطلاع دی تھی جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی تبلیغات میں یہی بات فرمائی

''اس وقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے'' ...... (متی کی انجیل، باب 4، آیت 17)

''(پھر یوحنا کو پکڑوائے جانے کے بعد) یسوع نے گلیل میں آ کر خدا کی بادشاہی کی خوشخبری کی تبلیغ یا منادی کی اور کہا کہ وقت پورا ہوگیا ہے اور خدا کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے توبہ کرو اور خوشخبری پر ایمان لاؤ''

(مرقس کی انجیل، باب 1، آیات 14-15)

بالکل اسی انداز میں سینٹ لوقا کی کتاب میں ہے

''جب دن ہوا تو وہ نکل کر ایک ویران جگہ میں گیا اور لوگوں کی بھیڑ اس کو ڈھونڈتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس کو روکنے لگی کہ ہمارے پاس سے نہ جا اس نے ان سے کہا کہ مجھے اور شہروں میں بھی خدا کی بادشاہی کی خوشخبری ضرور سنانا ہے کیونکہ میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں'' ...... (لوقا کی انجیل، باب 4، آیت 43)

خدا کی وعدہ کی گئی سلطنت کو آخری زمانے میں قائم ہونا ہے کیونکہ وہ دور جس میں مذکورہ اعلان کیا گیا تھا اس وقت سے لے کر حضرت عیسیٰ کے آخری وقت تک یہ سارا دور وہ تھا جس میں ظالمین کی اکثریت وغلبہ تھا، وعدۂ الٰہی تو آخری زمانے میں پورا ہوگا جب حضرت عیسیٰ حقیقی عظمت اور شان وشوکت سے تشریف لائیں

گے، نبی یسعیاہ نے اس آسمانی رہنما کے ظہور کے متعلق بتاتے ہوئے اس حقیقت کی مزید وضاحت بذریعہ منظر کشی فرمائی ہے کہ انبیاء کی پیشین گوئیوں سے کون سی ہستی مراد ہے؟ وہ کہتے ہیں

''پہاڑوں میں ایک ہجوم کا شور ہے گویا بڑے عظیم الشان لشکر کا مملکتوں کی قوموں کے اجتماع کا ہنگامہ خیز شور وغوغا ہے، رب الافواج جنگ کیلئے لشکر جمع کرتا ہے، وہ آسمان کی انتہا کے ایک دور ملک سے آئے ہیں، ہاں خداوند بھی اور اس کے قہر کے ہتھیار بھی ساری زمین کو تباہ کرنے کیلئے (آئے) ہیں، اب تم واویلا کرو کیونکہ خداوند کا دن نزدیک ہے، وہ قادر مطلق کی طرف سے ایک بری ہلاکت کی مانند آئے گا'' ...... (یسعیاہ، باب 13، آیات 4-6)

وہ مزید واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آسمانی حکومت کا دن یا خدا کا دن ظالمین اور بدکاروں کیلئے سختی و اذیت کا دن ہوگا

دیکھو خداوند(1) کا وہ دن آتا ہے جو غضب میں اور قہر شدید میں سخت درشت ہے تا کہ ملک کو ویران کرے اور گنہگاروں کو اس پر سے نیست ونابود کرے''

(یسعیاہ، باب 13، آیت 9)

اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی حکومت کا تصور ایک طرف تو غریبوں اور مظلوموں کیلئے پرمسرت بشارت ہے اور دوسری طرف ظالمین اور بدکاروں کیلئے اذیت و

1 ...... وہ لوگ جو آسمانی صحائف کا مزاج و انداز سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ لفظ ''Lord'' ہر جگہ حق تعالیٰ کیلئے استعمال نہیں ہوتا بعض اوقات اس کا مطلب ہوتا ہے آقا یا مالک۔ انہی معنوں میں اسے حق تعالیٰ کیلئے بھی بولا جاتا ہے

تشدد اور سزا کی خبر ہے، جنابِ میکاہ کے خوابوں سے یہ بھی ثابت ہوگیا ہے کہ آسمانی سلطنت سرکشوں کیلئے بربادی اور ظالمین کیلئے ایک بدلہ و انتقام ہوگا

''اے سب لوگو! سنو، اے زمین اور اے ساکنان زمین کان لگاؤ، اور خداوند خدا ہاں خداوند اپنے مقدس مسکن سے تم پر گواہی دے کیونکہ دیکھو خداوند اپنے مسکن سے باہر آتا ہے اور نازل ہوکر زمین کے اونچے مقاموں کو پامال کرے گا (یعنی سرکشوں کو نیست و نابود کرے گا)'' ...... (میکاہ، باب 1، آیات 2-3)

''خداوند قہر کرنے میں دھیما اور قدرت میں بڑھ کر ہے اور بدکار یا مجرم کو ہرگز بری نہ کرے گا، خداوند کی راہ گرد باد اور آندھی میں ہے اور بادل اس کے پاؤں کی دھول ہیں'' ...... (ناحوم، باب 1، آیت 3)

بالکل اسی انداز میں نبی عاموس نے اپنے لوگوں کو اس شخصیت کے بارے میں بتایا تھا جو فرشتوں کی فوج کا کمانڈر ہے

''اے اسرائیل! تو اپنے خدا سے ملاقات کی تیاری کر'' (عاموس، باب 4، آیت 12)

حضرت داؤد کی زبور میں یہ بات تفصیل کے ساتھ موجود ہے

''رب خداوند خدا نے کلام کیا اور مشرق سے مغرب تک دنیا کو بلایا صیہون سے جو حسن کا کمال ہے خدا جلوہ گر ہوا ہے ہمارا خدا آئے گا اور خاموش نہیں رہے گا ایک آگ اس کے آگے آگے سب کچھ بھسم کرتی جائے گی اور اس کے چاروں طرف بڑی آندھی چلے گی، اپنی امت کی عدالت کرنے کیلئے وہ آسمان و زمین کو طلب کرے گا کہ میرے مقدسوں کو میرے حضور جمع کرو جنہوں نے قربانی کے ذریعے میرے ساتھ عہد باندھا ہے اور آسمان اس کی حق و صداقت کا اعلان

کریں گے کیونکہ آج خدا آپ ہی انصاف کرنے والا ہے‘‘ (زبور-50،آیات 1-6)

گذشتہ آیات کا تقابلی جائزہ صاف طور پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ لفظ (God) جو وہاں ہے وہ حق تعالیٰ کو ظاہر یا نامزد نہیں کرتا، کیونکہ وہ (حق تعالیٰ) تو حاضر و ناظر ہے یعنی ہر جگہ ہے، اس لئے اسے کہیں آنے اور جانے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے جسمانی و مادی آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں، اس لفظ خدا (God) سے حضرت عیسیٰ بھی مراد نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے وقت یا زمانے میں عدل و انتقام کو نافذ العمل نہیں کیا تھا، یہ سب کچھ تو آخری زمانہ میں واقع ہونا ہے

عہد نامہ قدیم، استثنا، باب 32، آیت 35 میں خبردار کیا گیا ہے کہ

’’اس وقت جب ان کے پاؤں پھسلیں گے تو انتقام لینا اور بدلہ دینا میرا کام ہوگا کیونکہ ان کی آفت یا بدبختی کا دن نزدیک ہے‘‘

اس معاملے کے اس رُخ پر قرآن پاک یہ کہہ کر مزید روشنی ڈالتا ہے کہ انبیاء کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو وہ دن یاد دلائیں جب خدا کی بادشاہی وحکومت نے پھیلنا اور غلبہ پانا ہے، دراصل یہ اس ذات (شخصیت) کی حکومت ہے جس کا وعدہ تقریباً تمام انبیاء نے دیا تھا

اسی طرح تفسیر عیاشی، جلد اول کے صفحہ 199 پر سورۂ آل عمران کی آیت 140

☆وَ تِلْكَ الاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ......(ج) یہ تو وہ ایام ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں

کی تشریح کرتے ہوئے جناب ابوعبداللہ نے اپنے ساتھی زرارہ سے فرمایا تھا کہ چونکہ آدم سے لے کر آج تک شریر (شیطان) اور ظالمین کا دور دورہ رہا ہے، خدا کی حکومت تو تب ہوگی جب عظیم رہنما کا ظہور ہوگا

خدائی قانون کے (نفاذ کے) دن کو ہی خدا کا دن کہا گیا ہے، سورۂ ابراہیم کی پانچویں آیت مبارکہ میں ارشادِ قدرت ہے کہ......... ☆وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰهِ.......... (ط)

''اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال اور انہیں اللہ کے دن (ایام اللہ) یاد دلا''

تفسیر قمی میں امام محمدؑ باقر علیہ السلام (خاندان نبوت کے ایک فرد) نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کے ایام تین ہیں

(1) وہ دن جس دن آخری عظیم رہنما ظہور فرمائیں گے

(2) موت کا دن اور

(3) دوبارہ اٹھائے جانے کا دن (یعنی یوم حساب یا قیامت کا دن)

اگر ہم زیادہ باریک بینی سے دیکھیں تو ان تمام ایام میں (رب سے) ملاقات کا ایک مشترکہ رنگ موجود ہے، موت ایک انسان کی اس کے خدا سے ملاقات ہی ہے، قیامت کا دن بھی خدا کے ساتھ ایک ملاقات ہے، اور آخری عظیم رہنما کا ظہور پرنور بھی خدا کے ساتھ ایک ملاقات ہے، کیونکہ ان کی حکومت ہی مقدس آسمانی حکمرانی ہوگی یہی وجہ ہے کہ سارے انبیاء نے اپنے لوگوں کو مالک خدا سے ملاقات کی پرمسرت نوید و بشارت دی تھی اور یہ ہدایت بھی کی تھی کہ اس کیلئے ہمیشہ اور ہر لحاظ سے مناسب حال طریقے سے تیار رہیں

''او اسرائیل تو اپنے خدا سے ملاقات کی تیاری کر''...... (عاموس، باب 4، آیت 12)

سورۂ بقرہ میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے

☆وَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ()......(سورۃ البقرہ، آیت 223)

''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ تم ضرور اس کے حضور میں پیش ہونے والے ہو (ملاقات کرنے والے ہو) اور مومنین کو خوشخبری دو''

اسی سورۃ بقرہ میں مومنین کے پختہ ایمان کے بارے میں بتاتے ہوئے حق تعالیٰ نے ان کا ایک قول نقل فرمایا ہے کہ

☆قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ().....(سورۃ البقرہ، آیت 249)

''جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا یقین رکھتے تھے، انہوں نے کہا کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے گروہ اللہ تعالیٰ کے اِذن سے بڑے گروہوں پر غالب آ گئے اور اللہ تعالیٰ تو صابرین کے ساتھ ہے''

☆ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ .... (سورۃ انعام، آیت 31)

''یقیناً وہ لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے خدا سے ملاقات کو جھٹلایا''

☆لَعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ()............ (سورۃ انعام، آیت 154)

''تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں''

☆لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ()......(سورۃ الرعد، آیت 2)

''تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات پر یقین کرلو''

☆ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ......(ط)...... (سورۃ العنکبوت، آیت 5)

''جو کوئی اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے انہیں جان لینا چاہیے کہ پس ضرور اللہ کا مقررہ وقت آنے والا ہے''

☆اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ()...... (سورۃ البقرہ، آیت 46)

''جو کہ توقع رکھتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب سے ملاقات کریں گے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں''

اس تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام انبیاء نے آخری دور میں آسمانی بادشاہت و حکمرانی کا ایک تصور دیا تھا، اپنی بہت ساری تبلیغات وتعلیمات میں انہوں نے خدا کی حکومت کے قیام کا وعدہ فرمایا تھا، انہوں نے مومنین کو ایک خوش کن مستقبل کی بشارت دی تھی اور بدکاروں اور مکاروں کو ایک برے انجام سے خبردار کیا تھا، قرآن پاک میں موعود الرسلؐ ذات پاک کے بارے میں بہت ساری آیات موجود ہیں، تمام مذاہب اس نکتے پر متفق و یک زبان ہیں کہ صحیح و سچی مساوات اور عدل کا عملی انتظام و انصرام آنے والے شہنشاہ با اختیار و طاقتور کے دور حکومت میں نافذ ہوگا، اور وہ ظلم و جبر کو مکمل طور پر ختم کر دیں گے

جہاں تک اس ہستی کا تعلق ہے تو اس پر کسی قسم کا کوئی اختلاف موجود نہیں ہے اختلاف صرف اس ذات پاک کے ناموں (مختلف اسماء) تک محدود ہے

ایک سوال ابھرتا ہے کہ ماضی کے انبیاء اس ذات پاک کا اتنی شدت و تیزی سے بار بار ذکر کیوں کرتے تھے؟ ہر دور میں بار بار اس آفاقی رہنما کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس سوال کے بہت سے جوابات ہیں، خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

☆وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ()...... (سورۃ آلِ عمران، آیت 81)

''اور جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جس کتاب وحکمت سے میں نے تمہیں نوازا ہے اور پھر جو کچھ (کتاب وحکمت کی نعمت) تمہارے پاس ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ایک رسول (بھی) تمہارے پاس آئے گا تو تمہیں ضرور اس رسول پر ایمان لانا ہوگا، اور ضرور اس کی مدد (نصرت) کرنا ہوگی۔ اس نے (اللہ نے) کہا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو کہ اس (عہد) پر میرا بوجھ (یہ ذمہ داری جو دی تھی) اٹھالو گے، انہوں نے کہا (ہاں) ہم اقرار کرتے ہیں۔ اس (اللہ) نے کہا کہ پس تم گواہ رہو اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں''

پس ثابت ہوا کہ انبیاء نے اس کی مدد ونصرت کا اقرار وعہد کیا تھا جس نے آخری زمانہ میں آنا تھا

مدد یا نصرت بہت اقسام کی ہوسکتی ہے یعنی قلم و زبان سے نصرت کرنا، زر (روپے) سے نصرت کرنا، اپنی ذات اور افرادی قوت سے نصرت کرنا وغیرہ

مذکورہ بالا اقرار وعہد ان (انبیاء) سے یہ تقاضا کرتا تھا کہ سب سے پہلے زبان سے نصرت کی جائے یعنی آنے والی عظیم ذات کا اُن کی آمد سے پہلے تعارف کروایا جائے تاکہ اس نبی کے پیروکار اس آخری آفاقی رہنما کو پہچاننے کے قابل ہوسکیں اور اس کے بلانے پر اس کو مثبت جواب دیں یا لبیک کہہ سکیں

ہر نبی نے خلوصِ دل سے خواہش کی کہ وہ عظیم رہنما کی مدد کرے تاکہ وہ حکومت الٰہیہ کے قیام میں حصہ دار وشریک بن سکے، ان کی نیت یا قصد یہ تھا کہ اپنی زبانوں سے آخری آفاقی رہنما کی مدد کرکے وہ روز میثاق کئے گئے اپنے عہد کو پورا کرنے کے قابل ہوسکیں گے

﴿ دوسرا جواب ﴾

قرآن پاک میں ارشادِ پروردگار عالمین ہے کہ

☆وَاَشْرَقَتِ الاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِآئَ بِالنَّبِيّنَ وَالشُّهَدَآءِ وَ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ( )...... (سورۃ الزمر، آیت 69)

''اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور شہداء (گواہ) لائے جائیں گے اور ان لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا

جناب مفضل بن عمرو مندرجہ بالا آیت کی تشریح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حوالہ سے یوں بیان کرتے ہیں کہ

☆يَقُوْلُ اِنَّ قٰائِمَنَا عَجَلَ اللّٰهُ فَرجَهٗ اِذَا قَامَ اَشْرَقَتِ الاَرْضِ بِنُوْرِرَبِّهَا

''جب ہمارا قائم عجل اللہ فرجہٗ (یعنی حکومت الٰہیہ کو قائم کرنے والا) آئے گا تو زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی'' ...... (غیبت طوسی، صفحہ 280 ...... الارشاد شیخ مفید)

واضح رہے کہ جب حکومت الٰہیہ کو قائم کرنے والا آئے گا تو زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور لوگوں کو سورج کی روشنی کی احتیاج ہی نہیں رہے گی، سارے انبیاء کو اس زریں دور میں واپس بھیجا جائے گا، ہر دور کے مشہور شہداء بھی واپس آئیں گے، ہر امت کے مظلومین اور ظالمین کو بھی لایا جائے گا اور ان کے مقدمات کا فیصلہ عدل وانصاف سے کیا جائے گا، یہی وجہ تھی کہ ہر نبی نے اپنے اپنے وقت میں بار بار اس کا ذکر کیا تا کہ اس کے ماننے والے اپنے آپ کو تیار کر

لیں اور رب کی عدالت میں شرمسار نہ ہوں۔ انبیاء کا حکومت اِلٰہیہ کے وقت واپس آنا یعنی رجعت مختلف مذاہب کے صحائف سے ثابت ہوتی ہے

''اور اس نے کہا اے دانی ایل تو اپنی راہ لے کیونکہ یہ باتیں آخری وقت تک بند و سربمہر رہیں گی ...... پر تو اپنی راہ لے جب تک کہ موت پوری نہ ہو کیونکہ تو آرام کرے گا اور ایام کے اختتام پر اپنی میراث میں اٹھ کھڑا ہو گا

(دانیال، باب 12، آیات 9-13)

''اور اس وقت تیرے لوگوں میں سے ہر ایک جس کا نام کتاب میں لکھا ہو گا رہائی پائے گا اور جو خاک میں سو رہے ہیں ان میں سے بہتیرے جاگ اٹھیں گے، بعض حیاتِ ابدی کیلئے اور بعض رسوائی اور ذلت ابدی کیلئے'' (دانیال، باب 12، آیات 1-2)

قرآن پاک میں لفظ ''کتاب'' استعمال کیا گیا ہے اور یہاں بھی لفظ ''کتاب'' موجود ہے......قرآن عادلانہ فیصلے کے متعلق بات کرتا ہے اور یہاں بھی یہی سب کچھ بیان کیا گیا ہے

'' دنیا کے سب آسودہ حال لوگ کھائیں گے اور سجدہ کریں گے، وہ سب جو خاک میں مل جاتے ہیں اس کے حضور جھکیں گے'' ...... (زبور-22، آیت 29)

''لیکن خداوند ابد تک تخت نشین رہے گا، اس نے انصاف کرنے کیلئے اپنا تخت تیار کیا ہے، وہی حق و صداقت سے جہان کی عدالت کرے گا، وہ راستی سے قوموں کا انصاف کرے گا اور خداوند مظلوموں کیلئے پناہ گاہ ہو گا'' (زبور-9، آیات 7-9)

اس کا مطلب ہے کہ زندگی کے تمام طبقات کو عدل کے حصول کیلئے آسمانی شہزادے کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ انبیاء، شہداء اور ظالمین و جابرین، سب

ان کی عدالت میں موجود ہوں گے

جب حضرت عیسیٰ کو انگور کا شیرہ پیش کیا گیا تو انہوں نے کہا

'' میں تم سے کہتا ہوں کہ انگور کا یہ شیرہ اس وقت تک نہ پیوں گا جس دن تک کہ تمہارے ساتھ اپنے باپ کی بادشاہی میں اسے نیا نہ پیوں'' (متی، باب 26، آیت 29)

'' تم سن چکے ہو کہ میں نے تم سے کہا کہ میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس دوبارہ آتا ہوں'' (یوحنا کی انجیل، باب 14، آیت 28)

'' کیونکہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا اور اس وقت ہر ایک کو اس کے کاموں کے مطابق بدلہ دے گا''

(متی کی انجیل، باب 16، آیت 27)

اسی طرح سے دیگر انبیاء نے بھی واپسی (رجعت) کے بارے میں بتایا تھا اور قرآن پاک میں بھی ان کی واپسی کے بارے میں بتایا گیا ہے

☆ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ () (سورۂ آلِ عمران، آیت 55)

'' پھر تمہیں میری ہی طرف لوٹنا ہے پس میں تمہارے درمیان ان امور میں جن میں تم اختلاف کرتے ہو فیصلہ کروں گا''

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے سورۂ زمر میں ارشادِ رب العزت ہے کہ زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور انبیاء کو بھیجا جائے گا اور حقیقی عدل کو نافذ کیا جائے گا

اسی بات کا ذکر سورۂ نساء میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ

☆ وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکُوْنُ عَلَیْهِم شَهِیْدًا

(سورۂ نساء، آیت 159)

''اور کوئی شخص اہل کتاب میں سے ایسا نہیں رہے گا جو اس (عیسیٰ) کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے گا اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا''

تفسیر قمی صفحہ 146 ...... تفسیر صافی صفحہ 238 اور البرہان جلد اول صفحہ 426 میں مذکورہ آیت مبارکہ کی تشریح یوں کی گئی ہے کہ

☆ اِن عیسیٰ علیہ السلام ینزل قبل یوم القیامۃ الی الدنیا فلا یبقی اہل ملۃ یھودی و لا نصرانی الا اٰمن بہ قبل موتہٖ

''یقیناً حضرت عیسیٰ قیامت کے دن سے پہلے اس دنیا پر نازل ہوں گے اور کوئی یہودی یا عیسائی ایسا نہ رہے گا جو ان پر ایمان نہیں لائے گا''

سورۂ سجدہ کی آیت مبارکہ 23 میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ☆

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِقَآئِهٖ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ

''بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پس تو اس کے ملنے کے متعلق شک میں مبتلا نہ ہو جانا اور ہم نے اس (کتاب) کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت قرار دیا''

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کم وبیش تمام مذہبی اور اِلہامی کتب میں انبیاء کرام کی ایک مخصوص وقت میں اس دنیا میں واپسی یا رجعت ثابت ہے، اور ایک مذہبی آدمی کیلئے چاہے اس کا تعلق کسی بھی دین یا فرقہ سے ہو فرامین اِلٰہی کے بعد دلائل عقلی کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی ہے

وعدۂ الٰہی

وہ تمام پاک و مقدس ہستیاں جو اس دنیا میں تشریف لائیں ان کی نصرت و حمایت سب سے پہلے مظلوم اور غریب لوگوں کی طرف سے ہوئی، اور یہ امراء اور طاقتور لوگ اور نام نہاد مذہبی اجارہ دار ہی تھے جو ان کی مخالفت میں پیش پیش رہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حق اپنے آغاز میں ہمیشہ ہی کمزور ہوتا ہے لیکن یہ اپنے اندر باقی رہنے اور باطل پر چھا جانے کی صلاحیت رکھتا ہے، روشنی کی کمزور ترین شعاع میں اندھیرے کی دبیز ترین تہوں کو چیرنے کی صلاحیت ہوتی ہے

صدیوں سے انسان کی بدبختی یہ رہی ہے کہ وہ قدیم معاشرتی رسوم و رواج اور روایات کی اندھی پرستش کرتا آیا ہے اور اپنی زندگی کو داؤ پر لگا کر بھی اپنے ذاتی بنائے ہوئے اصولوں، اِرادوں اور معینات و تقررات کی حمایت اور حفاظت کرنے کی کوشش کرتا ہے، بدکاری کے سورماؤں نے انسان کی اس نفسیاتی کمزوری کا ہمیشہ اپنے مفاد میں ناجائز استعمال کیا ہے

فرعون رعمیسس کے دورِ حکومت پر ایک نظر ڈالنا یہ ظاہر کرے گا کہ وہ ظلم اور جبر کی انتہائی حدوں کو پہنچ گیا تھا، بنی اسرائیل شدید ترین سزاؤں کا شکار تھے، ان کے بچوں کو قتل کیا جا رہا تھا، لوگوں کو بلا اجرت زبردستی دن رات کام کرنے پر مجبور کیا جا رہا تھا، عورتیں اور مرد جانوروں سے بدتر زندگی بسر کر رہے تھے، اس ظلم کی چکی میں پسی ہوئی قوم کے ایک عالم کو وحی کے ذریعے ہدایت ہوئی کہ پوری قوم اپنی

نجات و آزادی کیلئے مل کر اس طریقہ سے دعا والتجا کرے، لہٰذا انہوں نے چالیس روز تک دعا کی، تمام مرد عورتیں اور بچے مل کر اجتماعی طور پر اپنی آزادی ونجات کیلئے روئے، چلائے، فریاد کی، اور مناجات کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا اور ان کے چھٹکارے کیلئے حضرت موسیٰ کو نمائندہ بنا کر بھیجا

انجیل مقدس میں ہے کہ

''اور ایک مدت کے بعد یوں ہوا کہ مصر کا بادشاہ مرگیا اور بنی اسرائیل اپنی غلامی کے سبب سے آہ بھرنے لگے اور روئے، اور ان کا رونا جو غلامی کے باعث تھا خدا تک پہنچا اور خدا نے ان کا کراہنا سنا'' ......(خروج، باب 2ب، آیات 23-24)

خدا نے حضرت موسیٰ کو (جبکہ وہ کوہِ طور پر تھے) اس طرح سے ہدایت فرمائی کہ دیکھ بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک پہنچی ہے اور میں نے وہ ظلم بھی جو مصری ان پر کرتے ہیں دیکھا ہے، سو اب آ، میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں کہ تو میری قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے'' ......(خروج، باب 3، آیات 9-10)

درج بالا وحی بنی اسرائیل کے گریہ ودعا کی وجہ سے حضرت موسیٰ پر نازل کی گئی تھی اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا ہوتا تو اُن کی نجات کو اور زیادہ دیر ہوسکتی تھی

حضرت موسیٰ کو ان کی نجات و آزادی کیلئے بھیجا گیا تھا اور انہوں نے فرعون، اس کے رشتہ داروں اور درباری مصاحبین، سب کو بہت سے معجزات دکھائے، بنی اسرائیل نے بھی ان معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر مصری رسوم وروایات کی محبت نے ہمیشہ انہیں خدا کے احکامات کی نافرمانی کرنے پر اکسایا، وہ وقتاً فوقتاً اپنے نجات دہندہ یعنی حضرت موسیٰ سے کہا کرتے تھے کہ ''آپ نے ہمیں مصر سے

باہر نکال کر کوئی اچھا کام نہیں کیا، ہم وہاں پر ایک اچھی زندگی گزار رہے تھے، وہ من وسلویٰ دیئے جانے سے پہلے تک مسلسل یہی جملہ دہراتے رہتے تھے اور یہ نعمات دیئے جانے کے بعد بھی وہ اس طرح بات کیا کرتے تھے کہ ان کے مطالبات ضرور پورے کئے جائیں، انجیل ان کے اس طرح کے احمقانہ مکالموں سے بھری پڑی ہے

یہ محض ان کی قدیم روایات سے محبت ہی تھی کہ انہوں نے ہمیشہ فرعون کے جبر وستم کو اپنے اوپر ہونے والی آسمانی عنایات ونعمات پر ترجیح دی، رسم ورواج اور روایات سے محبت ان کو اس حد تک لے گئی کہ انہوں نے ایک بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور یوں حضرت موسیٰ کی ساری محنت کو اکارت کر دیا، ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی تھا جو حضرت موسیٰ کی اصل تعلیمات وتبلیغات کو سمجھتا تھا اور نہایت خلوص سے ان پر عمل پیرا بھی تھا، لہٰذا حضرت موسیٰ کی امت میں دو گروپ تھے ایک حق وصداقت سے محبت کرتا تھا اور دوسرا بدکاروں ومنافقوں پر مشتمل تھا حق تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں سے مختلف وعدے کئے تھے، منکروں اور منافقوں کو یہ وعدہ دیا گیا تھا کہ وہ ایک مخصوص وقت پر اپنے برے انجام کو پہنچیں گے، ماننے والوں اور صالحین (جو تعداد میں بہت کم اور کمزور ومظلوم تھے) کو خوشحالی ونجات کا وعدہ دیا گیا تھا، انہیں بتایا گیا تھا کہ وہ اس زمین کے حکمران بنیں گے اور ایک طویل عرصے تک اس سے لطف اندوز ہوں گے۔

اسرائیل کے سارے انبیاء نے ان دونوں گروہوں میں کہ جن کی طرف وہ مبعوث کئے گئے تھے، مذکورہ وعدوں کو دہرانا جاری رکھا، ہر نبی نے اپنی امت

کے متقین، صابرین اور مومنین کو ایک خوشگوار مستقبل کی خوشخبری دی اور ساتھ ہی انہیں یہ نصیحت بھی کی کہ ہمیشہ سچ کے ساتھ کھڑے ہوں یعنی حق کا ساتھ دیں

انبیاء اس حقیقت سے آگاہ اور خبردار تھے کہ ظلم و کفر کی مسلسل حکمرانی کہیں ایمان والوں کو بے ہمت اور دہشت زدہ نہ کردے، اس لئے انہوں نے ان سب کو صبر و ہمت کے ساتھ مصائب برداشت کرنے کی تلقین کی اور ساتھ ہی ساتھ انہیں یہ بتایا کہ خدا کے سارے وعدے بہت جلد پورے ہو جائیں گے اس لئے انہیں مصیبت و بلا اور آزمائش میں مایوس نہیں ہونا چاہیے

حضرت عیسیٰ نے اپنے زمانہ کے دوران پرانے عہد نامہ (تورات) کی تصدیق کی اور اسے منسوخ نہیں کیا تھا، انہوں نے حکم دیا کہ اس پر بھی خلوص دل سے عمل جاری رکھا جائے لیکن نام نہاد مذہبی اجارہ دار جو اپنے ذاتی بنائے ہوئے رسم ورواج کی محبت میں اندھے ہو چکے تھے حق کی عبادت و بندگی کرنے والوں کے خلاف نہایت سختی سے اٹھ کھڑے ہوئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صالحین ظلم کے شکنجہ میں آ گئے اور انہیں جیل میں بھیج دیا گیا، ان کی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں تھی

خدائے تعالیٰ کے صالحین بندوں کو ہمیشہ چار قسم کے لوگوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے

(1) بیرونی یا ظاہری دشمن (2) اندرونی یا باطنی دشمن

(4) بیرونی یا ظاہری دوست (4) اندرونی یا باطنی دوست

ہر دور میں اندرونی یا باطنی دوست ہی ظلم اور جبر کا شکار ہوئے ہیں، ظاہری اور باطنی دشمن ہمیشہ لوگوں کی اسی جماعت کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، بیرونی یا ظاہری دوست غیر جانبدار رہتے ہیں، ہر دور میں صرف یہی اندرونی یا باطنی دوست ہی

دبائے جاتے اور ظلم کی چکی میں پسے جاتے ہیں، لیکن تمام خوفزدہ کرنے والے احکامات کے باوجود یہ کبھی بھی صراط مستقیم سے نہیں ہٹتے، ہر تنگی یا ترشی میں یہ ہمیشہ اپنے روحانی رہنماؤں کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں، بیرونی یا ظاہری دشمن روئے زمین سے ان کا صفایا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اندرونی یا باطنی دشمن ان پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے وہ مکر وفریب کے جال بچھاتے ہیں، خفیہ طور پر وہ ہر قسم کے دغا، فریب وسازش کو کام میں لاتے ہیں، وہ باطنی دوستوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور مکر وفریب سے انہیں مجبور کرتے ہیں کہ ان کی حمایت کریں، وہ مختلف تعصّبات کو ہوا دے کر انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر موقع مل جائے تو یہ بیرونی وظاہری دشمنوں کے ساتھ مل کر سازشیں کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مظلوم جماعت پھر بھی ویسی ہی رہتی ہے یعنی خلوص دل کے ساتھ حق وصداقت سے محبت کرنے والے، حق کیلئے ہر قسم کی قربانیاں پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان کا موازنہ بھیڑوں کے ایک ریوڑ کے ساتھ کیا جا سکتا ہے جس کا قاتل ایک بھیڑیا ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ چرواہے بھی ان کو نقصان پہچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کچھ معاشی طور پر اور کچھ مذہب کے نام پر ان کا قتل کرتے ہیں اور دیگر ان کا سیاسی قتل کرتے ہیں، یہ جماعت ان سارے مظالم کو صرف اس ایک امید کے ساتھ سہتی رہتی ہے کہ وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے جب ایک ابدی حکومت اِلٰہیہ ہوگی، ظالمین کے کئے گئے مظالم اپنے انجام کو پہنچیں گے، زمین پر ابدی حکومت اور غلبہ محروم جماعت کو منتقل کر دیا جائے گا اور وہ تمام ظلم وستم جو ان پر ہوئے ہیں ان کا بدلہ لیا جائے گا اور

انہیں روئے زمین کی ہر خوشی و مسرت حاصل ہوگی
یہ ہے وہ وعدۂ الٰہی جو ہر دور کے تمام مظلومین کے ساتھ جاتا رہا ہے کہ پریشان نہ ہوں، اس زندگی کے تھوڑے سے عرصے کو کسی نہ کسی طرح سے گزارنے کی کوشش کریں، پھر لطف و مسرت سے بھرپور ایک وقت آئے گا
بالکل یہی کچھ پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ساتھ بھی ہوا، وہی کھیل اپنے اُنہی کرداروں کے ساتھ یہاں بھی نظر آتا ہے، وہی بیرونی و اندرونی دشمن مخلصین کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، جبر و استبداد، ظلم و ستم، قید و بند، قتل، لوٹ مار، غرباؤ و مساکین و فقراء کی جلا وطنی و دربدری، اسی طرح معاشی و سیاسی قتل جاری رہتے ہیں، وہ شخصیت جس کی سچائی کی تصدیق و توثیق پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمائی تھی
''آسمان کے نیچے ابوذر سے زیادہ سچا شخص اور کوئی نہیں ہے'' ہم اسی شخص کو کوڑے کھاتا اور جلا وطن ہوتا ہوا دیکھتے ہیں، صالحین کی ایک ہی واحد جماعت بنتی ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب کے ہوں، ان کا آپس میں کوئی باہمی تنازعہ یا جھگڑا نہیں ہوتا کیونکہ حق تبدیل ہونے والا نہیں ہوتا
مختلف مذاہب و اقوام کے سائنس دانوں کے درمیان کیمیا کی مساواتوں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا، H_2O غیر متنازعہ طور پر پانی کو ظاہر کرتا ہے کوئی اس سے اختلاف کرنے کی کوشش نہیں کرتا کیونکہ یہ ایک سچائی ہے
بالکل اسی طرح سے ایک سچے دین کی حقیقت و اصلیت کبھی متنازعہ یا قابل بحث نہیں ہوتی، متعدد اور مختلف لیبل لگا دینا حقیقی نہیں ہوتا، ہم حق کو مندرجہ ذیل

نشانیوں یا علامات سے شناخت کر سکتے ہیں

حق ہمیشہ مظلوم ہوتا ہے ظالم نہیں ہوتا

حق کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے لیکن وہ کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتا

اسے ستایا تو جا سکتا ہے لیکن وہ کسی کو نہیں ستا سکتا

صالحین قربانیاں پیش کرتے ہیں لیکن (بدلے میں) اپنے لئے ویسی ہی قربانیاں طلب نہیں کرتے ...... نیز صالحین نقصان اور تکلیف برداشت کرتے ہیں لیکن کسی کو نقصان اور تکلیف نہیں دیتے

خداوند تعالیٰ نے اسی جماعت کیلئے ایک پر مسرت مستقبل کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ لوگ جو اس کے برعکس ہیں انہیں سزا، انتقام اور جہنم کی دھمکی دی گئی ہے، ہر دور میں اسی طرح کے یکساں وعدوں کا سلسلہ جاری رہتا اور بڑھتا و پھیلتا گیا ہے جو ثابت کرتا ہے کہ وہ جماعت جس کیلئے اس کو وسعت دی گئی تھی وہ ایک ہی جماعت ہے اور ان کا دین بھی ایک ہی ہے، جس کا نام ہے خدا کی رضا وخوشنودی

وعدے

ایک سوال اس حوالے سے پیدا ہوتا ہے کہ وہ وعدے کیا ہیں؟ اس سوال کے جواب کیلئے ہم اِلہامی کتب کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے کیا گیا ہر وعدہ مشروط ہے اس وعدے کا پورا کیا جانا کچھ شرائط کے پورے کئے جانے پر منحصر ہے، انجیل مقدس میں یہی اصول بیان کیا گیا ہے

''سو اب اگر تم میری بات مانو اور میرے عہد پر چلو تو سب قوموں میں سے تم ہی میری خاص ملکیت ٹھہرو گے کیونکہ ساری زمین میری ہے'' (خروج، باب 19، آیت 15)

بنی اسرائیل کے ساتھ کیا گیا آخری وعدہ اِن الفاظ میں قرآن پاک میں ہے

☆وَاَورَثنَا القَوْمَ الَّذِینَ کَانُوا یُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِی بٰرَکنَا فِیهَا وَتَمَّت کَلِمَتُ رَبِّکَ الحُسْنٰی عَلیٰ بَنِی اِسْرَآئِیلَ بِمَا صَبَرُوا (ط) (اعراف، آیت 137)

''اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ کمزور سمجھے جاتے تھے اس زمین کے مشرق و مغرب کا (جس میں ہم نے برکت دی ہے) وارث بنایا اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل کے ساتھ پورا ہوا، بہ سبب اس صبر کے جو انہوں نے کیا''

یہ وعدۂ اِلٰہی ابھی تک تو پورا نہیں کیا گیا ہے، البتہ یہ مستقبل میں ضرور پورا ہوگا، اسی طرح سے زمین کا کنٹرول دیئے جانے کے وعدے کو نبی یسعیاہ نے دہرایا تھا

''تیرے لوگ سب کے سب راستباز ہوں گے، وہ ابد تک ملک کے وارث ہوں گے، یعنی میری لگائی ہوئی شاخ اور میری دستکاری ٹھہریں گے تاکہ میرا جلال

ظاہر ہو، سب سے چھوٹا ایک ہزار ہو جائے گا اور سب سے حقیر ایک زبردست قوم (ہو جائے گا) میں خداوند اس کے وقت پر یہ سب کچھ جلد کروں گا''

(یسعیاہ، باب 60، آیات 21-22)

قرآن پاک کہتا ہے ''تب ہم نے ایک بار پھر ان کے مقابلے میں تمہیں باری عطا کی اور تمہیں دولت دی، اور اولاد دے کر تمہاری مدد کی تمہیں لشکر میں زیادہ کیا''

قرآن پاک کی اس آیت کی تشریح تفسیر عیاشی میں بیان کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ آخری دور میں جب موعود الرسل ذات پاک کا دور حکومت ہوگا ہر شخص کو اس دور میں ایک لمبی زندگی عطا کی جائے گی، امیر المومنین حضرت علیؑ علیہ السلام کا فرمان ہے ''اس دور میں کوئی بھی شخص اس وقت تک دنیا کو چھوڑ کر نہیں جائے گا جب تک کہ اس نے اپنے ایک ہزار بیٹے نہ دیکھ لئے ہوں''

یہ عہد نامہ قدیم میں شامل وعدے کی تکرار ہے، قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے وعدہ کو دہرایا ہے

☆قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ()...... (سورۃ الاعراف، آیت 128)

''موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو اور صبر کرو بے شک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور عاقبت وانجام (کا گھر) تو متقین کیلئے ہی ہے''

قرآن پاک تمام مذاہب کے متقی اور دیانتدار یا فرمانبردار بندوں کے ساتھ کئے گئے وعدۂ الٰہی کی تجدید کرتا ہے، متعدد تفاسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ وعدہ تب پورا

ہو گا جب آخری آسمانی رہنما کی حکومت کا قیام عمل میں آ جائے گا
کتاب حزقی ایل میں یہ کہا گیا ہے کہ

''اس لئے تو کہہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ تم کو امتوں میں سے جمع کر لوں گا اور ان ملکوں میں سے جن میں تم پراگندہ ہوئے تھے تم کو فراہم کروں گا اور اسرائیل کا ملک تم کو دوں گا اور وہ وہاں آئیں گے اور اس کی تمام نفرتی اور مکروہ چیزیں اس سے دور کر دیں گے اور میں ان کو ایک (نیا) دل دوں گا اور نئی روح ان کے باطن میں ڈالوں گا اور سنگین دل ان کے جسم سے خارج کر دوں گا اور ان کو گوشت پوست کا دل عطا کروں گا تا کہ وہ میرے آئین پر چلیں اور میرے احکام پر عمل کریں اور ان پر کاربند ہوں اور وہ میرے لوگ ہوں گے اور میں ان کا خدا ہوں گا'' ...... (حزقی ایل، باب 11، آیات 17-20)

جب ہم وعدۂ الٰہی پر غور کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ انجیل اور قرآن کی طرح اس وعدے کی تجدید تو متعدد انبیاء کی بہت سی کتب میں کی گئی ہے مثال کے طور پر عہد نامہ قدیم میں یہ اس طرح ہے

''تو خداوند تیرا خدا تیری اسیری کو پلٹ کر تجھ پر رحم کرے گا اور لوٹا کر تجھ کو سب قوموں میں سے جن میں خداوند تیرے خدا نے تجھ کو پراگندہ کیا ہو جمع کرے گا اگر تیرے آوارہ گرد، دنیا (وآسمان) کے انتہائی حصوں میں بھی ہوں تو وہاں سے بھی خداوند تیرا خدا تجھ کو جمع کر کے لے آئے گا'' ...... (استثنا، باب 30، آیات 3-4)

یہ متقی لوگوں سے وعدہ ہے کہ انہیں آخری آسمانی رہنما کی حکومت میں شامل کیا جائے گا، اس بات کی مزید وضاحت یسعیاہ کی کتاب میں کی گئی ہے

''اور وہ قوموں کیلئے دور سے جھنڈا کھڑا کرے گا، اور ان کو زمین کی انتہا سے سسکار کر بلائے گا، اور دیکھ وہ تیزی سے دوڑے چلے آئیں گے، نہ کوئی ان میں تھکے گا، نہ پھسلے گا، نہ کوئی اونگھے گا، نہ سوئے گا، نہ ان کا کمر بند کھلے گا، اور نہ ان کی جوتیوں کا تسمہ ٹوٹے گا'' ...... (یسعیاہ، باب 5، آیات 26-27)

کچھ مزید تفصیلات باب 13 میں دستیاب ہیں

''رب الافواج جنگ کیلئے فوجیں جمع کرتا ہے، وہ دور کے ملک سے آسمان کی انتہا سے آئے ہیں، ہاں خداوند بھی اور اس کے قہر کے ہتھیار بھی تاکہ تمام ملک کو برباد کریں'' ...... (یسعیاہ، باب 13، آیات 4-5)

اس کا مطلب ہے کہ وہ متقی اور صالح اشخاص بذات خود زمین کے نظام کا کنٹرول حاصل کرلیں گے، بجائے ایک مردہ شکار کے کھانے کے وہ اپنے لئے خود شکار کریں گے۔ یہ بات یسعیاہ، باب 27، آیت 12 میں بتائی گئی ہے

''اور اس وقت یوں ہوگا کہ خداوند دریائے فرات کی گزرگاہ سے رود بادمصر تک جھاڑ ڈالے گا اور تم اے بنی اسرائیل ایک ایک کرکے جمع کئے جاؤ گے''

اسی طرح سے یسعیاہ، باب 49، آیات 22-23 میں بیان کیا گیا ہے کہ

''خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں قوموں پر ہاتھ اٹھاؤں گا، اور امتوں پر اپنا جھنڈا کھڑا کروں گا، اور وہ تیرے بیٹوں کو اپنی گود میں لئے آئیں گے، اور تیری بیٹیوں کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر پہنچائیں گے، اور تو جانے گی کہ میں ہی خداوند ہوں جس کے منتظر شرمندہ نہ ہوں گے کیا زبردست سے شکار چھین لیا جائے گا؟''

درج بالا آیت میں لفظ ''انتظار'' (Wait) توجہ طلب ہے کیونکہ بنی اسرائیل کو یہ

حکم دیا گیا تھا کہ وہ رب الافواج (موعودالرسل) کا انتظار کریں، اس اعلیٰ مقصد تک صرف اور صرف انتظار، فرض شناسی اور اعمال صالح سے پہنچا جا سکتا ہے، یہی وعدہ ہمیں نبی یرمیاہ کی کتاب میں بھی ملتا ہے جو کہ آخری دور سے متعلق ہے اور آخری آسمانی رہنما کے دورِ حکومت سے متعلق ہے

''اور میں ان کو جو میرے گلہ سے بچ رہے ہیں تمام ممالک سے جہاں جہاں میں نے ان کو ہانک دیا تھا جمع کرلوں گا، اور ان کو پھر ان کے گلہ خانوں میں لاؤں گا اور وہ پھیلیں گے اور بڑھیں گے اور میں ان پر ایسے چرواہے (چوپان) مقرر کروں گا جو ان کو چرائیں گے، اور وہ پھر نہ ڈریں گے، نہ گھبرائیں گے، نہ گم ہوں گے، خداوند فرماتا ہے دیکھو وہ دن آتے ہیں (یعنی آنے والے ہیں)''

(یرمیاہ، باب 23، آیات 3-4)

نبی داؤد نے بھی مندرجہ بالا وعدے کی تجدید بنی اسرائیل سے کی تھی وہ فرماتے ہیں کہ

''وہ کون ہے جو خداوند سے ڈرتا ہے؟ خداوند اس کو اسی راہ کی تعلیم دے گا جو اسے پسند ہے، اس کی جان راحت میں رہے گی اور اس کی نسل زمین کی وارث ہوگی'' ...... (زبور-25، آیات 12-13)

قرآن پاک میں بھی یہ وعدہ صالحین سے کیا گیا ہے

☆وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ()

''اور بے شک ہم نے زبور میں پیغام (ذکر) کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث ہمارے نیکوکار بندے ہوں گے'' ...... (سورۃ الانبیاء، آیت 105)

تفسیر قمی، تفسیر صافی، مجمع البیان، طبرسی اور البرہان میں اوپر دی گئی اس قرآنی آیت کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ آخری آسمانی رہنما کے ساتھی یا اصحاب، صالح بندے ہیں جو زمین کے وارث ہوں گے

گذشتہ تمام حوالہ جات ثابت کرتے ہیں کہ خدا نے سارے مذاہب کے صالح بندوں کے ساتھ زمین پر حکومت کا وعدہ فرمایا ہے، موجودہ دور میں ہم ایسے تمام اشخاص کو باہمی عداوت کی وجہ سے محروم و برطرف کرنے کی کوشش کررہے ہیں مسلمان اور عیسائی، یہودیوں سے سخت نفرت کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو سختی سے دین موسوی کی پیروی کریں گے اور نیک اعمال کریں گے وہ بھی زمین کے وارث ہوں گے، یہ پیشین گوئی شیعہ اور سنی کتب میں دستیاب ہے، قرآن پاک فرماتا ہے

☆وَمِنْ قَوْمِ مُوْسىٰ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ ()......(سورۂ الاعراف، آیت 159)

''اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ (ایسا) ہے جو کہ حق کے مطابق ہدایت کرتا ہے اور اسی کے مطابق عدل کو استوار کرتا ہے''

تفسیر عیاشی میں یہ بیان کیا گیا ہے، جناب ابو عبداللہ نے فرمایا کہ جب جناب قائمؑ آلِ محمد عجل اللہ فرجہٗ (آخری عظیم آسمانی رہنما) کعبہ کی پشت کی طرف سے ظاہر ہوں گے تو ستائیس اشخاص خود کو ان کے سامنے پیش کریں گے، ایک حضرت موسیٰ کا نائب ہوگا، یوشع نبی جو حضرت نون کے بیٹے ہیں اپنے گروہ کے پندرہ دیگر اشخاص کے ساتھ، سات اصحابِ کہف، ایک فرعون کے خاندان میں سے جو حضرت موسیٰ پر ایمان رکھتا تھا، چار اشخاص حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں

سے جن کے نام یہ ہیں، جناب سلمان محمدی فارسی، ابو دجانہ انصاری، مالک اشتر اور حضرت مقداد۔ مشہور کتابیں اوصاف الراغبین اور منتخب العصر میں کہا گیا ہے کہ آخری آسمانی رہنما مشہور تابوت سکینہ کو انطاکیہ کی ایک غار سے برآمد کریں گے، اور اصل صحیفہ زبور (اصل نسخہ) شام کے ایک پہاڑ سے نکالیں گے، اور یہودیوں کے تمام اعتراضات اور دلائل کو رد فرمائیں گے، پس ان کی ایک بڑی تعداد ان کو ایک مقدس رہنمائے الٰہیہ کے طور پر تسلیم کرلے گی، اور ان کو اپنی تائید ونصرت پیش کرے گی۔ کچھ مصنفین نے ان کی تعداد تیس ہزار تک لکھی ہے

﴿وضاحت﴾

مسلمانوں کی کتابوں میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہودیوں کی ایک بڑی تعداد اسلام قبول کرلے گی، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہودیوں کی ایک بڑی تعداد دجال اور سفیانی کی مدد کرے گی جو اسلام کے دشمن ہوں گے، احادیث بتاتی ہیں کہ دجال کے ساتھ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہوں گی، مذہب یہود کے مطابق وہ سارے کے سارے حرامی (ولدالزنا) ہوں گے

یہ بات ثابت کرتی ہے کہ سارے یہودی اسلام کے خلاف نہیں ہوں گے بلکہ صرف وہی جو کہ کمینے، بدکار اور حرامی ہوں گے اور یہ بات صرف یہود کے ساتھ مخصوص نہیں ہوگی بلکہ ہر مذہب کے حرامی، کمینے، بدکار، ظالم اور برے کردار کے لوگ حق کی مخالفت کریں گے، ہر وہ شخص جو اپنے مذہب کے احکامات کی سختی سے پیروی کرتا ہے، اپنے آپ کو برے اعمال وافعال سے بچاتا ہے اور حق تعالیٰ سے

رہنمائی و ہدایت کی دعا و التجا کرتا ہے وہ حق کا حمائتی و مددگار ہو گا۔ ایسے اشخاص بہت کمیاب ہوتے ہیں اور ہر مذہب میں ان کی تعداد ہمیشہ سے ہی تھوڑی ہوتی ہے، حق کی نصرت و مدد کرنے والے جب بھی ایک گروہ یا جماعت بناتے ہیں تو وہ بڑی سختی سے اپنی جماعت یا گروہ میں حرامیوں کا داخلہ ممنوع کر دیتے ہیں

موسیٰ نبی نے اپنے دور میں اس طرح کا ایک حکم جاری کیا تھا

''کوئی حرام زادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو، دسویں پشت تک اس کی نسل میں سے کوئی خداوند کی جماعت میں آنے نہ پائے'' (استثناء، باب 23، آیت 2)

یہ بات صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ دجال کے گروہ میں موجود حرامی اگرچہ یہودی ہی کیوں نہ ہوں وہ حضرت موسیٰ کے گروہ یا جماعت سے کوئی واسطہ و تعلق نہ رکھتے ہوں گے، ایسے مکار، بدکار اور برے لوگوں سے انتقام اور سخت سزا کا وعدہ کیا گیا ہے، عہد نامہ قدیم کی مندرجہ ذیل آیات اس کی تائید کرتی ہیں

''ہزاروں پر فضل کرنے والا، گناہ اور تقصیر اور خطا کا بخشنے والا ہے لیکن وہ مجرم کو ہرگز بری نہیں کرتا ہے، بلکہ باپ دادا کے گناہ کی سزا ان کے بیٹوں اور پوتوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے'' ...... (خروج، باب 34، آیت 7)

اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اچھے اعمال میں ہونے والی کمی، کوتاہی یا نقص کو پورا کر دے گا، وہ انجانے میں کیئے گئے گناہوں کو معاف فرما دے گا، لیکن مجرموں اور کمینے بدکاروں کو کئی نسلوں تک معاف نہیں فرمائے گا

''میں اپنے مطالبہ کے دن ان کو گناہوں کی سزا دوں گا'' (خروج، باب 32، آیت 34)

''وہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دے گا اپنے مخالفوں پر قہر کرے گا اور

اپنے دشمنوں کو سزا دے گا اور جزیروں کو بدلہ میں دے گا'' (یسعیاہ، باب 59، آیت 18)

نبی یسعیاہ نے بتایا کہ وہ محض بدکاروں کو دھمکی دینے اور غمزدہ کو مطمئن کرنے کیلئے مبعوث کئے گئے ہیں

'' تا کہ خداوند کے سال مقبول کا، اپنے خدا کے روز انتقام کا اشتہار دوں اور سب غمزدہ لوگوں کو دلاسا دوں'' ...... (یسعیاہ، باب 61، آیت 2)

جو لوگ عہد نامہ قدیم کی تلاوت کرتے ہیں وہ آسانی سے یہ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ لاتعداد مواقع پر مجرموں کو انتقام کی دھمکی دی گئی ہے اور یہ اعلان کیا گیا ہے کہ خاص دن میں کمینے، بدکار اور برے اشخاص جہنم کا ایندھن بنیں گے، تلوار کی زد میں آئیں گے وغیرہ وغیرہ، پس یہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ یہودی جو آخری آسمانی رہنما کی مخالفت کریں گے ان کا حضرت موسیٰ کے مذہب سے کوئی واسطہ یا تعلق نہیں رہے گا۔ یہ صحائف یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ آخری دور میں جب آخری آسمانی رہنما کی حکومت قائم ہو جائے گی تو مذہب کا ایک نیا نام ہو جائے گا

نبی یسعیاہ یہودیوں سے خطاب فرماتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ '' اور تم اپنا نام میرے برگزیدوں کی لعنت کیلئے چھوڑ جاؤ گے، خداوند خدا تم کو قتل کرے گا اور اپنے بندوں کو ایک دوسرے نام سے بلائے گا'' ...... (یسعیاہ، باب 65، آیت 15)

'' اور وہ مقدس لوگ اور خداوند کے خریدے ہوئے کہلائیں گے''

(یسعیاہ، باب 62، آیت 12)

اس کا مطلب ہے کہ موجودہ ادیان کے تمام نام وغیرہ مکمل طور پر منسوخ ہو جائیں گے، حق کے پیروکار ایک ہی جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے جس کے اوپر لکھا ہوگا

''خدا کیلئے بِک جاؤ''

اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے اپنے مومنین سے ان کی جانیں خریدی ہیں، تمام کتب غیبت میں لکھا ہے کہ مندرجہ بالا جملہ ان کے جنگی جھنڈے یعنی علم پر لکھا ہوگا اس کا مطلب ہے کہ اس گروہ کا ایک نیا نام ہوگا

دورِ غیبت

اگر ہم تمام زندہ مذاہب کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کی تمام معتبر کتب میں اور تمام آسمانی یا الہامی کتابوں میں ایک مخصوص دور کی نشاندہی کی گئی ہے جسے ہم اصطلاحاً ''تاریک دَور'' کہتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ نزول وحی کا سلسلہ حضرت آدم سے مسلسل جاری تھا، اس سلسلۂ وحی کو ہم اس مقام سے بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے تو نہیں ملا سکتے، البتہ اگر ہم حضرت ابراہیم کے وقت تک نظر دوڑائیں تو ہمیں آسمانی پیغامات یعنی وحی اِلٰہی کا سلسلہ مسلسل جاری اور جڑا ہوا نظر آتا ہے، ہمیں ہر مذہب میں نیک و متقی بندوں کا حق تعالٰی سے ایک رابطہ نظر آتا ہے، ہم اولادِ اسماعیل اور اسحاق میں وحی اور الہام کو پھیلا ہوا دیکھتے ہیں، ہم وہاں نزول ملائکہ، مشاہدات اور اِلہام کا ایک سمندر موجزن دیکھتے ہیں، انسانی ذہن کی ترقی کے ساتھ ساتھ نئے نئے مسائل نے جنم لیا لہٰذا ہم ہر دور میں ان مسائل کو آسمانی ہدایت و رہنمائی میں حل ہوتا ہوا دیکھتے ہیں

خدا کے پیغامات ہر قدم پر موصول ہوتے تھے، ہر نبی کے بعد دوسرا نبی خدائی رہنمائی سے مزین ہو کر آتا تھا، یوں انسانیت اللہ تعالٰی کے ساتھ قریبی رابطے اور تعلق میں رہتی تھی، کسی بھی مذہب کے وہ لوگ جو ہر نبی کو بس آخری نبی ہی سمجھتے تھے وہ انسانی ترقی کی اس دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے، یہی وجہ تھی کہ ہزاروں مذاہب منظر سے اس لئے غائب ہو گئے کیونکہ وہ انسانی عقل وشعور کی اس ترقی کی

رفتار کا ساتھ نہ دے سکے
بنی اسرائیل میں مذہب ایک کافی لمبے عرصے تک زندہ قوت کے طور پر برقرار رہا کیونکہ اسرائیلیوں نے ہر الہامی رہنما کو خوش آمدید کہا جب تک وہ انبیاء کو خوش آمدید کہتے رہے ان کا مذہب ایک جگہ نہ رکا۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ حضرت موسیٰ سے لے کر جناب ملاکی تک کسی کو بھی لوگوں کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری حاصل نہ ہوئی، اس کے باوجود لوگوں نے ان کی نبوت سے انکار نہیں کیا تھا اگرچہ تھوڑی تعداد میں ہی سہی ،لیکن ہر نبی یا رسول کو تابع فرمان لوگوں کا ایک گروہ ملتا رہا، اگر انہیں کوئی نیا رسول نہیں بھی مانا گیا تو پھر انہیں حضرت ابراہیم وموسیٰ کے مذہب کے مصلح کے طور پر مانا جاتا رہا، بہرحال رابطہءِ الٰہی اور اِلہامی پیغامات کا تصور مکمل طور پر قائم رہا

جب یہودیوں نے فرض کر لیا کہ جناب ملاکی کے بعد وحی کا آنا بند ہو گیا ہے تو انہوں نے یہ بھی سمجھ لیا کہ اِلہامی پیغامات کا ملنا بھی بند ہو چکا ہے، انسان تو ایسی بیمار خصلت کا مالک ہے کہ انبیاء کی موجودگی میں بھی ہدایت کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتا تو کیا ایسی گناہوں سے بھری ہوئی مخلوق کو بغیر مناسب ہدایت ورہنمائی کے چھوڑ دینا خدا کی طرف سے صحیح تھا؟ بالکل نہیں، خالق اور مخلوق جدا ہو ہی نہیں سکتے ، اس بات کو حضرت عیسیٰ نے ثابت کیا تھا، یہودیوں کا یہ خیال تھا کہ آسمانی ہدایت بند ہو چکی تھی اور خدا کے پاس کوئی ایسا پیغام باقی نہیں رہ گیا تھا جو انسانیت کو ارتقاء کی سیڑھی کے انتہائی اعلیٰ و بلند درجات کی طرف لے جا سکتا

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہودیت کی نشوونما رک گئی اور وہ لوگ جو نسلوں سے یہودی

تھے انہوں نے اپنا پرانا مذہب چھوڑ دیا اور عیسائی بن گئے

بعد ازاں یہی بات عیسائیت کے ساتھ ہوئی انہوں نے بھی یہی سمجھ لیا کہ اِلہامی پیغامات حضرت عیسیٰ کے بعد بند ہو گئے ہیں انہوں نے سمجھا کہ خدا اور انسان کے درمیان رابطہ انبیاء کے موجود ہونے تک ہی تھا، نتیجہ یہاں بھی یکساں رہا کہ عیسائیت حضرت عیسیٰ سے پہلے کے مذاہب کی نسبت زیادہ مقبول ہوگئی کیونکہ یہ پرانے مذاہب سے زیادہ ترقی یافتہ تھی۔ لیکن اسلام کی آمد کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ خدا اور انسان کے مابین ہدایت کا رابطہ منقطع نہیں ہوا ہے

چونکہ اسلام پہلے مذاہب سے زیادہ آگے، تعمیری اور ترقی پسند تھا اور ترقی پذیر انسانی ذہن کی نئ پیدا ہوتی ہوئی ضروریات کیلیئے مناسب و موزوں تھا اس لئے یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کرلیا، پس یوں یہ مذہب دنیا کا دوسرا بڑا مذہب بن گیا اگر صلیبی جنگیں اور دیگر تعصب آلود عناصر نہ ہوتے تو اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہوتا

حتیٰ کہ یہ آج بھی پھیل رہا ہے جبکہ دیگر مذاہب سکڑ رہے ہیں، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مستقبل میں اور بھی ترقی کرے گا، بدقسمتی سے وہی تصور اسلام میں بھی جڑ پکڑ گیا کہ پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خدا کے پاس کوئی پیغام یا ہدایت نہیں تھی اِلہامی پیغامات، سچے خواب اور مکاشفات کے ذریعے رابطے کی نفی کر دی گئی اور یوں انسان کا رابطہ ایک بار پھر خدا سے کٹ کر رہ گیا

پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چودہ صدیاں گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانی ذہن و شعور ارتقاء کی انتہائی اونچی منزل تک پہنچ چکا ہے، ہر آنے والا

دن نئے نئے مسائل سامنے لا رہا ہے، انسان پریشان ہے کہ وہ خلا میں نماز کیسے ادا کرے؟...... زمین کے قطب شمالی اور قطب جنوبی پر روزہ اور نماز کو کیسے ادا کیا جائے؟ نئی ایجادات کے وجود میں آنے سے اور سائنس کی ترقی سے لاتعداد نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ان پیچیدہ، نازک اور دشوار مسائل کو دیکھتے ہوئے کیا ہمیں فرض کر لینا چاہیے کہ رہنمائی و ہدایت الٰہیہ بند ہو چکی ہے؟

اگر فرض کریں کہ یہ صحیح ہے تو پھر اس انسان کا جو فطری طور پر پریشان خیال یا الجھا ہوا ہے مقدر کیا ہوگا؟

دنیائے اسلام میں ایک ایسا فرقہ ہے جس کا خیال ہے کہ خدائی شعبۂ نبوت تو بند ہو چکا ہے لیکن آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے بارہ نائبین موجود ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کے بارہ نائبین تھے، ان نائبین کا ہمیشہ خدا کے ساتھ مستقل رابطہ ہوتا ہے، خدا اپنی مخلوق کے ساتھ انہی کے ذریعے منسلک ہے، پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ اگر زمین پر موجود خدا کا نائب (حجت) ایک لمحے کیلئے بھی باقی نہ رہے تو زمین اپنے باسیوں کو نگل جائے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ''تاریک دور'' کیا ہے؟ یہ وہ دور ہے جب خدا انسانیت سے ناراض ہوتا ہے اور وہ اپنے رابطے یا وسیلے کو مخفی کر دیتا ہے اور انسان اس وسیلے کو دیکھ نہیں پاتا، یہی وسیلہ انسان تک خدا کے نئے احکامات پہنچاتا ہے، اسے ''حجت'' کہتے ہیں حق تعالیٰ قہر و غضب میں اس وسیلے کو لوگوں سے منقطع کر دیتا ہے، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ بغیر ہدایت کے گمراہی کی ظلمت میں ہی پڑے رہتے ہیں

قوم موسیٰ کے ساتھ یہی ہوا تھا جب انہوں نے خدا کی نافرمانی کی تھی اس وقت کی حجت یعنی جناب موسیٰ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ مصر چھوڑ دیں اور مدین چلے جائیں دورِ موسیٰ کے دیگر انبیاء کو یہ ہدایت ہوئی کہ وہ بالکل خاموش رہیں، بنی اسرائیل فرعون کے ظلم وستم کے نیچے پڑے کراہتے رہے، ان کے پاس اس سے نجات کا کوئی راستہ بھی نہیں تھا، پھر ان کے ایک عالم نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اجتماعی توبہ کریں اور خدا کے آگے رورو کر اور گڑگڑا کر دعا وفریاد کریں، انہوں نے ایسا ہی کیا اور اسی وقت حضرت موسیٰ کو خدا کا حکم پہنچا کہ وہ مصر جائیں اور بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجہءِ ظلم سے نکال لائیں، جب حضرت موسیٰ مصر پہنچے اس وقت وہ ستر سال کے تھے، یہ دور جس میں حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سے دور رہے ''تاریک دور'' کہلاتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ حق تعالیٰ کی حجت اگرچہ موجود تھی اور ان کا خدا کے ساتھ براہِ راستہ رابطہ بھی تھا لیکن ان کا عوام کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں رہا تھا

یہ دور ''تاریک دور'' یا ''دورِ غیبت'' کہلاتا ہے، یہ حیران کن بات ہے کہ مختلف مذاہب کی تمام کتب جب آخری دور کے بارے میں بات کرتی ہیں تو یک زبان ہوکر ہمیں ایک طویل ''تاریک دور یا دورِ غیبت'' کے بارے میں بتاتی ہیں یہ بتایا گیا ہے کہ اس دور میں ظلم و جبر اپنی انتہائی حد پر ہوگا اور اس وقت خدائی ہدایت کے ساتھ رابطے کے بغیر ایک طویل تاریک دور ہوگا۔ کتاب میکاہ کہتی ہے

''کہ اب تم پر رات ہوجائے گی جس میں رویاء یعنی خواب نہ دیکھو گے اور تم پر تاریکی چھا جائے گی اور غیب بینی نہ کرسکو گے اور نبیوں پر آفتاب غروب ہوگا اور

ان کیلئے دن اندھیرا ہو جائے گا، تب غیب بین پشیمان اور فال بین شرمندہ ہوں گے بلکہ سب لوگ منہ پر ہاتھ رکھیں گے کیونکہ خدا کی طرف سے کچھ جواب نہ ہوگا‘ (میکاہ باب 3، آیات 6-7)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسانیت کیلئے ہدایت کی روشنی بجھ جائے گی اور تاریکی ہر طرف چھا جائے گی اس تاریکی کی پیشین گوئی حضرت عیسیٰ نے ان الفاظ میں کی

’’پس یسوع نے ان سے کہا کہ اور تھوڑی دیر تک نور تمہارے درمیان ہے جب تک نور تمہارے ساتھ ہے چلے چلو ایسا نہ ہو کہ تاریکی تمہیں آ پکڑے اور جو تاریکی میں چلتا ہے وہ نہیں جانتا کہ کدھر جانا ہے‘‘ ...... (یوحنا کی انجیل، باب 12، آیت 35)

کتاب یرمیاہ میں کہا گیا ہے کہ

’’سنو اور کان لگاؤ گھمنڈ نہ کرو کیونکہ خداوند نے فرمایا ہے خداوند خدا کی تمجید کرو اس سے پہلے کہ وہ تاریکی لائے اور تمہارے پاؤں گھپ اندھیرے میں ٹھوکر کھائیں اور جب تم روشنی کا انتظار کرو تو وہ اسے موت کے سایہ سے بدل ڈالے اور اسے سخت تاریکی بنا دے‘‘ ...... (یرمیاہ، باب 13، آیات 15-16)

قرآن پاک میں اس حقیقت کو زیادہ روشن انداز میں بیان کیا گیا ہے☆

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِىْ بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ()
(سورۃ النور، آیت 40)

’’یا اس (کفر اختیار کرنے والے) کی مثال ایسی ہے جس طرح گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جس پر موج بالائے موج ہو اور اس پر بادل چھایا ہوا ہو

(گویا) ظلمتوں پر ظلمتیں مسلط ہوں کہ جب وہ اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اسے دیکھ نہ پائے اور جس کیلئے اللہ تعالیٰ کوئی نور قرار نہ دے اس کیلئے کوئی نور رہی نہیں ہے''

اسی طرح سے سورۂ بقرہ میں کہا گیا ہے کہ

☆مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْ قَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَ تْ مَاحَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمِ وَ تَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ () ...... (سورۂ البقرہ، آیت 17)

''ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس کا ماحول روشن ہو گیا تو اللہ نے ان کا نور لے لیا اور ان کو تاریکیوں میں چھوڑ دیا کہ وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے''

قرآن کی یہ دونوں آیات ایک ایسے دور کی طرف اشارہ کرتی ہیں جب ہدایت کی روشنی لوگوں سے چھپ جائے گی، اس زمانہ میں ساری نسل انسانی کو علم نہیں ہوگا کہ کدھر جانا ہے۔ مذکورہ بالا آیات کی تشریح کے دوران ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ اس ''تاریک دور'' سے متعلق ہیں جسے اصطلاحی طور پر دورِ غیبت کہتے ہیں''

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے

''ایک طویل تاریک دور کا آنا یقینی ہے، جس میں حیرانی و پریشانی و بوکھلاہٹ ہو گی، جس کی وجہ سے بہت سی قومیں گمراہی میں بھٹک جائیں گی'' ...... (بحارالانوار)

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا ہے

''آخری رہنمائے الٰہیہ کے وقت میں ''غیبت'' واقع ہوگی جو کہ صدیوں تک طویل ہو جائے گی، یعنی ''تاریک دور'' بہت طویل ہوگا، لوگ اسی طرح نورِ ہدایت کو ڈھونڈیں گے جیسے گمشدہ بھیڑیں اپنے چرواہے کو ڈھونڈتی ہیں، حتیٰ کہ

پھر بھی وہ اسے پا نہ سکیں گے''

کتاب حزقی ایل ہمیں بتاتی ہے کہ

''ہلاکت آتی ہے اور سلامتی کو ڈھونڈیں گے، پر نہ پائیں گے، بلا پر بلا آئے گی اور افواہ پر افواہ ہوگی، تب وہ نبی سے رویاء (مشاہدہ) کی طلب یا تلاش کریں گے لیکن قانونِ شریعت کاہن یا پادری سے اور مصلحت واجتہاد بزرگوں سے جاتی رہے گی'' ......(حزقی ایل، باب 7، آیات 25-26)

عہد نامہ قدیم میں بیان کیا گیا ہے کہ

''خداوند نے یہ دیکھ کر ان سے نفرت کی کیونکہ اس کے بیٹوں اور بیٹیوں نے اسے غصہ دلایا، تب اس نے کہا میں اپنا منہ ان سے چھپا لوں گا اور دیکھوں گا کہ ان کا انجام کیسا ہوگا'' ......(استثنا، باب 32، آیات 19-20)

یہاں منہ چھپانے کا مطلب دراصل حجت خدا کا انسانیت سے رابطہ منقطع ہو جانا ہے، یہ انقطاع (انسانیت کو) پریشانی، گمراہی اور تباہی و بربادی کی طرف لے جاتا ہے، اس ''تاریک دور'' کو نبی عاموس کی کتاب میں مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے

''خداوند خدا فرماتا ہے دیکھو وہ دن آتے ہیں کہ میں اس ملک میں قحط ڈالوں گا نہ پانی کی پیاس، اور نہ روٹی کا قحط، بلکہ خداوند کا کلام سننے کا قحط ہوگا، تب لوگ سمندر سے سمندر تک اور شمال سے مشرق تک بھٹکتے پھریں گے اور اس روز حسین کنواریاں اور جوان مرد پیاس سے بے تاب ہو جائیں گے''

(عاموس، باب 8، آیات 11-13)

یہاں پیاس سے مراد ''ہدایت اِلٰہیہ'' کی تشنگی ہے جو کہ میسر نہیں ہوگی ۔ یہی چیز قرآن پاک میں بھی کہی گئی ہے

☆قُلْ اَرَءَ یْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ( ) (سورۂ الملک، آیت 30)

''کہہ دے! کیا تم نے غور کیا کہ اگر تمہارا (تمام) پانی زمین کی گہرائیوں میں چلا جائے تو کون ایسا ہے جو تمہیں چشمے کا پانی (نکال کر) لا دے؟''

آئمہ طاہرین علیہم السلام سے بیس احادیث ایسی موجود ہیں کہ جو مندرجہ بالا آیت کی تشریح کرتی ہیں جن میں متفقہ طور پر پانی کے غائب ہونے سے حجت خدا کا غائب ہونا مراد لیا گیا ہے، اور ماءِ معین سے مراد حجت اللہ فی العالمین ہیں

واضح رہے کہ ہدایت اِلٰہی کا یہ خسارہ انسان (لوگوں) کے برے اعمال اور بدکاری کی وجہ سے ہوتا ہے

عہد نامہ قدیم میں اس ''تاریک دور'' کی وجوہات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے

''تب اس وقت میرا قہر ان پر بھڑکے گا، اور میں ان کو قطعاً چھوڑ دوں گا، اور ان سے اپنا منہ چھپا لوں گا، اور وہ نگل لئے جائیں گے، اور بہت سی بلائیں اور مصیبتیں ان پر آئیں گی، چنانچہ وہ اس دن کہیں گے کہ کیا ہم پر یہ بلائیں اسی سبب سے نہیں آئیں کہ ہمارا خدا ہمارے درمیان نہیں؟ اس وقت ان سب بدیوں کے سبب سے جو اور معبودوں کی طرف مائل ہوکر انہوں نے کی ہوں گی میں ضرور اپنا منہ چھپا لوں گا'' ...... (استثنا، باب 31، آیات 17-18)

جب انسان فسق و فجور میں پڑ جاتا ہے، خدا کی رضا و خوشنودی پر بندوں کی رضا و خوشنودی کو ترجیح دینے لگتا ہے، حقیقی خدا کی بجائے دیگر خداؤں کی عبادت و بندگی

کرنے لگتا ہے، حق تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کردہ رہنماؤں کی بجائے اپنے بنائے ہوئے رہنماؤں کی پیروی کرنے لگتا ہے تو وہ خدا کے غضب وانتقام کو دعوت دیتا ہے، خدا کا غضب ان پر نازل ہوگا اور وہ انسانوں کو اپنی حجت سے منقطع کردے گا، ایسے حالات میں انسان اپنی روحانی پیاس کے باعث مضمحل وناتواں اور مردہ دل ہو جائے گا، وہ سراب کے پیچھے بھاگے گا مگر چشمہءِ آبِ حیات کو پانے کے قابل نہیں ہوگا، آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اس ''تاریک دور'' کی وجوہات کی نشاندہی فرمائی ہے، جس سے حضرت موسیٰ کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے، فرمایا کہ

''جب اللہ اپنے نافرمان بندوں سے بہت زیادہ ناخوش وناراض ہو جاتا ہے تو وہ اپنی ''حجت'' کو چھپا دیتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اس کے فرمانبردار بندے تو اس تاریک دور میں بھی راہ حق کو نہیں چھوڑیں گے، اگر صالح بندوں کے متعلق اسے ذرا سا بھی شک ہوتا کہ وہ ایک لمحے کیلئے بھی بھٹک سکتے ہیں تو خدا اپنی ''حجت'' کو کبھی مخفی نہ کرتا''

تاریکی کی وجہ لوگوں کے گناہوں کے باعث خدا کا ناراض ہونا ہے، یہ تو ممکن نہیں کہ ساری نسل انسانی گناہ کرنے پر تیار ہو جائے کیونکہ ہر دور میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اگرچہ تعداد میں کم سہی لیکن وہ ہمیشہ خدا کی اطاعت وتابع فرمانی کرنے پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہ تو عدل خداوندی کے خلاف ہے کہ وہ فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو ایک جیسی سزا میں رکھے۔ اور اس بات کی پہلے ہی وضاحت کی جا چکی ہے کہ وہ لوگ جو خدا کے فرمانبردار ہوتے ہیں وہ تو تاریک

دور میں بھی نورِ مقدس سے مستفید و مستفیض ہوتے رہتے ہیں، جیسا کہ بادلوں میں روپوش ہو جانے کے باوجود اہل زمین سورج کی روشنی سے مستفید ہوتے ہیں نبی یسعیاہ نے اس نکتے کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ

''اور اگرچہ خدا تجھ کو تنگی کی روٹی اور مصیبت کا پانی دیتا ہے تو بھی تیرا معلم پھر تجھ سے روپوش نہ ہوگا، بلکہ تیری آنکھیں اس کو دیکھیں گی اور جب تو دائیں یا بائیں طرف مڑے گا تو تیرے کانوں میں پیچھے سے یہ آواز آئے گی کہ راہ یہی ہے اس پر چل'' ...... (یسعیاہ، باب 30، آیات 20-21)

یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وہ لوگ جو راہ حق کی پیروی کرتے ہیں وہ گمراہ نہیں ہوں گے، نہ نظر آنے والے ہادی کے ذریعے ان کی ہدایت کی جائے گی

''تاریک دور'' تو ایک آزمائش و امتحان کا دور ہے (اس میں) لوگوں کی ایک بڑی تعداد راہِ حق کو چھوڑ دے گی۔ یہی وہ بات ہے جو حضرت عیسیٰ نے کہی تھی

''اور بے دینی (یعنی ظلم و گناہ) کے بڑھ جانے سے بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا''

(متی کی انجیل، باب 24، آیات 12-13)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب سے بغاوت ایک وبا کی طرح پھیل جائے گی

احادیث بتاتی ہیں کہ تمام ادیان کے پیروکار اپنے اپنے ادیان پر عمل کو ترک کر دیں گے، دین کی محبت ان کے دلوں سے بخارات بن کر اڑ جائے گی، اگر ہم بغور جائزہ لیں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ یہی سب کچھ آج ہو رہا ہے

احادیث کی ایک بڑی تعداد ظاہر کرتی ہے کہ یہ ''تاریک دور'' ایک آزمائش اور

امتحان ہے، امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاک فرزند جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ.......... ''یہ تاریک دور ایک امتحان و آزمائش ہے جس کے ذریعے خدا نسل انسانی کو آزمائے گا''

یہ وضاحت بھی فرمائی کہ کون اس امتحان میں پورا اترے گا اور کن بنیادوں پر؟

''تاریک دور میں کوئی بھی اپنے دین سے چمٹا نہیں رہے گا، سوائے ان مخلص بندوں کے جن کی روحیں ایمان و یقین سے بھری ہوں گی اور وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ خاندانِ رسالت سے محبت و مؤدت کا عہد و پیان لے چکا ہوگا، ایمان ان کے دلوں میں پختہ کر دیا گیا ہوگا اور خدا کی طرف سے مقرر کردہ روحِ خالص سے ان کی مدد کی جائے گی''

ایک اور حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ''کوئی نجات نہیں پائے گا سوائے اس کے جو خدا سے پہلے ہی عہد کر چکا ہے اور ایمان کو اس کے دل میں کندہ کر دیا گیا ہے یا جس کی روح القدس کے ذریعے مدد کی گئی ہے'' ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کیسے روح القدس کی مدد و نصرت حاصل کر سکتے ہیں؟ یا اس کے کیا ذرائع ہیں؟

اس کا جواب حضرت عیسیٰ آج سے صدیوں پہلے یوں دے چکے ہیں کہ

''پس میں تم سے کہتا ہوں مانگو تو تمہیں دیا جائے گا، ڈھونڈو تو پاؤ گے، دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا، کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اسے ملتا ہے، جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے، اور جو کھٹکھٹاتا ہے اس کے واسطے در کھولا جاتا ہے''

تم میں سے ایسا کون سا باپ ہے؟ کہ جب اس کا بیٹا روٹی مانگے تو اسے پتھر دے یا مچھلی مانگے تو مچھلی کے بدلے اسے سانپ دے، یا انڈہ مانگے تو اسے بچھو دے

پس جب تم بڑے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینا جانتے ہو تو آسمانی باپ اپنے مانگنے والوں کو روح القدس کیوں نہ دے گا'' (لوقا کی انجیل، باب 11، آیات 9-13)

اس کا مطلب ہے کہ گمراہی و ہلاکت کے زمانے میں روح القدس اور ہدایت اِلٰہی کی مدد حاصل کرنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ اس بیٹے کی طرح بار بار التجا کی جائے جو اپنے باپ سے اپنی کچھ ضروریات مہیا کرنے کیلئے مانگتا ہے اور وہ روتا، چلاتا یا فریاد کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جو کوئی رو رو کر اور گڑگڑا کر عاجزی سے حق تعالیٰ سے مانگتا ہے تو وہ ہدایت اِلٰہی کو حاصل کر لیتا ہے

آئمہ طاہرین علیہم السلام سے بہت سی احادیث مروی ہیں جو مندرجہ بالا حقیقت کی وضاحت کرتی ہیں، احمد بن اسحٰق نامی شخص اپنے دور کی حجت سے سوال کرتا ہے کہ ''تاریک دور'' میں کون نجات پائے گا؟ امام پاک کا جواب یہ تھا کہ اس دور ہلاکت میں صرف وہی نفس بچے گا جس کو خدا خاندانِ نبوت کی محبت (وِلا) پر برقرار رہنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے گا، اور جوان کی حکمرانی کے جلد قیام کی دعا کرے گا

جب ہم موجودہ دور کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہی ''تاریک دور'' ہے جس کی نشاندہی مختلف مذاہب کے رہنماؤں (انبیاء و اولیاء) نے فرمائی، یہی وہ زمانہ ہے جس میں ساری نسل انسانی اپنے خالق سے مکمل طور پر کٹ چکی ہے اور ہم کوئی اِلہامی مقدس آواز نہیں سن سکتے، اور حق تعالیٰ کے تازہ ترین احکامات کے حصول سے بالکل محروم ہیں، ہم فقط کتابوں (صحائف) کو روحانی فیضان و ترقی کا ذریعہ سمجھ کر ان ہی سے رہنمائی پانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ فقط ایک کتاب پڑھ کر ہم کوئی چیز صحیح طور پر تیار نہیں کر سکتے، جو روٹی ہم دن میں کئی مرتبہ کھاتے ہیں صرف پڑھ کر اسے صحیح طور پر نہیں پکا سکتے جب تک کہ تجربے اور عمل سے نہ گزریں، یہ ناممکن ہے کہ ہم صرف ایک کتاب پڑھ کر کمپیوٹر تیار کرسکیں، سائنس اور ٹیکنالوجی کی ہر برانچ سے متعلق کتب موجود ہیں لیکن ہم ایک گائیڈ کے بغیر انہیں سمجھ نہیں سکتے، جب ہم قرآن پاک اور دیگر صحائف آسمانی سے متعلق تشریحاتی تفاسیر کی کتب پڑھتے ہیں تو یہ حقیقت اور زیادہ نمایاں ومضبوط ہو جاتی ہے

جن لوگوں نے آسمانی کتب کو صحیح طور پر سمجھنے کا دعویٰ کیا انہوں نے لاتعداد فرقوں اور عقیدوں کو متعارف و رائج کر دیا، حق جو کہ ایک بسیط ومکمل حقیقت ہے وہ اپنی اصلی شکل میں دکھائی نہیں دیتا، لاتعداد مسائل روزانہ جنم لے رہے ہیں اور متعدد مذاہب میں مسلسل تراميم جاری ہیں، بے اعتقادی و بے ایمانی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کوئی یہودی حضرت موسیٰ کا سچا پیروکار نہیں ہے سوائے چند ایک کے، کوئی عیسائی حضرت عیسیٰ کا صحیح پیروکار نہیں سوائے چند ایک کے، اور کوئی مسلمان پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی پیروکار نہیں سوائے چند ایک کے

جس دین کی خاطر آپ نے بہت سی تکالیف برداشت کیں اور آپ کی آل نے بہت بیش بہا قربانیاں دیں، اپنی حقیقی روح میں اس دین کی پیروی ایک معمولی سی اقلیت کے ذریعے ہو رہی ہے، ہر طرف مذہب کے خلاف ایک کھلی بغاوت و انحراف موجود ہے، جبکہ نور الٰہی کی کوئی کرن آسمان سے زمین کی طرف نہیں آ رہی ہے...... وہ پاکیزہ مذہب جو جنسی وجسمانی خواہشات کی نفی پر مبنی تھا اور جس

میں محض خدا کی خوشنودی کیلیئے یہ حکم دیا گیا تھا کہ صرف وہی شخص مقصد کو حاصل کر سکتا ہے جو مکمل طور پر جنس کی نفی کر دے، اسی مذہب کے رہنما اور پیرو کار (اب) دنیا کو حصولِ لذت کیلیئے جنسی اعمال دکھانے و پڑھانے کی تعلیم دے رہے ہیں اور ہم جنس پرستی متعارف کروا رہے ہیں

مسلمان، جن کو خدا کی طرف سے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ (اب) ہر گناہ اور بداعمالی و بدکرداری کی چوٹی پر ہیں اور اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو نجات یافتہ سمجھتے ہیں۔

موجودہ دور کے متعلق درج ذیل پیشین گوئیاں بالکل سچ ثابت ہو چکی ہیں

(1) دین کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی

(2) ہر دین کے پیرو کار (اپنے دین سے) منحرف و مرتد ہو جائیں گے

(3) آسمانی ہدایت کی روشنی (نور) اٹھالی جائے گی

(4) انسانیت ہلاکت و گمراہی کے اندھیروں میں اندھوں کی طرح بھٹک جائے گی

(5) کلام حق و نبوت معدوم ہو جائے گا

(6) پادری (ملا) اور مذہبی علماء دین کے احکامات سے پیچھے ہٹ جائیں گے

(7) نجومی اور مذہبی اشخاص کو ہر مقام پر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا

(8) مشاہدہ اور نورِ الٰہی کے متلاشی لوگ ختم یا روپوش ہو جائیں گے

(9) حق تعالیٰ دعاؤں و التجاؤں کا جواب دینا بند کر دے گا

(10) خدا اپنا چہرہ (حجت کو) ہم سے چھپا لے گا

(11) انبیاء کی طرف سے زیارت اور بزرگان کی طرف سے حصول ہدایت و نصیحت ختم ہو جائے گی

(12) خدا ہمارے برے کاموں کی وجہ سے ہم سے ناراض ہو جائے گا

(13) آبِ حیات کے چشمے مخفی ہو جائیں گے

(14) خدا خود کو انسانوں سے منقطع کر لے گا

اگر چہ گذشتہ تمام فرامین سو فی صد درست ثابت ہو چکے ہیں تو کیا موجودہ دور ہی وہ ''تاریک دور'' نہیں ہے؟ جس کی نشاندہی انبیاء کرام نے فرمائی تھی؟

اگر واقعی یہی ''تاریک دور'' ہے تو کیا ہم نے کبھی یہ سوچنے کی کوشش کی ہے کہ ایک ابدی ہلاکت سے اپنے آپ کو بچانے کیلئے ہمارا عمل کیا ہونا چاہیے؟

(1) کیا ایسے حالات میں ہم نے کبھی انبیاء کے احکامات کی روشنی میں زندگی کا اختیار کیا جانے والا اسلوب تلاش کرنے کی کوشش کی ہے؟

(2) کیا ہم نے کبھی فرامین انبیاء کی روشنی میں اس دور سے متعلق اپنے مذہبی فرائض، ذمہ داریوں اور واجبات کو ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے؟

(3) کیا ہم اس حقیقت سے آگاہ و باخبر ہیں کہ ہم نے آج تک ایسا کوئی بھی کام نہیں کیا جو ہمیں اس ''تاریک دور'' میں کرنا چاہیے تھا؟

(4) کیا ہم اپنے برے اعمال پر شرمندہ ہیں؟

(5) کیا ہم نے کبھی خدا کے نور ہدایت سے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہے؟ جن کا نام ''موعود الرسل'' ہے

(6) کیا ہم نے کبھی اس نقصان کو محسوس کرنے کی کوشش کی ہے جو ''حجت'' کی

عدم دستیابی کی وجہ سے انسانیت کو پہنچ رہا ہے؟

اگر مندرجہ بالا سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو پھر ہم مثبت نتائج کی توقع کیسے کر سکتے ہیں؟

﴿تاریک دور﴾

اور اس میں زندگی بسر کرنے کا اسلوب

ماضی میں کی گئی پیشین گوئیوں میں ہمیں ''تاریک دور'' میں پیش آنے والے خطرات کے بارے میں آگاہ کیا گیا تھا، انبیاء کے ذریعے یہ بتایا گیا تھا کہ ''تاریک دور'' غیر معمولی طور پر طویل ہوگا اور یہ طوالت وقت ایک آزمائش و امتحان ہوگا، ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ آسمانی حکومت ایک طویل وقت کے بعد آئے گی، لوگ طوالت وقت کی وجہ سے پتھر دل ہو جائیں گے، اور دنیا ظلم، جبر اور استبداد سے بھر جائے گی، اس کے بعد عدل کی حکمرانی قائم ہوگی

''تاریک دور'' میں تمام معاشرتی برائیوں کی بنیادی وجہ لمبی اُمیدیں اور لامحدود خواہشات ہوں گی

جب کوئی بندہ یہ سوچتا ہے کہ خدائی حکمرانی کا قیام تو ابھی بہت دور ہے تو خدا کی محبت اس کے دل میں سرد پڑ جاتی ہے، وہ توبہ کرنے اور تعمیر کردار کے بارے میں سست پڑ جاتا ہے، جو کچھ اسے آج کرنا چاہیے وہ اسے کل پر ڈال دیتا ہے

یہی وجہ ہے کہ سارے خدائی مقدس رہنماؤں (انبیاء و اولیاء) نے لمبی امیدوں کی مذمت کی اور ہدایت فرمائی کہ ایک انسان کو ہمیشہ یہ امید رکھنا چاہیے کہ کسی بھی لمحہ حکومت اِلٰہیہ کا قیام عمل میں آ سکتا ہے، جب یہ قیام ہو جائے گا پھر وہ تو جواب

دہی یا احتساب کا وقت ہوگا، نہ کہ ہمارے کردار کی اِصلاح کا
حضرت عیسیٰ نے اس حقیقت کی وضاحت ایک خوبصورت مثال سے فرمائی
''آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہیں ٹلیں گی، لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے، مگر صرف میرا باپ لیکن جیسا نوح کے دنوں میں ہوا، ویسا ہی ابن آدم کے آنے کے وقت ہوگا کیونکہ جس طرح طوفان سے پہلے کے دنوں میں لوگ کھاتے پیتے اور شادی بیاہ کرتے تھے، اس دن تک کہ نوح کشتی میں داخل ہوا، اور جب تک طوفان آ کر ان سب کو بہا نہ لے گیا ان کو خبر نہ ہوئی، اسی طرح ابن آدم کا آنا ہوگا''
(متی کی انجیل، باب 24، آیات 35-39)

اس کا مطلب ہے کہ لوگ بالکل بے خبر ہوں گے اور مقررہ دن آ جائے گا
جناب امام علیؑ زین العابدین علیہ السلام سے ایک حدیث مروی ہے کہ
''ہمارے قائم عجل اللہ فرجہٗ میں سات انبیاء کی نشانیاں ہیں'' کتب غیبت میں تیس سے زیادہ احادیث اس بارے میں موجود ہیں جن میں صاف طور پر یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ آخری دور بالکل حضرت نوح کے دور جیسا ہوگا ''تاریک دور'' بہت لمبے عرصے تک جاری رہے گا، لوگ آہستہ آہستہ دنیاوی معاملات میں اس حد تک منہمک ہو جائیں گے کہ وہ دین سے بالکل بے پرواہ ہو جائیں گے، تب اچانک نورِ مقدس ظاہر ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا
''پس جاگتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارا خداوند کس دن آئے گا، لیکن یہ جان رکھو کہ اگر گھر کے مالک کو معلوم ہوتا کہ چور رات کے کون سے پہر آئے گا تو

وہ ضرور جاگتا رہتا اور اپنے گھر میں نقب نہ لگانے دیتا۔ اس لئے تم بھی تیار رہو کیونکہ جس گھڑی تم کو گمان بھی نہ ہو گا ابن آدم آ جائے گا''

(متی کی انجیل، باب 24، آیات 42-44)

اسی طرح سے جناب زکریا کی کتاب میں ہے

''لیکن ایک دن ایسا آئے گا جو خداوند ہی کو معلوم ہے، اور خداوند ہی ساری دنیا کا بادشاہ ہو گا، اس روز ایک ہی خداوند ہو گا اور اس کا نام واحد ہو گا''

(زکریا، باب 14، آیات 7، 9)

کتب غیبت جن کی تعداد تین ہزار ہے، ہر کتاب میں ایک علیحدہ باب اس عنوان سے موجود ہے ''وقت کو مقرر کرنے کی ممانعت'' اس باب میں ان تمام احادیث کو اکٹھا کیا گیا ہے جو آخری حجت کی آمد کے متعلق وقت کو مقرر کرنے کی ممانعت کرتی ہیں، پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''حجت'' کے ظہور کا دن روز حساب کی طرح ہے، بہت سی قرآنی آیات اس امر کی وضاحت کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں کہ کوئی روزِ حساب کی گھڑی کو نہیں جانتا

☆يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَاللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ() ...... (سورۃ الاعراف، آیت 187)

''وہ آپ سے (مقرر کردہ) ساعت (گھڑی) کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہو گا؟ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے، وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، وہ گھڑی آسمانوں اور زمین پر بہت گراں

ہوگی اور وہ اچانک تم پر آ پڑے گی ۔ وہ تجھ سے یوں سوال کرتے ہیں جیسے تم ہی اس کے راز دار ہو، کہہ دو کہ ماسوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں''

نبی داؤد نے بھی یہی فرمایا تھا کہ

''خداوند نے میری منت سن لی، خداوند میری دعا قبول کرے گا، میرے سب دشمن شرمندہ اور نہایت بے قرار و خوار ہوں گے، وہ لوٹ جائیں گے، وہ دفعتاً شرمندہ ہوں گے'' ...... (زبور-6، آیات 9-10)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ آنکھ جھپکنے میں واقع ہوگا، اسی زبور میں ایک دوسرے موقع پر کہا گیا ہے

''کامل (اور صالح) لوگوں کے ایام کو خداوند ہی جانتا ہے، ان کی میراث ہمیشہ کیلئے ہوگی'' ...... (زبور-37، آیت 18)

یسوع مسیح فرماتے ہیں

''پس وہ دیانتدار اور عقلمند نوکر کون سا ہے؟ جسے مالک نے اپنے نوکروں چاکروں پر مقرر کیا تاکہ وقت پر ان کو کھانا دے؟ مبارک ہے وہ نوکر جسے اس کا مالک آ کر ایسا ہی کرتے پائے، میں تم سے سچ کہتا ہوں کے وہ اسے اپنے سارے مال کا مختار کر دے گا، لیکن اگر وہ خراب نوکر اپنے دل میں یہ کہہ کر کہ میرے مالک کے آنے میں دیر ہے، اپنے ہم خدمتوں (ہم خدمتگاروں) کو مارنا شروع کر دے اور شرابیوں کے ساتھ کھائے پیئے تو اس نوکر کا مالک ایسے دن کہ وہ اس کی راہ نہ دیکھتا ہو اور ایسی گھڑی کہ وہ نہ جانتا ہو آ موجود ہوگا، اور خوب کوڑے

لگا کر اس کو ریا کاروں میں شامل کرے گا، وہاں رونا اور دانت پیسنا ہی ہوگا''
(متی کی انجیل، باب 24، 45-51)

متی کی انجیل کے باب 25، آیت 13 میں کہا گیا ہے کہ ''پس جاگتے رہو کیونکہ نہ تم اس دن کو جانتے ہو نہ اس گھڑی کو، جب ابن آدم نے آنا ہے''

درج بالا مختصر مذاکرے کا خلاصہ یہ ہے کہ ''تاریک دور'' کے دوران سب سے پہلی بات جس کے کرنے کی ہمیں لازماً ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم ''حجت مقدس'' کی آمد کو بالکل قریب تصور کریں۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے ہدایت فرمائی ''اس وقت سے یسوع (حضرت عیسیٰ) نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے'' (متی کی انجیل، باب 4، آیت 17)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو اس گھڑی کو بہت دور سمجھے گا وہ غافل ہو جائے گا اس لئے ہر شخص کو بالکل اسی طرح سے تیار رہنا چاہیے جیسے 100 میٹر کی دوڑ میں حصہ لینے والا اتھلیٹ سیٹی بجنے کا انتظار کرتا ہے اگر ان میں سے کوئی کھلاڑی بھی ایک سیکنڈ کی سستی یا غفلت کرتا ہے تو یہ غفلت اسے فتح سے محروم کر دے گی

یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں آٹھ مقامات پر یہ فرمایا گیا ہے کہ کسی کو بھی ''یوم مقررہ و معینہ'' سے غافل نہیں ہونا چاہیے، یہ دن اچانک آئے گا اور پھر ہمارے پاس خود کو درست کرنے کا کوئی موقع نہیں ہوگا، یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اس دن ایمان لے آنا کچھ فائدہ نہ دے گا، ایک مومن جو پہلے ہی اعمال صالح نہ کر چکا ہو گا اس کا (صرف) عقیدہ اسے کچھ فائدہ نہ دے گا، لہٰذا یہ بہت ضروری ہو جاتا ہے کہ ایمان اور ذاتی اصلاح، آسمانی بادشاہت کے قیام سے پہلے ہی ہونا چاہیے

اور ہمیں ہر لحاظ سے پہلے ہی سے تیار ہونا چاہیے

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ظلمت ساری دنیا پر غلبہ پالے گی لیکن روشنی مکمل طور پر نہیں بجھے گی، آسمانی ہدایت مکمل طور پر بند نہیں ہوگی، اس تاریکی کو قرآن پاک کی ''سورۂ الیل'' میں ایک رات کہا گیا ہے، اس کی تشریح میں یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ رات غیبت کی رات ہے جس میں آسمانی ہدایت کا سورج غائب ہو جائے گا اور ساری دنیا تاریکی کے پردے میں ہوگی، بھٹکے ہوئے لوگ راہِ حق کو دیکھنے کے قابل نہیں ہوں گے، ایسی تاریکی میں (صرف دل کی) شمع جلا کر گھروں کو روشن کرنا ممکن ہوگا، جو کوئی بھی نورِ ہدایت کے پاور ہاؤس سے منسلک ہو جائے گا اس کا گھر جگمگا اٹھے گا، عام طور پر تو ساری دنیا پر ظلمت کی رات چھائی ہوگی لیکن صاحبانِ وسیلہ اپنے لئے نور ہدایت حاصل کرنے کے قابل ہوں گے

اسی لئے نبی یسعیاہ کی کتاب کے باب 30 آیت نمبر 20 میں فرمایا گیا ہے

''لیکن پھر بھی تیرا معلم تجھ سے روپوش نہ ہوگا بلکہ تیری آنکھیں اس کو دیکھیں گی''

''دورِ غیبت میں راہ حق پر ثابت قدم رہنا صرف اور صرف روح القدس کی نصرت و تائید کے ذریعے ہی ممکن ہوگا'' ...... (کتاب مکیال المکارم)

''پس جب تم برے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینا جانتے ہو تو آسمانی باپ اپنے مانگنے والوں کو روح القدس کیوں نہ دے گا'' ...... (لوقا کی انجیل، باب 11، آیت 13)

اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک ہدایت کیلئے نورِ الٰہی کے مرکز سے منسلک ہونے کی ہمیشہ دعا کرے، اسے ڈھونڈے، اور اس سے منسلک ہونے کی کوشش کرتا رہے، اس طرح اسے ظلمت میں بھٹکنے اور ٹھوکریں کھانے سے بچا لیا

جائے گا، اس خطرہ سے صرف اس طرح بچا جا سکتا ہے کہ انسان اور مرکز ہدایت کے درمیان رابطہ ہو......قرآن پاک فرماتا ہے

☆یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ()

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور صبر کرنے میں (دوسروں پر) سبقت لے جاؤ اور رابطہ رکھو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ'' (سورۂ آل عمران، آیت 200)

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تشریح بیان فرمائی ''پہلا یہ کہ فرائض کی بجا آوری میں ثابت قدم رہنا، مستقل مزاجی اور صبر کی کوشش کرنا، دوسرا یہ کہ اپنے دوسرے بھائیوں سے کہنا کہ دشمنوں کی طرف سے کی جانے والی زیادتیوں اور مظالم پر صبر کریں اور تمام قہر و مصائب کو صبر سے برداشت کریں، تیسرا یہ کہ ''تاریک دور'' میں ''حجت'' جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنا، اور چوتھا خوفِ خدا سے دلوں کو منور رکھنا کیونکہ یہ کامیابی کی کنجی ہے''

ان چاروں امور پر پہلے ہی سارے انبیاء نے زور دیا تھا، مثال کے طور پر اخلاقی فرائض کی ادائیگی اور دوسروں کو ان کے حقوق دینے کا مطلب ایک شخص کا خدا کی رضا وخوشنودی کی خاطر اپنی ذاتی مرضی کی قربانی دینا ہے، اخلاقی فرائض کی ادائیگی میں انسانی نفس بہت زیادہ آزادی چاہتا ہے، اس طرح ہم اس وقت تک دوسروں کو ان کے جائز حقوق نہیں دے سکتے جب تک ہم اپنی ذاتی مرضیوں اور خواہشات کو پیچھے نہ دھکیل دیں۔ زبور میں کہا گیا ہے

''میں تیرے حضور رضا (ذاتی مرضی) کی قربانی چڑھاؤں گا'' (زبور-54، آیت 6)

''اور اس (یسوع) نے اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے'' ...... (متی کی انجیل، باب 12، آیات 49-50)

''رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ اگر تو میری راہوں پر چلے اور میرے احکام پر عمل کرے تو میرے گھر پر حکومت کرے گا اور میری بارگاہوں کا نگہبان ہوگا''

(زکریا، باب 3، آیت 7)

یہ واضح ہوتا ہے کہ خدا کے احکامات کی بجا آوری بہت اہم ہے، خدا کے احکامات پر مطمئن رہنا اور مذہب سے متعلق معاملات میں ثابت قدم رہنا صبر کی روح ہے اور یہی بات سب سے اہم ہے

''خداوند میں مطمئن رہ اور صبر سے اس کا انتظار کر۔ جن کو خداوند کی آس یا انتظار ہے وہی زمین کے وارث ہوں گے'' ...... (زبور-37، آیات 7-9)

یہاں دو طرفہ صبر مطلوب ہے یعنی دوسروں کی طرف سے کئے جانے والے مظالم پر صبر کرنا اور مذہبی احکامات کی بجا آوری میں ثابت قدم رہنا۔ مصیبت، دکھ اور مظالم کے وقت صبر (کرنا) بہت اہم ہے

''اے زمین کے سب حلیم لوگو! جو خداوند کے احکام پر بلا چوں چرا عمل کرتے ہو اپنے رب کو طلب کرو، راستبازی کو ڈھونڈو، عاجزی کو تلاش کرو، شاید خداوند کے غضب کے دن تم کو پناہ ملے'' ...... (صفیناہ، باب 2، آیت 3)

''عاجزی اور فروتنی کرنے والے زمین کے وارث ہوں گے'' ...... (زبور-37، آیت 11)

''مبارک ہیں وہ دل جو کہ غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت ان ہی کی ہے

مبارک ہیں وہ جو حلیم و بردبار ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے، مبارک ہیں وہ جو حق وسچائی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وہ آسودہ ہوں گے، مبارک ہیں وہ جو راستبازی وحق کے سبب سے ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان ہی کی ہے'' ...... (متی کی انجیل، باب 5، آیات 3-5-6-10)

ایسی بہت سی آیات ہیں جن میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو جبر ومصیبت اور ظلم وستم کے شکنجے میں کسے گئے مگر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا

موجودہ دور میں مذہبی اجارہ داروں نے عوام الناس میں ایک نظریہ خاص طور پر پھیلایا ہے کہ آسمانی ہدایت کے مرکز ومنبع ومصدر سے رابطہ ہونا ممکن ہی نہیں ہے اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ اگر وہ صاف طور پر کھلے بندوں یہ تسلیم کرلیں کہ یہ رابطہ ممکن ہے تو ان کی اجارہ داری اسی وقت اور وہیں ختم ہو جاتی ہے، مسلم علماء کا یہ انتہائی اہم فریضہ ہے کہ وہ مرکز ہدایت کی جانب لوگوں کی رہنمائی کریں نہ کہ انہیں خود گائیڈ کرنے کی کوشش کریں، لیکن ہو یہ رہا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے ہی دروازہ کی طرف بلا رہے ہیں، اس بہانہ پر کہ باب ہدایت نورانیہ ناقابل رسائی اور بند ہے۔ حضرت عیسیٰ نے پہلے ہی اس مکاری کی طرف اشارہ کردیا تھا

''اے ریاکار فقیہو اور فریبیو! تم پر افسوس کہ آسمان کی بادشاہی لوگوں پر بند کرتے ہو کیونکہ نہ تو آپ داخل ہوتے ہو اور نہ داخل ہونے والوں کو داخل ہونے دیتے ہو'' ...... (متی کی انجیل، باب 23، آیت 13)

بکاؤ مذہبی علماء کی مثال ایک چشمے کے دہانے پر پڑے ہوئے بڑے پتھر جیسی ہے جو نہ تو خود اس پانی سے کوئی فائدہ حاصل کرتا ہے اور نہ دوسروں کو اس سے مستفید

ہونے دیتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ میں بندوں کی توجہ کرنے سے بہت خوش ہوتا ہوں

''تو ان سے کہہ کہ خداوند فرماتا ہے مجھے اپنی حیات کی قسم شریر و بدکار کے مرنے میں مجھے کچھ خوشی نہیں بلکہ اس میں ہے کہ شریر اپنی راہ سے باز آئے اور زندہ رہے'' ...... (حزقی ایل، باب 13، آیت 11)

اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء سے فرمایا کہ وہ برے انسانوں کے برے اعمال سے نفرت کرتا ہے لیکن برے انسان کی ذات سے نفرت نہیں کرتا کیونکہ اگر وہ اپنا راستہ بدل کر درست کر لے تو خدا تو بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

تو کیا وہ اس کی رہنمائی نہ کرے گا جو اس کے ساتھ رابطہ کرنے کی کوشش کرے؟

ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اس مہربان و رحیم کے مرکز ہدایت سے رابطہ کرنا کبھی مشکل نہیں رہا ہے، وہ خود فرماتا ہے کہ جو کوئی میرے ساتھ رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہے میں خود اس کے ساتھ رابطہ کرتا ہوں، اس کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہوتا

اس مقدس رابطہ کیلئے دوسری ضروری چیز خوف خدا ہے، تمام انبیاء نے اپنی کتب میں اس کی وضاحت فرمائی ہے لہٰذا یہ کوئی متنازعہ بات نہیں ہے اس بارے میں میں صرف اتنا ہی لکھنا چاہوں گا کہ انبیاء کی تعلیمات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خوف خدا ہی زمین کی وراثت دلائے گا، خوف خدا میں ہی علم اِلٰہی ملے گا، خوف خدا ہی ہر دور میں ہلاکت و بربادی سے محفوظ رکھے گا، اور یہی لوگ آسمانی بادشاہت میں حصہ پائیں گے

ایک سوال یہ ہوسکتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو مرکز نور ہدایت سے رابطے میں

ناکام رہتے ہیں؟اس سوال کا جواب نور الٰہی کے مشاہدہ میں سہولت وآسانی پیدا کرتا ہے، اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرکز ہدایت برے لوگوں کے برے اعمال کی وجہ سے چھپا ہوا ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری بدکاریوں کے سیاہ بادل ہمارے اور نور الٰہی کے درمیان حائل ہوتے ہیں، ہمارے برے اعمال کی دیواریں نور ہدایت کی شعاعوں کے ہم تک پہنچنے میں رکاوٹ ہیں، بہت سی کتب غیبت میں علی بن ابراہیم مہز یار کا واقعہ درج ہے کہ جب علی بن ابراہیم کا مرکز سے رابطہ ہوا تو اس سے پوچھا گیا اے ابن ابراہیم تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں حجت مخفی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں، جواب ملا کہ وہ تم سے مخفی نہیں ہے بلکہ تمہارے برے اعمال نے اسے تم سے چھپا رکھا ہے۔ کچھ اس طرح کی بات عہد نامہ قدیم میں ہے

''خداوند نے یہ دیکھ کر ان سے نفرت کی کیونکہ اس کے بیٹوں اور بیٹیوں نے اسے غصہ دلایا تب اس نے کہا میں اپنا منہ ان سے چھپا لوں گا'' (استثنا، باب 32، آیات 19-20)

پس اگر ہم اپنے طور طریقوں کی اصلاح کرلیں اور اپنے قول و فعل میں صرف خدا کی خوشنودی کی مد نظر رکھیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم نور ہدایت الٰہیہ کو دیکھنے کے قابل نہ ہوسکیں

(نوٹ)...... آئندہ صفحات میں اس پر بحث کی جائے گی کہ ہمیں یہ رابطہ کیسے قائم کرنا چاہیے اور اس کا طریقۂ کار کیا ہے؟

بیتابانہ انتظار

انبیائے کرام نے ''تاریک دور'' میں ہمیں خود کو راہِ حق پر قائم رکھنے کیلئے بہت سے سنہری اصول بتائے ہیں، ان تمام میں سے بے قراری سے انتظار اور خدا سے دعا و مناجات پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ تمام انبیاء نے خود بھی انتظار کیا اور اپنے افعال و کردار سے اپنے آپ کو منتظر ثابت کیا، نیز اپنی امتوں سے بھی ایسا ہی کرنے کو کہا، انہوں نے لوگوں کو انتظار کی فضیلت اور سربلندی کے بارے میں بھی بتایا۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل فرمان دیکھئے

''اس لئے میں خداوند کی راہ دیکھوں گا اور اپنے نجات دینے والے خدا کا انتظار کروں گا، میرا خدا میری سنے گا''...... (میکاہ، باب 7، آیت 7)

''میری صداقت و حقانیت نزدیک ہے، میری نجات ظاہر ہے، میرے بازو لوگوں پر حکمرانی کریں گے، جزیرے میرا انتظار کریں گے، اور میرے بازو پر ان کا توکل ہوگا''...... (یسعیاہ، باب 51، آیت 5)

''دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں، میرا منتخب کردہ جس سے میرا دل خوش ہے، میں نے اپنی روح اس پر ڈالی، وہ (ساری) قوموں میں حق کی عدالت و حکمرانی قائم کرے گا، وہ ناکام نہیں ہوگا، نہ ہمت ہارے گا، جب تک عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے، جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے''

(یسعیاہ، باب 42، آیات 1-4)

''اور پھر بھی خداوند تم پر مہربانی کرنے کیلیئے انتظار کرے گا اور تم پر رحم کرنے کیلیئے بلند ہوگا، خداوند عادل خدا ہے، مبارک ہیں وہ جو اس کا انتظار کرتے ہیں''

(یسعیاہ، باب 30، آیت 18)

''اے خداوند ہم پر رحم کر کیونکہ ہم تیرے منتظر ہیں، تو ہر صبح ہمارا بازو ہو اور مصیبت کے وقت ہماری نجات'' ...... (یسعیاہ، باب 33، آیت 2)

جنابِ شعیب نبی نے فرمایا تھا کہ

☆وَ ارْتَقِبُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ () ...... (سورۂ ھود، آیت 93)

''(اے میری قوم) اور تم انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں''

☆قُلْ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ () ...... (سورۂ یونس، آیت 102)

''کہہ دے انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''

قرآن پاک میں چوبیس ایسی آیات ہیں جو انتظار کا حکم رکھتی ہیں، انتظار کا یہ حکم صرف مومنین تک محدود نہیں ہے بلکہ ظالموں، کافروں اور بدکاروں کو بھی انتظار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، جیسا کسی سکول کے ذہین طلبا کے علاوہ نکمے طالب علموں سے بھی کہا جاتا ہے کہ نتیجے کا انتظار کریں، ایسے ہی انسانی معاشرے کی تمام جماعتوں سے انتظار کرنے کو کہا گیا ہے، ظالمین اور مظلومین کے مابین فیصلہ اس دن کیا جائے گا جب آخری آسمانی رہنما اپنی حکمرانی قائم فرمالیں گے اور عدل کا نفاذ فرمائیں گے، اس دن تمام قوموں کو جمع کیا جائے گا، سب انبیاء بھی موجود ہوں گے، ظالمین کو سزا دی جائے گی، اور تمام مظلومین کا انتقام لیا جائے گا یہ وہ دن ہے کہ جب تمام اعمال کے نتیجہ کا اعلان کیا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ ہر کسی

کو اس دن کے انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے

مومنین اور کافروں کے انتظار میں یہ فرق ہے کہ مومنین کو یقین ہے کہ یہ دن ضرور آئے گا اور وہ اس دن کیلئے چشم براہ رہتے ہیں، جبکہ ظالمین اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اپنی زندگی ایسے انداز میں بسر کرتے ہیں جیسا کہ مذکورہ دن کبھی آئے گا ہی نہیں، مومنین اس دن کی آمد کیلئے دعا کرتے ہیں اور کافر (چونکہ ان کو اس کا یقین ہی نہیں) طنزیہ کہتے ہیں

''اس دن کو جتنا جلدی تم لاسکتے ہو لاؤ، وہ دن کبھی نہیں آئے گا''

ایسے لوگوں کیلئے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے

☆اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ...... (ط) (سورۂ النحل، آیت 1)

''اللہ کا امر (حکم عذاب) آپہنچا، پس تم اس کیلئے تعجیل نہ کرو''

ایسے حالات میں صرف وہی امیدوار افضل ہے جو اپنے دل کی گہرائیوں سے اس مقررہ دن کی آمد پر یقین رکھتا ہے، اس دن کو دیکھنے سے محبت رکھتا ہے، اور دل سے چاہتا ہے کہ دنیا کا انتظام رب الافواج سنبھال لیں، حکومت اِلٰہیہ قائم ہو، ظالمین اور جابرین کو جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے، اور زمین و آسمان کو اپنی تمام مخلوقات سمیت ایک مستقل (ابدی) مسرت کا تحفہ وصول ہو

انتظار کے فضائل واہمیت

جب ہم تمام مذاہب کے صحیفوں کی چھان بین کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ تمام مذاہب کی بنیادی کتب متفقہ طور پر ''تاریک دور'' کا ذکر کرتی ہیں، یہ تمام کتب ہمیں ہدایت کرتی ہیں کہ ہم اس ''تاریک دور'' میں نورِ الٰہی کے ظاہر ہونے کی امید رکھیں اور انتظار کریں۔ تمام کتب کہتی ہیں کہ سارے پیغمبروں نے اس یوم موعود کا انتظار کیا، ساری کتب حکومت الٰہیہ کو ایک ذریعہ نجات کا نام دیتی ہیں، اور انتظار کرنے والوں کو ''افضل من کل اہل زمان'' یعنی سارے زمانوں کے سب لوگوں میں سے بہترین اشخاص قرار دیتی ہیں

اسلام اور انتظار

پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''میری امت کے اعمال میں سے افضل ترین عمل حکومت الٰہیہ کے قیام کا انتظار و امید رکھنا ہے جو کہ خوشحالی لائے گا''

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو خالد کابلی سے فرمایا

''تاریک دور کے وہ لوگ جو آخری ''حجت'' پر ایمان رکھیں گے اور ان کی آمد کا انتظار کریں گے، وہ سارے زمانے کے لوگوں سے افضل ہوں گے''

امیر المومنین امام علیؑ علیہ السلام نے فرمایا

''حکومت اِلٰہیہ کے قیام کا انتظار کرو اور رحمت اِلٰہیہ سے مایوس نہ ہو جاؤ، کیونکہ خدا کے نزدیک تمام اعمال میں سے محبوب ترین عمل حکومت اِلٰہیہ کے قیام کا انتظار کرنا ہے''

اس موضوع پر بہت زیادہ احادیث موجود ہیں جن کو میں اختصار کے خیال سے چھوڑتا ہوں، قرآن پاک میں چودہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو یوم مقررہ پر ایمان نہیں رکھتے یا مکمل طور پر اس کا انکار کرتے ہیں، کیونکہ وہ دن جس میں آخری حجت نے تشریف لانا ہے وہ اتنا ہی اہم ہوگا جیسے یہ خود اللہ کی تشریف آوری کا دن ہو، اس حجت سے منسوب سارے معاملات کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی نسبت ہوگی یعنی

ان کی حکومت ہی خدا کی حکومت ہوگی

ان کا عدل ہی عدلِ خداوندی ہوگا

ان سے ملاقات کرنا ہی خدا سے ملاقات کرنا ہوگا

ان کے ساتھ رکھا جانے والا رویہ بالواسطہ طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھا جانے والا رویہ ہوگا

ان کی نصرت کرنا اللہ تعالیٰ کی نصرت کرنا ہوگا

ان کی ہمراہی میں جہاد کرنا اللہ تعالیٰ کی ہمراہی میں جہاد کرنے کے مترادف ہوگا

وہ خدا کے ایک نمائندہ ہوں گے جو خدا کی تمام صفات کا پرتو رکھتے ہوں گے

وہ خدا کے نائب ہوں گے اور اس حیثیت میں وہ گذشتگان اور موجودگان کو بازپرس کیلئے جمع کریں گے اور عادلانہ فیصلے کریں گے

وہ انبیاء سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیئے گئے تمام وعدے پورے کریں گے یہی وجہ ہے کہ ان کی آمد کے دن کو خدا کا دن کہا گیا ہے

قرآن پاک میں اس دن کی بہت سی خوبیاں گنوائی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں

''اکٹھے کیئے جانے کا دن جس میں کوئی شبہ نہیں ہے'' سورۂ الشوریٰ 7

''وہ دن جو ایک سخت گرفت کا دن ہوگا'' سورۂ الدخان 16

''خدا کے دیدار کا دن'' سورۂ التوبہ 15

''یوم وعید'' سورۂ ق

''سامنا کرنے کا دن'' سورۂ ق

''گواہی کا دن'' سورۂ التوبہ

''غبن اگلوانے کا دن'' سورۂ تغابن

''وعدہ کا دن'' سورۂ معارج

''فیصلے کا دن'' سورۂ المرسلٰت

''وہ دن جب فرشتے اور ارواح صف بہ صف کھڑے ہوں گے'' سورۂ النباء

''سزا اور جزا کا دن'' سورۂ الانفطار

''وہ دن جب پوشیدہ برائیاں ظاہر کی جائیں گی'' سورۂ الطارق

''وہ دن جب لوگ خدا کے سامنے کھڑے کیئے جائیں گے'' سورۂ المطففین آیہ 6

یہی وہ دن ہے جسے ''خدا کا دن'' کہا گیا ہے، اس دن جو ہستی عدل کی کرسی پر جلوہ افروز ہوگی وہ خدا کی نائب اور اس کے جملہ اختیارات کی حامل ہوگی، اور انہی کی زیارت خدا کی زیارت ہوگی

انبیاء سے کہا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو خدا سے ملاقات کے دن سے ڈرائیں، اس ملاقات سے مراد خدا کے نائب ہی کو دیکھنا ہے، اس سلسلہ میں قرآن مجید میں ہے

☆لَعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ()...... (سورۃ الانعام، آیت 154)

''تا کہ وہ اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لے آئیں''

☆يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ()...... (سورۃ الرعد، آیت 2)

''وہ آیات کو تفصیل سے بیان کرتا ہے تا کہ تمہیں اپنے رب سے ملاقات کا یقین ہو جائے''...... جو لوگ خدا سے ملاقات پر ایمان نہیں رکھتے ان کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے

☆ قَد خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ......() ...... (سورۃ الانعام، آیت 31)

بے شک انہی لوگوں نے خسارہ اٹھایا جنہوں نے اللہ سے ملاقات کی تکذیب کی

☆وَ اِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِم لَكٰفِرُونَ () ...... (سورۃ الروم، آیت 8)

''اور بے شک لوگوں کی اکثریت اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہے''

قرآن پاک میں تیس آیات ایسی ہیں جن میں خداوند کریم سے ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ حقیقت مطلقہ کو نہ تو دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس سے ملاقات کی جا سکتی ہے، لہٰذا ان تمام آیات میں ملاقات سے مراد اس کے اسسٹنٹ، ڈپٹی یا وائسرائے سے ملاقات ہے، ان کو دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے کہ خدائے تعالیٰ کو دیکھنا ہے، تمام اِلہامی کتب میں یہی کہا گیا ہے کہ ان سے ملاقات ہی خدا سے ملاقات کے مترادف ہے

''کیونکہ خداوند حق ہے، وہ حق کو پسند کرتا ہے، راستباز اس کا دیدار حاصل کریں

گے‘‘ ...... (زبور-11، آیت 7)

’یہی اس کے طالبوں کی نسل ہے یہی تیرے دیدار کے خواہاں ہیں‘ (زبور-24، آیت 6)

’’رب خداوند خدا نے کلام کیا اور مشرق سے مغرب تک دنیا کو بلایا صیہون سے حسن کا کامل یعنی خدا تعالیٰ جلوہ گر ہوا ہے ہمارا خدا آئے گا اور خاموش نہیں رہے گا (زبور-50، آیات 1-3)

حق تعالیٰ تو کہیں آنے جانے سے بہت ارفع ہے کیونکہ اس کو اس کی ضرورت ہی نہیں ہے، تو پھر یہ کون ہے جو آئے گا؟ قرآن پاک فرماتا ہے

☆وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا () ...... (سورۃ الفجر، آیت 22)

’’اور تیرا رب اور فرشتے صف بہ صف آئیں گے‘‘

’’اس کے مقدس نام پر فخر کرو، خداوند کے طالبوں کے دل شادمان ہوں خداوند اور اس کی قوت کے طالب ہو جاؤ اور ہمیشہ اس کے دیدار کے طالب رہو‘‘ (زبور-105، آیات 3-4)

’’اے خداوند! جلد مجھے جواب دے، میری روح گداز ہو چلی، اپنا چہرہ مجھ سے نہ چھپا‘‘ ...... (زبور-143، آیت 7)

’’اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ ہارون اور اس کے بیٹوں سے کہہ کہ تم بنی اسرائیل کو اس طرح دعا دیا کرنا، تم ان سے کہنا کہ خداوند تمہیں برکت دے اور تمہیں محفوظ رکھے، خداوند اپنا چہرہ تم پر جلوہ گر فرمائے اور تم پر مہربان رہے‘‘ (گنتی، باب 6، آیات 22-25)

بالکل اسی طرح تمام انبیاء کرام کی کتب میں خدا سے ملاقات کا تصور پایا جاتا ہے

جس سے مراد وہی نورِ ہدایت یا آخری حجت ہیں جنہوں نے خدا کے نائب یا وائسرائے کے طور پر آنا ہے

چونکہ عوام الناس کی اکثریت آخری حجت کی آمد کے دن کو حیرت یا ناممکنات کی طرح سے لیتے ہیں لہٰذا انہیں انتظار کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ آسمانی حکمرانی کے قیام کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں اور اپنے مناسب حال انجام کو پہنچیں

انبیائے کرام میں سے اکثریت کو ایسے لوگوں سے پالا پڑا تھا کہ جو آخری حجت کے ظہور کے دن پر ایمان لانے کے مخالف تھے، ایسے منکرین کی ذہنیت کو انبیائے کرام پر واضح کر دیا گیا تھا۔قرآن پاک میں ارشادِ رب العزت ہے

☆هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّاتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ قُضِىَ الاَمْرُ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ(ط) ...... (سورۂ البقرہ، آیت 210)

''کیا وہ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ اور فرشتے ان کے پاس بادلوں کے سائے میں آئیں اور معاملہ چک جائے، اور تمام امور (فیصلے کیلئے) اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں''

☆وَ يَقُوْلُوْنَ لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ() ...... (سورۂ یونس، آیت 20)

''اور وہ کہتے ہیں کہ اس (رسولؐ) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نازل نہیں ہوتی، (اے رسول) فرما دیجئے کہ غیب کا مالک تو صرف اللہ ہی ہے، پس انتظار کرو، میں (بھی) تمہارے ساتھ یقیناً انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''

اسی طریقے سے دیگر انبیاء کو بھی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ انتظار کریں اور صابر رہیں کتابِ حبقوق، باب 3، آیت 16 میں کہا گیا ہے کہ

''میری ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں اور میں کھڑے کھڑے کانپنے لگا لیکن میں صبر سے ان کے برے دن کا منتظر ہوں''

''ہاں تیری عدالت کی راہ میں اے خداوند! ہم تیرے منتظر رہے، ہماری جان و روح کا اشتیاق تیرے نام اور تیری یاد کی طرف ہے، رات کو میری جان تیری مشتاق ہے، ہاں میری روح تیری جستجو میں کوشاں رہے گی'' (یسعیاہ، باب 26، آیات 8-9)

یہ مختصر سی بحث ثابت کرتی ہے کہ حکومت اِلٰہیہ کا تصور اور ایک خاص مقررہ دن کا انتظار دنیا کے تمام مذاہب میں موجود ہے اور اس بات کو سراہا گیا ہے، ہر نبی نے اپنے وقت میں حکومت اِلٰہیہ کا انتظار کیا ہے اور اپنی امت کو بھی انتظار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، موعود الرسل کی حکمرانی اور گورنمنٹ دراصل خدا کی حکمرانی اور گورنمنٹ ہے کیونکہ گذشتہ، موجودہ اور آئندہ کی جملہ مظلوم شخصیتوں کا انتقام خصوصی طور پر اس کی حکمرانی کے زمانہ سے وابستہ ہے، ظالمین نے اپنا ظلم اسی زمین پر موجود رہتے ہوئے کر دکھایا، اس لئے عدل کا تقاضا ہے کہ ان کو سزا بھی اسی زمین پر ہی ملنا چاہیے اور مظلومین کو بدلہ، عیوض یا تلافی بھی اسی زمین پر ملے یہ دنیا ہی سزا و جزا کی اصل جگہ ہے، جنت اپنی تمام تر آسائشات کے ساتھ ایک انعام ہے نہ کہ بدلہ

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آسمانی حکومت کا انتظار کرنے کی اتنی فضیلت کیوں بیان کی گئی ہے جبکہ انتظار کرنا بظاہر محض ایک عام پھیکا اور اکتا دینے والا کام ہے؟

مخالفین عام طور پر کہتے ہیں کہ ''انتظار کا مکتبہ فکر'' سوائے آسانی، عیش و آرام اور بے کاری کے کچھ نہیں ہے، اور یہ تو محض ہر اس عمل یا کام کو چھوڑ نا ہی ہے جو کہ ترقی اور دنیا میں آگے بڑھنے کیلئے ضروری ہے۔ وہ لوگ جو ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں انہوں نے نہ تو صحیح طور پر انتظار کے فلسفہ اور مقصد کو سمجھا ہے اور نہ ہی انبیائے ماسلف، پاک اہل بیت اور پیغمبر اسلام کے فرامین و احادیث کو سمجھا ہے کیونکہ انتظار کا مکتبہ فکر تو انتہائی اعلیٰ درجہ کا اصلاحی اور تربیتی مکتبہ فکر ہے مشرق اور مغرب کے ماہرین اخلاقیات جن کا فرض ہی یہی ہے کہ وہ انسانی زندگی کے حقیقی مقصد کی نشاندہی کریں اور اس کی تعریف بیان کریں کہ ایک عمل صالح کیا ہوتا ہے؟ جب وہ انسانی زندگی کے مقصد حقیقی کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ اس کے متعلق صاف اور واضح تعریف کرنے میں ناکام رہتے ہیں، تاہم انہوں نے مقصد حیاتِ انسانی کی چند ناگزیر خصوصیات کی نشاندہی کی ہے

جب میں نے ان خصوصیات کا مطالعہ کیا تو مجھے یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی کہ وہ تمام کی تمام اول تا آخر حکومت اِلٰہیہ کے انتظار میں موجود ہیں، دیگر کسی کام میں وہ تمام خصوصیات مکمل طور پر نہیں پائی جاتی ہیں۔ بہت مشہور ماہر دینیات ڈاکٹر بینتھم نے انسانی زندگی کے مقصد حقیقی کی تعریف یوں کی ہے

''حقیقی مقصد حیات ممکنہ حد تک زیادہ سے زیادہ مسرت کا حصول ہے''

مسرت سے اس کی مراد خوشی ہے جو کہ غم کی ضد ہے، پھر وہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مسرت کی خصوصیات میں تین خوبیاں ہونا چاہییں یعنی مسرت کو اپنے حلقہ اثر میں (1) شدید (2) پائیدار (3) اور وسیع ہونا چاہیے

ایک اور ماہر مذہبیات ڈاکٹر مل نے اس نکتے پر اپنے خیالات کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے ’’مسرت جو مقدار اور تعداد میں سب سے زیادہ ہو اور لمبے عرصے تک کیلئے ہو وہی حقیقی مقصد حیات ہوسکتا ہے‘‘

اس کا مطلب ہے کہ مسرت کو شدید اور اعلیٰ ترین درجے کا ہونا چاہیے، اسے اس دنیا کی آخری ممکنہ حد تک رہنا چاہیے، اس کے حلقۂ اثر سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مستفید ہونا چاہیے، اور اسے بہت طویل عرصے تک برقرار رہنا چاہیے

اس موضوع کے ایک اور ماہر ڈاکٹر گرین نے درج بالا نظریے پر ایک اعتراض اٹھایا تھا جس کو اس کے بعد میں آنے والوں نے قبول نہیں کیا تھا، اعتراض یہ تھا کہ ایک بڑی مقدار کا ایک زیادہ تعداد میں موجود ہونا ممکن نہیں ہے، مثال کے طور پر اگر دس لاکھ روپے کو دو بندوں میں تقسیم کیا جائے تو یہ ایک بڑی مقدار ہو گی لیکن اگر اسی رقم کو لوگوں کی ایک بڑی تعداد میں برابر تقسیم کیا جائے تو بلا شبہ لوگوں کی تعداد تو بڑھ جائے گی مگر ان کو ملنے والی مقدار کم ہو جائے گی

اس نقطۂ نظر کو تسلیم کیا جا سکتا تھا اگر مسرت بھی ایک مادی شے ہوتی چونکہ مسرت یا خوشی ایک کیفیت اور غیر مادی شے ہے اس لئے ہم گذشتہ مثال کو درست تسلیم نہیں کر سکتے، اگر ایک شاعر اپنی ایک خوبصورت نظم ایک بڑے مجمع میں پڑھتا ہے تو اس نظم سے اخذ ہونے والی مسرت اگرچہ زیادہ لوگوں میں ہی تقسیم کیوں نہ ہو رہی ہو پھر بھی اس کی مقدار کم نہیں ہو سکے گی، بالکل اسی طرح صبح کی سیر یا خوبصورت مناظر ایک فرد کو یا ایک لاکھ افراد کو بغیر کسی کمی کے مسرت و تسکین کی برابر مقدار مہیا کرتے ہیں، لہٰذا اس فارمولے کے مطابق ہم ڈاکٹر بینتھم کے اس

نظریہ کو بالکل درست پاتے ہیں کہ حقیقی مقصد حیات زیادہ سے زیادہ مقدار میں زیادہ سے زیادہ کیفیت میں اور ایک لمبے عرصے تک کیلئے مسرت کا حصول ہے

ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ حکومت اِلٰہیہ کے قیام میں یہ تینوں خوبیاں پائی جاتی ہیں

( )......شدتِ مسرت

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسرت کی پیمائش کرنے کیلئے ابھی تک کوئی پیمانہ ایجاد نہیں ہوا لیکن سچائی یہ ہے کہ جب حکومت اِلٰہیہ قائم ہوگی تو مسرت کا حصول اتنا شدید ہوجائے گا کہ اگر پیمانے ایجاد بھی ہو جائیں تو بھی وہ اس کی پیمائش کرنے میں ناکام ہوجائیں گے، ہرشخص انتہائی اونچے ممکنہ درجہ تک مسرت کا حصول کرسکے گا

( )......حلقہ ءِ اثر

اس مسرت کا حلقہ ءِ اثر ممکنہ حد تک وسیع ہوگا کیونکہ حکومت اِلٰہیہ کا قیام بطورِ خاص ان لوگوں کیلئے ہے کہ جنہوں نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا، اور وہ جو اس میں کامیاب ہوں گے اِن تمام کیلئے خوشی کا سرچشمہ ہوگا، فرشتے، جنات اور ارواح بھی خوش ہوں گے، یہاں تک کہ ہم اس خوشی کا اثر پودوں، درختوں، سبزہ اور جاندار و بے جان اشیاء میں بھی محسوس کریں گے، ہم بعد میں احادیث سے یہ ثابت کریں گے کہ حکومت اِلٰہیہ کا قیام نہ صرف ساکنانِ ارض و سما بلکہ پانی میں موجود مچھلیوں یعنی تمام آبی مخلوق کیلئے بھی انتہائی درجہ کی خوشی کا باعث ہوگا

( )......مسرت کی پائیداری

یہ مسرت ابدی ہوگی، جیسا کہ کتاب دانیال میں کہا گیا ہے

''آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہوگی، اور نہ اس کی حکومت کسی دوسری قوم کے حوالے کی جائے گی، بلکہ وہ اِن تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی، اور وہی ابد تک قائم رہے گی'' ...... (باب 2، آیت 44)

''اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے جو جاتی نہ رہے گی اور اس کی سلطنت لازوال ہوگی'' ...... (باب 7، آیت 14)

''تیری سلطنت ابدی سلطنت ہے'' ...... (زبور-145، آیت 13)

''اس کی سلطنت کی شان وشوکت ہمیشہ باقی رہے گی'' ...... (یوحنا کی انجیل)

اس کا مطلب ہے کہ حکومت اِلٰہیہ ابدی ہوگی اور وہ عوام کو جو مسرت دے گی وہ نہ ختم ہونے والے عرصہ کیلئے ہوگی، لہٰذا ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ حکومت اِلٰہیہ کے قیام کی خواہش کرنا ہی حقیقی مقصد حیاتِ انسانی ہے۔ جب یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ مکتبہ فکر ''انتظار'' ہمیں انسانی زندگی کے اصل مقصد کی طرف لے جاتا ہے تو پھر یہ ٹھیک نہیں ہے کہ ہم اس پر نکموں کے مشغلے کا لیبل لگائیں، اگر ہم انتظار کے اصولوں کو انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر عملی طور پر نافذ کریں تو ہم محسوس کریں گے کہ زندگی خود بخود مثالی بن جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت اِلٰہیہ کے قیام کیلئے انتظار کرنا ایک انسان کو مہذب وشائستہ، کردار میں پاکباز اور مذہبی ذہنیت والا بناتا ہے، اور یوں انسان وہ تمام اخلاقی خوبیاں حاصل کر لیتا ہے جو کسی کو حاصل کرنا چاہییں

انتظار کا مفہوم اگر ہم صحیح طور پر سمجھنے کے قابل ہوجائیں تو ہم اسے بے کاروں کے مشغلے کا نام نہیں دیں گے کیونکہ انتظار ایک نصیحت آموز مثالی عمل ہے اور یہ سستی یا

کا ہلی نہیں ہے، انتظار کے مقابلہ میں تمام اچھے اعمال چھوٹے اور بے حیثیت نظر آتے ہیں، درحقیقت انتظار بذات خود دیگر نیک اعمال کی ایک تمہید ہے کیونکہ ایک انسان جو کسی کا انتظار کرتا ہے اسے کچھ نہ کچھ خاص چیزیں مہیا کرنا پڑتی ہیں جو آنے والی شخصیت کے مرتبے وحیثیت کے شایانِ شان ہوں، مثال کے طور پر آپ اپنے دوستوں کے ہمراہ کسی جگہ جانا چاہتے ہیں، اگر وہ دوست وقت پر نہیں آتے تو آپ کو ان کا انتظار کرنا پڑے گا، اس درمیانی عرصہ میں آپ بے کار بیٹھ نہیں جائیں گے بلکہ آپ مطلوبہ سفر کے حساب سے تیاریاں کریں گے، اور اشیائے ضرورت بریف کیس میں رکھیں گے، آپ اس وقت تک بیکار نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ آپ مطمئن نہ ہو جائیں کہ وہ سب کچھ جمع کرلیا گیا ہے جو سفر کیلئے ضروری ہے، اگر مطلوبہ سفر طویل ہو اور آنے والے دوستوں کی آپ نے مدد بھی کرنا ہو تو ضروریات بڑھ جائیں گی، وقت کی کمی اور اتنی زیادہ اشیاء کو اکٹھا کرنا آپ کے اندر اضطراب پیدا کردے گا، اب اس طرح کی صورتحال میں کیا کوئی گہری نیند کا مزہ لے سکتا ہے؟ بعض اوقات ایک محدود آمدنی کے شخص کو لوگوں کے ایک ایسے گروپ کے ساتھ ہوائی سفر پر جانا پڑتا ہے جو اونچے مرتبے کے ہوتے ہیں تو اس غریب ساتھی کو اپنے ہم سفروں کے معیار کے مطابق اور بھی زیادہ انتظامات کرنا پڑتے ہیں، اسے مزید رقم اور زیادہ قیمتی سامانِ سفر کا انتظام کرنا پڑتا ہے

آپ ذرا ایسے شخص کے بارے میں سوچیں جو کاروان حق وصداقت کے ساتھ سفر کرنا چاہتا ہو، جس میں ہر مسافر متقی و پرہیز گار، پاک دامن اور اعلیٰ اخلاقی

قدروں کا مالک ہے، ایسے شخص کو اس قسم کے پاکیزہ اور مخلص مسافروں کا ہم سفر بننے کیلئے بہترین اور ٹھوس قسم کے انتظامات کرنا ہوں گے

اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا

''تم کو اس وقت تک مقدس آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے گی جب تک کہ تمہاری پاکیزگی اور سچائی مذہبی لیڈروں سے زیادہ نہ ہو''

اسی طرح سے انجیل میں کہا گیا ہے

''پس خبردار رہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل خمار، نشہ بازی اور اس زندگی کی فکر سے سست ہو جائیں اور وہ دن تم پر پھندے کی طرح ناگہاں آ پڑے، کیونکہ جتنے لوگ تمام روئے زمین پر موجود ہوں گے ان سب پر وہ اسی طرح آ پڑے گا، پس ہر وقت جاگتے اور دعا کرتے رہو تاکہ تم کو ان سب ہونے والی باتوں سے بچنے اور ابن آدم کے حضور کھڑے ہونے کا مقدور ہو'' (لوقا کی انجیل، باب 21، آیات 34-36)

میں ایک اور مثال کی مدد سے اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں فرض کریں ایک بادشاہ اپنی رعایا میں سے ایک شخص کو کہتا ہے کہ میں فلاں دن تمہارے گھر آؤں گا میرا انتظار کرنا۔ اب یہ شخص اپنے گھر کے دروازے پر بیکار بیٹھ نہیں جائے گا بلکہ اسے اپنے مہمان کے مرتبے کے مطابق انتظامات کرنا پڑیں گے، وہ بادشاہ کے معیار کے مطابق اپنے کمروں کو درست کرنے اور برتنوں وغیرہ کا انتظام کرنے کی کوشش کرے گا تاکہ اسے ہر ممکنہ آرام وسہولت مہیا کر سکے، اگر وہ شخص اپنے گھر کے دروازے پر اپنے مہمان کے انتظار میں بیٹھ جائے اور موقع کی مناسبت سے کوئی انتظامات نہ کرے تو وہ مقررہ ملاقات کے دن

افسوس و شرمندگی کی تصویر بن کر رہ جائے گا، جسے ہوائی جہاز سے سفر کرنا ہو، اسے وقت سے پہلے ائر پورٹ پہنچنا پڑتا ہے کہ مبادا اس کی فلائٹ چھوٹ جائے وقت سے پہلے کی اس تیاری کو ''انتظار'' کہتے ہیں عربی میں ایک محاورہ ہے الانتظار اشد من الموت......یعنی انتظار موت سے زیادہ شدید ہے

انتظار جس پر ہم زور دے رہے ہیں دراصل ایک انقلابی مکتبۂ فکر ہے جس میں فراغت، سہولت یا آسان زندگی کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے، یہ تو ایک مجاہد یا کمانڈو کی زندگی کا نام ہے، بہت سی احادیث میں بیان ہوا ہے کہ

''وہ جو انتظار کرتا ہے، میدان جنگ میں لڑنے والے مجاہد کی طرح ہے''

کتاب اکمال الدین میں ایک حدیث پاک ہے

''جو کوئی حکومت اِلٰہیہ کے قیام کا انتظار کرتے ہوئے مر جاتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے کہ جو حجت زماں عجل اللہ فرجہٗ کے خیمہ مبارکہ میں ہو، بلکہ یہ زیادہ صحیح ہے کہ وہ اس شخص کی طرح ہے جو پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے راہِ خدا میں جہاد کر رہا ہو''

دیگر بہت سی احادیث میں ایک انتظار کرنے والے شخص کے دین و ایمان کو جہاد کرنے والے جنگجو کے برابر قرار دیا گیا ہے

(1) ایک منتظر اس شخص کی طرح ہے جو زخمی حالت میں راہِ خدا میں جہاد کر رہا ہو

(2) ایک منتظر اس شہید کی طرح ہے جو پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنے خون میں لت پت پڑا ہو

(3) ایک منتظر اس شخص کی طرح ہے جو حجت دوراں عجل اللہ فرجہٗ کی آنکھوں کے

سامنے ایک سخت جہاد کرنے کے بعد زمین پر گر گیا ہو اور اپنے امام پاک کے خیمہ کے اندر اپنے آخری سانس لے رہا ہو

گذشتہ احادیث کو دیکھنے کے بعد ہمیں یہ یقین ہو جاتا ہے کہ انتظار محض آرام و تفریح نہیں ہے، بلکہ یہ ایک سختی اور جدوجہد ہے، انتظار تو دین وایمان کیلئے لڑنے والے مجاہد کا طرزِ زندگی ہے

(1) مجاہد کے پاس ہتھیار ہوتے ہیں اور ایک منتظر کے پاس دعا ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ''دعا مومن کا ہتھیار ہے''

(2) مجاہد دین کے دشمنوں سے جنگ کرتا ہے اور منتظر شیطانی قوتوں کے ساتھ جنگ کرتا ہے

(3) مجاہد اپنی تلوار اور علم اٹھاتا ہے اور منتظر دعا کیلئے اپنے ہاتھوں کو اٹھاتا ہے جیسے ایک مجاہد اپنے علم کو بلند رکھنے کی کوشش کرتا ہے ویسے ہی منتظر کو دعا میں اپنے ہاتھوں کو بلند رکھنا چاہیے

(4) مجاہد میدان جنگ میں جنگی نعرے لگاتا ہے اور منتظر اللہ کے سامنے آہ و بکا اور نوحہ وفریاد کرتا ہے

(5) مجاہد کے زخموں سے خون کے قطرے گرتے ہیں جبکہ منتظر کی آنکھوں سے آنسو گرتے ہیں، جو خون کا جوہر یا (Essence) ایسنس ہوتے ہیں

(6) مجاہد تیروں، نیزوں اور تلواروں کا نشانہ بنتا ہے جبکہ منتظر (لوگوں کے) طنز وطعنہ زنی اور دُشنام طرازی کا نشانہ بنتا ہے۔تلوار کا گھاؤ تو بھر جاتا ہے جبکہ زبان کا دیا ہوا گھاؤ نہیں بھرتا

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد تین طرح کا ہوتا ہے (1) ظاہری نظر آنے والے دشمنوں سے لڑنا (2) شیطان سے لڑنا، اور (3) اپنے نفس امارہ سے لڑنا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کافروں سے اپنے ہاتھوں، زبان، مال اور جانوں سے لڑیں، ان تمام جہادوں میں سے سب سے شدید اور مشکل ترین جہاد اپنے نفس امارہ سے لڑنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان لوگوں سے راضی ہوتا ہے جو اپنے نفس امارہ کی خواہشات کے خلاف چلتے ہیں، اسی وجہ سے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم خواہشات نفس کے خلاف اس طرح جنگ کریں جیسے ہم اپنے دشمنوں سے جہاد کرتے ہیں، اور اپنے نفس کے خلاف لڑنے کو شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ صدق نے جہادِ اکبر قرار دیا ہے

جہاد کی وہ ساری اقسام جن کا اوپر بیان ہوا ہے وہ انتظار میں چھپی ہوئی ہیں یہ ایک منتظر کی سخت جانفشانی و ریاضت ہی ہے جس کی وجہ سے اسے ہر دور یا زمانے کے لوگوں سے افضل ہونے کا درجہ دیا گیا ہے۔ پاک یسوع مسیح فرماتے ہیں

’’میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا، لیکن جو آسمان کی بادشاہی میں سے سب سے چھوٹا ہے وہ بھی اس (یوحنا) سے زیادہ بڑا ہے‘‘ ...... (متی کی انجیل، باب 11، آیت 11)

درج بالا اقتباس سے ہم محسوس کر سکتے ہیں کہ جو لوگ حکومت الٰہیہ میں شامل ہوں گے ان کا درجہ کتنا بلند ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کے نبی یوحنا سے بڑھ کر ہوں گے، جب میرٹ اتنا اونچا ہے تو اسے پانے کیلئے کی جانے والی محنت کتنی سخت و کٹھن ہوگی اس لئے انتظار کا مطلب اپنی ذات کی تیاری ہے جو لوگ برائی و بدکاری نہیں

چھوڑتے مگر انتظار کرتے ہیں وہ دراصل اپنی تباہی کا انتظار کر رہے ہیں۔

اس بات کی تائید و تصدیق کتاب یسعیاہ میں جگہ جگہ پر بارہا کی گئی ہے

''دیکھو خداوند کا وہ دن آتا ہے جو غضب میں اور قہر شدید میں سخت و درشت ہے تاکہ ملک کو ویران کرے اور گناہگاروں کو اس پر سے نیست و نابود کر دے''

(یسعیاہ، باب 13، آیت 9)

''خداوند فرماتا ہے تمہارے ذبیحوں کی کثرت سے مجھے کیا کام؟ میں مینڈھوں کی سوختنی قربانیوں سے اور فربہ بچھڑوں کی چربی سے بیزار ہوں اور بیلوں اور بھیڑوں اور بکروں کے خون میں میری خوشنودی نہیں ہے، جب تم میرے حضور آ کر میرے دیدار کے طالب ہوتے ہو تو تم سے کون یہ چاہتا ہے کہ میری بارگاہوں کو روندو؟ آئندہ کو باطل ہدیے نہ لانا، بخور سے مجھے نفرت ہے، نئے چاند اور سبت اور عید کی جماعت سے بھی، کیونکہ مجھ میں بدکرداری کے ساتھ عید کی برداشت نہیں، میرے دل کو تمہارے نئے چاندوں اور تمہاری مقررہ عیدوں (دعوتوں) سے نفرت ہے، وہ مجھ پر بار ہیں، میں ان کو برداشت نہیں کر سکتا''

(یسعیاہ، باب 1، آیات 11-14)

''لیکن اگر تم انکار کرو اور باغی ہو تو تلوار کا لقمہ ہو جاؤ گے کیونکہ خداوند نے یہ اپنے منہ سے فرمایا ہے'' ...... (یسعیاہ، باب 1، آیت 20)

''اب تم واویلا کرو، کیونکہ خداوند کا دن نزدیک ہے، وہ قادر مطلق کی طرف سے بڑی ہلاکت کی مانند آئے گا'' ...... (یسعیاہ، باب 13، آیت 6)

اسی طرح سے کتاب حزقی ایل میں کہا گیا ہے کہ

''خداوند خدا یوں فرماتا ہے چلا کر کہو کہ افسوس اس روز پر! اس لئے کہ وہ روز قریب ہے، ہاں خداوند کا روز یعنی بادلوں کا روز قریب ہے، وہ قوموں کی سزا کا وقت ہوگا'' ...... (باب 30، آیات 2-3)

کتاب یوایل (Joel) میں کہا گیا ہے

''اس روز پر افسوس ہے کیونکہ خداوند کا روز قریب ہے، وہ قادر مطلق کی طرف سے بڑی ہلاکت کی مانند آئے گا'' ...... (باب 1، آیت 15)

کتاب عاموس میں کہا گیا ہے

''تم پر افسوس جو خداوند کے دن کی آرزو کرتے ہو، تم خداوند کے دن کی آرزو کیوں کرتے ہو؟ وہ تو تاریکی کا دن ہے، روشنی کا نہیں، جیسے کوئی شیر ببر سے بھاگے اور ریچھ اسے ملے، یا گھر میں جا کر اپنا ہاتھ دیوار پر رکھے اور اسے سانپ کاٹ لے، کیا خداوند کا دن تاریک نہ ہوگا؟'' ...... (باب 5، آیات 18 تا 20)

قیام امن اور اصلاحات

انسان نے اپنی تخلیق سے لے کر آج تک دو چیزوں کا ادراک و تجربہ کیا ہے
(1)ظلم و ستم (2) دکھ اور افسوس
یہ دونوں باتیں انسانی زندگی کا جدا نہ ہونے والا حصہ ہیں اور رہیں گی جب تک کہ انسان اس سیارے پر باقی ہے۔ تمام انبیاء، دانشوروں حتیٰ کہ شاعروں تک نے ان دونوں چیزوں پر بحث و گفتگو کی ہے، ایک عام ذہن والے انسان سے لے کر مثالی ذہانت والے انسان تک یہ دونوں چیزیں یکساں محسوس ہوتی ہیں، ان دونوں عوامل سے ہر ایک انسان مضطرب ہوتا ہے، یہ علیحدہ بات ہے کہ ہر انسان اپنے اپنے ظرف کے مطابق ان کا ادراک کرتا ہے، ایک جاہل انسان صرف اپنی ذات تک محدود رہتا ہے جبکہ اعلیٰ ظرف کے انسانوں کا دائرۂ اِدراک واحساس وسیع ہوتا ہے، (کسی پر ظلم کو) وہ ایسے محسوس کرتے ہیں جیسے ظلم وستم نے ساری دنیا کو ڈھانپ لیا ہو، وہ نہ صرف انسانوں کے دکھ درد کو بلکہ پودوں اور بے جان اشیاء کی تکلیف کو اپنا درد سمجھتے ہیں، وہ ظلم کے ماحول اور فضا سے سمجھوتہ نہیں کر سکتے، وہ اپنی ذات کو براہِ راست اس ظلم کا نشانہ محسوس کرتے ہیں حتیٰ کہ درخت سے ٹکرانے والے کلہاڑے کو وہ اپنے دلوں پر گرنے والا کلہاڑا محسوس کرتے ہیں، وہ درخت کے کاٹنے کو بھی انسانی قتل کے برابر سمجھتے ہیں

میرے حساس دل میں درد ہے سارے گلستاں کا
مجھے ہر شاخ شاخِ آشیاں معلوم ہوتی ہے

مہاتما بدھ نے اپنا تخت و تاج چھوڑ دیا اور جنگل کی زندگی کو ترجیح دی تو محض اس لئے کہ انہوں نے ہر طرف ظلم وستم کو ہی دیکھا تھا، جب ایک طویل وقفے کے بعد انہوں نے تبلیغ شروع کی تو انہوں نے بنیادی طور پر انہی دو چیزوں پر زور دیا یعنی ظلم اور دکھ۔ انہی دو نقاط نے ''آہنسا'' کے اصول (بے ضرر پن یا کسی کو دکھ نہ دینا) کا پس منظر تخلیق کیا جو جین مت کے بانی سوامی مہابیر نے پیش کیا تھا

ایک ظالم بھی اپنے آپ کو دکھ، درد اور ظلم سے نہیں بچا سکتا دنیا کا ہر ظالم ظلم کی مذمت کرتا ہے جبکہ وہ ظلم کر بھی رہا ہوتا ہے۔ انسان نے جب سے علم و آگہی حاصل کی ہے وہ مسلسل انہی دو باتوں کے خلاف علم جنگ لہرا رہا ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کی سب سے پہلی اور اہم ضرورت، امن اور خوشی ہے، لہٰذا وہ انہیں حاصل کرنے کی سخت کوشش کرتا ہے۔ انقلابِ روس میں جس نعرہ نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا تھا وہ تھا ''آزادی اور امن''

مختلف ممالک میں انتظامیہ اور عدلیہ کے ذریعے، آئین و دیگر قوانین کی عملداری محض ظلم اور تکلیف کو کم کرنے کیلئے ہی ہوتی ہے، سیاست کا بنیادی مقصد ایک عام آدمی کو ظلم کے شکنجے سے بچانا اور اس کی خوشی میں اضافہ کرنا ہے، مجھے یہ کہتے ہوئے بڑا دکھ ہوتا ہے کہ انسان اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے باوجود نہ تو ظلم کو پھیلنے سے روکنے میں کامیاب ہو سکا ہے اور نہ ہی اسے کم سے کم کرنے میں۔ ظلم گولی کی رفتار سے ہر طرف پھیل رہا ہے، خوشی اور امن اس

روئے زمین سے مٹتے جا رہے ہیں، ہر شخص اپنے آپ کو بندوق کی نالی کی زد میں محسوس کرتا ہے، ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ زندگی بارود سے بنی ہوئی ہے، شہروں میں جنگل کا قانون جاری وساری ہے، حتیٰ کہ شہروں کی بے سکونی جنگلوں میں بھی داخل ہورہی ہے، ساری انسانیت خودکو غیر محفوظ تصور کررہی ہے

جب ایک دکھ کا مارا انسان ان سب حالات کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، کیا یہ ظلم وستم کا سیلاب کبھی رُکے گا؟ کیا انسانیت کے مصائب وآلام کبھی ختم بھی ہوں گے؟ جب وہ ان سوالوں کا جواب مادی نظام میں ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ کوئی مثبت جواب نہیں پاتا، اوراس کے برعکس وہ ظلم اور دکھ کی بڑھتی ہوئی رفتار کی وجہ سے مایوس ہوجاتا ہے

ان سوالات کا جواب صرف آسمانی کتب اور صحائف میں ملتا ہے، دنیا بھر کے تمام مذاہب یک زبان ہوکر یہ اعلان کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ آخری دور میں واقع ہوگا، جب موعود الرسلؐ ذات پاک کی حکمرانی کا آغاز ہوگا، اس وقت ان تمام دکھوں، غموں اور مظالم کا دنیا سے صفایا کردیا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے

''میں خدا ہوں، اور مجھ سا کوئی نہیں، جو ابتدا ہی سے انجام کی خبر دیتا ہو، اور ایام قدیم سے جو باتیں اب تک وقوع میں نہیں آئیں بتاتا ہو، اور میں کہتا ہوں کہ میری مصلحت قائم رہے گی اور میں اپنی مرضی بالکل پوری کروں گا، جو مشرق سے عقاب کو یعنی اس شخص کو جو میرے ارادے کو پورا کرے گا دور کے ملک سے بلاتا ہوں، میں نے ہی یہ کہا اور میں ہی اس کو وقوع میں لاؤں گا، میں نے اس کا ارادہ کیا اور میں ہی اسے پورا کروں گا، اے سخت دِلو! جو صداقت سے دور ہو

میری سنو، میں اپنی صداقت کو نزدیک لاتا ہوں، وہ دور نہیں ہوگی، اور میری نجات تاخیر نہ کرے گی'' ...... (یسعیاہ، باب 46، آیات 9-13)

''دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے میں نے اپنی روح اس پر ڈالی، وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا، وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی، وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا، وہ راستی سے عدل کرے گا، وہ ماندہ نہ ہوگا، اور نہ ہمت ہارے گا، جب تک کہ عدل کو زمین پر قائم نہ کرلے، جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے''

(یسعیاہ، باب 42، آیات 1-4)

''دیکھو خداوند بڑی قدرت و طاقت کے ساتھ آئے گا اور اس کا بازو اس کیلئے حکومت کرے گا، خبردار! دیکھو اس کا صلہ اس کے ساتھ ہے اور اس کا اجر اس کے سامنے، وہ چوپان کی مانند اپنا گلہ چرائے گا، وہ بھیڑوں کو اپنے بازوؤں میں جمع کرے گا، اور اپنی بغل میں لے کر چلے گا، اور ان کو جو دودھ پلاتی ہیں آہستہ آہستہ آرام سے لے جائے گا'' ...... (یسعیاہ، باب 40، آیات 10-11)

اس اچھی خبر کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ نے ظلم وستم میں پسے ہوئے اور ستائے ہوئے مظلومین کا دل بڑھایا ہے اور ان سے کہا ہے کہ وہ ہمت نہ ہاریں اور یہ کہ انہیں حوصلے اور امید کے ساتھ اس کے آخری نمائندہ کا انتظار کرنا چاہیے

''کمزور ہاتھوں کو زور اور ناتواں گھٹنوں کو توانائی دو، ان کو جو کچلے جا رہے ہیں کہو ہمت باندھو، مت ڈرو، دیکھو تمہارا خدا سزا اور جزا لئے آتا ہے، ہاں خدا ہی

آئے گا اور تم کو بچائے گا، اس وقت اندھوں کی آنکھیں وا کی جائیں گی، اور بہروں کے کان کھولے جائیں گے، تب لنگڑے ہرن کی مانند چوکڑیاں بھریں گے اور گونگے کی زبان گائے گی، کیونکہ بیابان میں پانی اور دشت میں ندیاں پھوٹ نکلیں گی، بلکہ سراب تالاب ہو جائے گا، اور پیاسی زمین چشمہ بن جائے گی گیدڑوں کی سکونت گاہوں میں جہاں وہ پڑے تھے گھاس اور نل (پانی کا پودا) کا ٹھکانہ ہوگا، اور وہاں ایک شاہراہ اور گزرگاہ ہوگی جو مقدس راہ کہلائے گی جس سے کوئی ناپاک گزر نہ کرے گا لیکن یہ مسافروں کیلئے ہوگی، احمق بھی اس میں گمراہ نہ ہوں گے، جن کا فدیہ دیا گیا وہاں سیر کریں گے، اور جن کو خدا نے مخلصی بخشی لوٹیں گے اور صیہون میں گاتے ہوئے آئیں گے، اور ابدی سرور ان کے سروں پر ہوگا، وہ خوشی اور شادمانی حاصل کریں گے، اور غم واندوہ کافور ہو جائیں گے'' ...... (یسعیاہ، باب 35، آیات 3-10)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ظلم پر قابو پا لیا جائے اور امن کا قیام عمل میں آجائے تو سارے دکھ اور مصائب خود بخود ختم ہو جائیں گے، ظلم اور ناانصافی کا صفایا کرنے کیلئے بغیر کسی تفریق کے نفاذ عدل ضروری ہے۔ عدل دو عوامل پر مشتمل ہوتا ہے

(1) ظالم کو سزا دینا

(2) مظلوم اور ستم رسیدہ کے چھینے ہوئے حق کی تلافی کرنا

عدل وانصاف کے اجراء کیلئے جرم کا ٹھوس ثبوت فراہم کیا جانا ضروری ہے، اگر ٹھوس ثبوت اور شواہد نہ ہوں تو عدل کا نفاذ مشکوک ہو کر رہ جائے گا، ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مہربان خدا نے اپنے آخری نمائندے کو اس طرح

آراستہ کیا ہے کہ اس کی آمد کو خود اپنی آمد، اس کے فیصلوں کو اپنے فیصلے اور اس کی حکومت کو اپنی مقدس حکومت قرار دیا ہے۔ ظالمین کے تمام شبہات کو دور کرنے کیلئے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خدا کے آخری نمائندہ کا کیا جانے والا عدل سو فیصد صحیح ہوگا، نیز اسے جرائم و مظالم کیلئے کسی ثبوت وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوگی

''اور خداوند کی روح اس پر ٹھہرے گی، حکمت اور خرد کی روح، مصلحت اور قدرت کی روح، معرفت اور خداوند کے خوف کی روح، اور اس کی شادمانی خداوند کے خوف میں ہوگی، اور وہ نہ اپنی آنکھوں کے دیکھے کے مطابق انصاف کرے گا اور نہ اپنے کانوں سے سنے کے موافق فیصلہ کرے گا بلکہ وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کرے گا اور عدل سے زمین کے خاکساروں کا فیصلہ کرے گا اور وہ اپنی زبان کے عصا سے زمین کو مارے گا اور اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالے گا، اس کی کمر کا پٹکا راستبازی ہوگی، اور اس کے پہلو پر وفاداری کا پٹکا ہوگا'' ...... (یسعیاہ، باب 11، آیات 2-5)

اس کا مطلب ہے عدل کا نفاذ روحانی علم و طاقت کے ذریعے کیا جائے گا۔ اسی کی روشنی میں ظالمین اور جابرین کو سزا دی جائے گی، مجرم قطع نظر اپنے معاشرتی مقام کے عدل سے فرار نہ ہو سکے گا، عدل کا دائرہ کار اتنا وسیع ہوگا کہ یہ جنگل کے جانوروں تک پھیلا ہوگا، ایک بڑے جانور کو اجازت نہیں ہوگی کہ چھوٹے جانور کو ستائے، اس کا مطلب ہے کہ جنگل کا قانون بھی آئین عدل کے مطابق نئی شکل پائے گا۔ خداوند عالمین فرماتا ہے کہ اُس دور میں

''پس بھیڑیا بھیڑ کے ساتھ رہے گا، چیتا بکری کے بچے کے ساتھ بیٹھے گا، بچھڑا

اور شیر کا بچہ اور پلا ہوا بیل مل جل کر رہیں گے، اور ننھا بچہ ان کی پیش روی کرے گا، گائے اور ریچھنی مل کر چریں گی، ان کے بچے مل کر بیٹھیں گے، شیر ببر بیل کی طرح بھوسا کھائے گا، دودھ پیتا بچہ سانپ کے بل کے پاس کھیلے گا، اور وہ لڑکا جس کا دودھ چھڑایا گیا ہو افعی (سانپ) کے بل میں ہاتھ ڈالے گا''

(یسعیاہ، باب 11، آیات 6-8)

یہ انقلابی امن کیسے قائم ہوگا؟

اس سوال کا جواب انجیل مقدس میں دیا گیا ہے

''وہ تمام میرے کوہ مقدس پر نہ ضرر پہنچائیں گے نہ ہلاک کریں گے کیونکہ جس طرح سمندر پانی سے بھرا ہے اسی طرح زمین خداوند کے عرفان سے معمور ہوگی''

(یسعیاہ، باب 11، آیت 9)

ہم بعض اوقات سوچتے ہیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ گوشت خور جانور سبزی خور بن جائیں؟ جدید سائنس اس بات کا جواب ہاں میں دیتی ہے، کیونکہ چند جینز (Jenes) میں تبدیلی لا کر ایک گوشت خور جانور کو سبزی خور بنایا جا سکتا ہے

زور دینے کا نکتہ یہ ہے کہ آخری دور میں عدل اتنا پھیل جائے گا کہ ظلم کہیں بھی نہیں پایا جائے گا، امن، خوشی اور خوشحالی دنیا پر راج کرے گی

''جب ہمارے بیٹے جوانی میں قدآور پودوں کی مانند ہوں، اور ہماری بیٹیاں محل کے کونے کیلئے تراشے ہوئے پتھروں کی مانند ہوں، جب ہمارے غلے کے گودام بھرے ہوں جن سے ہر قسم کی جنس مل سکے، اور ہماری بھیڑ بکریاں ہماری گلیوں سڑکوں میں ہزاروں اور لاکھوں بچے دیں، جب ہمارے بیل کام کیلئے خوب

مضبوط ہوں، جب نہ رخنہ اندازی ہو، نہ خروج (باہر نکلنا) ہو، اور نہ ہماری گلیوں میں واویلا ہو، مبارک ہے وہ قوم جس کا یہ حال ہے، مبارک ہے وہ قوم جس کا خدا، خداوند ہے'' ...... (زبور-144، آیات 12-15)

''لیکن آخری دنوں میں یوں ہوگا کہ خداوند کے گھر کا پہاڑ پہاڑوں کی چوٹی پر قائم کیا جائے گا، اور سب ٹیلوں سے بلند ہوگا، اور امتیں وہاں پہنچیں گی، اور بہت سی قومیں آئیں گی اور کہیں گی آؤ خداوند کے پہاڑ پر چڑھیں، اور یعقوب کے خدا کے گھر میں داخل ہوں، اور وہ اپنی راہیں ہم کو بتائے گا، اور ہم اس کے راستوں پر چلیں گے، کیونکہ شریعت صیہون سے اور خداوند کا کلام یروشلم سے صادر ہوگا، اور وہ بہت سی امتوں کے درمیان عدالت کرے گا، اور دور کی زور آور قوموں کو ڈانٹے گا، اور وہ اپنی تلواروں کو توڑ کر پھالے (ہل چلانے کا بلیڈ) اور اپنے بھالوں کو ہنسوے بنا ڈالیں گے، اور قوم قوم پر تلوار نہ چلائے گی، اور وہ پھر کبھی جنگ کرنا نہ سیکھیں گے، تب ہر آدمی اپنی انگور کی بیل اور اپنے انجیر کے درخت کے نیچے بیٹھے گا، اور ان کو کوئی نہ ڈرائے گا کیونکہ رب الافواج نے اپنے منہ سے یہ فرمایا ہے'' ...... (میکاہ، باب 4، آیات 1-4)

مندرجہ بالا حوالوں سے یہ بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ اس مخصوص دور کی یہ خاصیت ہوگی کہ جنگیں بالکل ختم ہو جائیں گی، اور ہتھیاروں کو مفید آلات میں بدل دیا جائے گا۔ ایک مشہور کہاوت ہے کہ ''ہر کتاب کا آخری صفحہ ہوتا ہے'' اگر یہ صحیح ہے تو موجودہ گلا سڑا نظام یقیناً ختم ہو جائے گا، اس دنیا کے تمام ساکنان اپنے اعمال کی سزا و جزا کا سامنا کریں گے، پسے ہوئے اور مظلوم طبقے کی یقیناً تلافی کی

جائے گی۔ تمام اِلہامی مذاہب کی کتب میں یہ درج ہے کہ آخری دور میں ایک آفاقی رہنما آئے گا اور دنیا میں ایک مکمل وابدی امن قائم کرے گا

جب ہم بین الاقوامی سطح پر فلاحی اداروں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ان چیزوں کا احساس ہوتا ہے کہ جن کی انسانیت کو ضرورت ہے، اگرچہ میں مذکورہ فلاحی اداروں کیلئے بہت عزت واحترام رکھتا ہوں اوران کی حوصلہ افزائی کوضروری سمجھتا ہوں اوران پرزور دیتا ہوں کہ وہ اپنے مقاصد کے ساتھ مخلص رہیں

لیکن مجھے یقین ہے کہ ایک انسان موجودہ مادی نظام میں مثالی زندگی حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ مثالی زندگی (Ideal Life) کا تصور ایک انسان سے دوسرے انسان تک بدل جاتا ہے، اور پھر ہر فرد واحد کا آئیڈیل بھی وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوجاتا ہے، یعنی ایک کروڑ پتی کا آئیڈیل ارب پتی بن جانا ہے، جب وہ ارب پتی بن جاتا ہے تو اس کا آئیڈیل کھرب پتی بننا ہو جاتا ہے، پس آئیڈیل ایک سایہ کی مانند ہے جس کا ہمیشہ پیچھا کیا جاتا ہے اور درحقیقت وہ قابل حصول ہے ہی نہیں، لیکن ہمیں جو کچھ آخری دور سے متعلق اِلہامی کتب میں ملتا ہے وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آخری آفاقی رہنما کا دورحکومت ہر زاویے سے ایک آئیڈیل دور ہوگا انسان کی زندگی مادی اور روحانی ہر دو نقطۂ نظر سے مثالی ہوگی۔

آیئے اس کی ایک تفصیلی جھلک دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں

(1)......غربت

دورِ جدید میں اہل زمین کا سب سے زیادہ پریشان کن اور مشکل مسئلہ غربت ہے

اس نے عالمی سطح کے ماہرین معاشیات کے ذہنوں کو بری طرح سے ہلا کر رکھ دیا ہے، آبادی کا بڑھتا ہوا سیلاب تمام وسائل کا صفایا کیئے جا رہا ہے، اب تک کی جانے والی تمام معاشی ترقی آبادی کے ریلے کے سامنے صفر نظر آتی ہے

صحائف ہمیں آخری آسمانی رہنما کے دور میں ہونے والے اس مسئلہ کے حل کے بارے میں بتاتے ہیں، اس سنہری دور کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ

(1) ہر شخص کا اناج گودام ہر قسم کی خوراک (کے دانوں) سے بھرا ہوا ہوگا

(2) ہر شخص کی بھیڑیں اور بکریاں سینکڑوں و ہزاروں بچے پیدا کریں گی اور جانور کثرت سے ہوں گے

(3) ہر شخص کا اپنا انگوروں کی بیلوں کا باغ اور دیگر باغات ہوں گے

(4) زمین کے مالک صرف وہی لوگ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ برکت و رحمت سے نوازے گا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ

''آخری آسمانی رہنما زمین کے اندر چھپے ہوئے سارے خزانے باہر نکالے گا اور انہیں لوگوں میں تقسیم فرمائے گا''

وسائل میں زبردست اضافہ ہوگا اور کوئی غریب نہیں رہے گا، اس کا مطلب ہے کہ ارتکاز دولت کا خاتمہ ہو جائے گا، ایک فرد واحد اتنی زیادہ معدنی دولت حاصل کرے گا کہ ایک بڑا حصہ اٹھالے گا لیکن بوجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے راستے میں کچھ گرا دے گا، نظام زکواۃ اس طرح ہوگا کہ اس دور میں ہر شخص اتنا امیر ہوگا کہ اس پر زکواۃ واجب ہوگی، لوگ زکواۃ دینے کیلیئے مستحق لوگوں کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے مگر کوئی نہیں پائیں گے، کمزور اور مظلوم لوگوں کو اقتدار

عطا کیا جائے گا، اور وہ اس وقت کے لیڈر رہوں گے۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا ہے کہ ’’تمہارا خدا تم کو اتنا دے گا کہ تم راضی و مطمئن ہو جاؤ گے‘‘ اس وعدے کو پورا کیا جائے گا، اس کا مطلب ہے کہ اس سنہری دور میں غربت کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا جائے گا، کوئی بے زمین نہ رہے گا، سارے ہی زمیندار ہوں گے، زمین کا کوئی قطعہ بنجر نہ رہے گا، کیونکہ پانی وافر ہوگا اور ہر طرف آبپاشی کیلئے نہریں ہوں گی، نہروں کے ساتھ ساتھ بارشیں بھی صحیح وقت پر ہوں گی، اور ساری فصلیں اور سبزہ سیراب ہوگا، صحراؤں سے چشمے اُمڈ پڑیں گے اور زمین کی پیاس بجھ جائے گی، اس مبارک دور میں زمین کی زرخیزی بڑھ جائے گی اور فصلوں کی پیداوار کئی گنا بڑھ جائے گی، زمین کا کوئی قطعہ بنا کاشت کے نہیں رہے گا

(2)...... بیماریاں

عالمی مسائل میں دوسرا بڑا مسئلہ بیماری ہے، ہر دن نئی بیماریوں کی تحقیق ساتھ لاتا ہے، ہر ملک کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ بیماریوں کے خلاف جنگ اور ان پر تحقیق کرنے پر خرچ ہو جاتا ہے، ہسپتالوں اور دوائیوں پر خرچ کی جانے والی رقوم کوئی واپس نہیں ملتیں، اگر ایک ملک کا ہر باشندہ اچھی صحت رکھتا ہو تو ہسپتالوں وغیرہ پر خرچ کی جانے والی رقوم دیگر ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کی جا سکتی ہیں
ساری دنیا میں بہت سے معذور بچے پیدا ہوتے ہیں، دنیا کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ ان معذور افراد کی بحالی پر خرچ ہو جاتا ہے، اگر دنیا میں کوئی معذور، ناکارہ

یا بیمار شخص نہ ہو تو ان پر خرچ ہونے والی رقم بچ جائے گی اور دوسرے ترقیاتی شعبوں میں خرچ کی جا سکے گی، یوں افرادی قوت میں اضافہ ہو جائے گا جو ترقی اور بہبود کی شرح میں مزید اضافہ کر دے گا

آخری آسمانی رہنما کا دور مکمل طور پر بیمار، معذور اور کمزور افراد سے پاک ہو گا اندھے دیکھیں گے، بہرے سنیں گے، لنگڑے ہرن کی طرح دوڑیں گے، گونگے خوشی کے گیت گائیں گے، ہر فرد کو چالیس افراد کی مجموعی طاقت کے برابر طاقت عطا کی جائے گی، کوئی بھی بوڑھا، بیمار، کمزور یا معذور نہ ہو گا، وہ رحمتیں اور عنائتیں جو حضرت عیسیٰ نے چند افراد کیلئے دکھائی تھیں، اس دور میں عام کر دی جائیں گی اور ساری دنیا میں کوئی بھی اندھا، گونگا، بہرا، لنگڑا، کوڑھی اور مریض نہیں ہو گا

(3) تشدد اور دہشت گردی

جدید دور کو جس تیسرے بڑے مسئلے کا سامنا ہے وہ اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی، دہشت گردی، جبر و ظلم اور تشدد ہے جس نے لاقانونیت اور سرکشی کا ماحول پیدا کر دیا ہے۔ ہر فرد، چاہے وہ کنکریٹ کے قلعے میں ہی کیوں نہ ہو، اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے، لوگوں کا نہ تو جان و مال محفوظ ہے اور نہ عزت

اس تشدد کی اصلی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں سے خوفِ خدا جاتا رہا ہے، وہ حیات بعد از موت پر بھی یقین نہیں رکھتے، خوفِ خدا نہ ہونے کی وجہ سے انسان کیلئے اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی آسان تر ہو گئی ہے، جب حیات بعد الموت

میں حساب کتاب یا پوچھ گچھ کا کوئی خوف نہ ہوتو ایک انسان بڑی آسانی سے تشدد اور دہشت گردی وغیرہ کا مرتکب ہوسکتا ہے۔

تمام مذاہب کی کتب ہمیں یہی بتاتی ہیں کہ آخری عظیم رہنما کے وقت میں خلاف قانون کچھ بھی نہیں ہوگا کیونکہ لوگ متقی (خوف خدا رکھنے والے) بن جائیں گے

''زمین نے اپنی پیداوار دے دی، خدا یعنی ہمارا خدا ہم کو برکت دے گا، اور زمین کی انتہا تک سب لوگ اس کا ڈر مانیں گے'' ......(زبور-67، آیات 6-7)

''اور میں تجھ میں ایک مظلوم اور مسکین لوگوں کا بقیہ چھوڑ دوں گا اور وہ خداوند کے نام پر توکل کریں گے، اسرائیل کے لوگ نہ بدی کریں گے، اور نہ جھوٹ بولیں گے، اور نہ ان کے منہ میں دغا کی باتیں پائی جائیں گی، بلکہ وہ کھائیں گے اور لیٹ رہیں گے اور کوئی ان کو نہ ڈرائے گا'' ......(صفنیاہ، باب 3، آیات 12-13)

اس دور میں خدا زمین کے سارے اطراف سے نیک اور متقی لوگوں کو اکٹھا کر لائے گا۔ اس اکٹھے کیئے جانے کی وجہ مندرجہ ذیل الفاظ میں بتائی گئی ہے

''تاکہ وہ میرے آئین پر چلیں، اور میرے احکام پر عمل کریں، اور ان پر کاربند ہوں، اور وہ میرے لوگ ہوں گے، اور میں ان کا خدا ہوں گا''

(حزقی ایل، باب 11، آیت 20)

لوگوں کے دلوں میں خوف خدا کسی قسم کے نقصان پہنچنے کے ڈر سے نہ ہوگا بلکہ ان کے دل شرافت، پاکبازی وحیا سے بھرے ہوں گے، ان کا خوفِ خدا ایسے ہوگا جیسے ایک عاشق کو خوف ہوتا ہے کہ اس کا محبوب اس سے ناراض نہ ہوجائے، یہ محبت بھرا خوف لوگوں کو آسمانی قوانین کی پابندی کرنے پر مجبور کرے گا، اور ان

سے ہر قسمی تشدد اور سرکشی چھڑا دے گا۔ خدا کے خوف کے سوا سارے خوف ختم ہو جائیں گے...... قرآن کریم کی سورۂ آلِ عمران کی تشریح میں بتایا گیا ہے کہ جو عاجزی سے حکومت اِلٰہیہ کا انتظار کرتے ہیں ان کو آخری عظیم رہنما کے دور میں کوئی خوف نہیں ہوگا کیونکہ وہ خدا کے دوست ہوں گے، مذکورہ سورۂ کی آیت 83 کی تشریح میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ زمین اور آسمان کی ساری مخلوقات خدا کے دین کو قبول کرلیں گی اور اس کی اطاعت کریں گی

(4)...... مذہبی ناچاقی

جب ہم آج کی دنیا پر نگاہ کرتے ہیں تو ہم ایک مذہب کو دوسرے مذہب سے اور ایک عقیدے کو دوسرے عقیدے سے ٹکراتا ہوا دیکھتے ہیں، ہر جگہ مذہب اور عقیدے کے نام پر ایک عام خونریزی کی جارہی ہے، زیادہ تر ہلاکتیں مذہب کے لبادے کے اندر رہ کر کی جارہی ہیں۔ لیکن حکومت اِلٰہیہ کے سنہری دور میں ایسی تمام مکاریاں و بدکاریاں ختم ہوجائیں گی، ذہنوں میں مذہب دلیل و منطق کے ساتھ اتارا جائے گا، پہلے مرحلے میں پارسا اور صالحین کو ان کے اس عقیدے کے حوالے سے جو وہ پہلے ہی رکھتے تھے، اطاعت خدا میں لایا جائے گا، ریاست کا مذہب کسی پر بھی ٹھونسا نہیں جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''دین و ایمان کے معاملے میں جبر نہیں ہے'' حکومت اِلٰہیہ کے قیام کے حوالے سے مسلمانوں کی کتب میں بہت واضح احادیث موجود ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ جب عظیم ترین آسمانی مصلح اور آخری رہنما حکومت سنبھالیں گے تو وہ عہد نامہ قدیم اور دیگر اِلہامی

کتب کو انطا کیہ (ترکی) کے ایک پہاڑ کی غار ''ماواہ'' سے برآمد فرمائیں گے اور جس شخص کا تعلق جس مذہب و مسلک سے ہوگا، اُسے اُسی کے ایمان و عقیدہ و شریعت کی رُو سے عدل و انصاف فراہم کیا جائے گا اور اس بات کو دیکھ کر تمام مذاہب و عقائد کے لوگ اس قدر مطمئن ہوں گے کہ آپ کی حقانیت پر کامل یقین کے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور اس طرح تمام اہل دنیا ایک ہی دین اپنا لیں گے اور یہ سب کچھ نوکِ شمشیر پر نہیں کیا جائے گا بلکہ عقل و دلیل کی روشنی میں ان لوگوں کو مکمل طور پر قائل کیا جائے گا۔ اس وقت زمین اپنے اندر پوشیدہ تمام خزانے اُگل دے گی

''اور آدمی کا تکبر زیر کیا جائے گا اور لوگوں کی خودسری و بلند بینی پست کی جائے گی جائے گی اور اس روز خداوند ہی سربلند ہوگا اور تمام بت بالکل فنا ہو جائیں گے'' ...... (یسعیاہ، باب 2، آیات 17-18)

''اور اس روز یروشلم سے آبِ حیات جاری ہوگا جس کا آدھا بحر مشرق کی طرف بہے گا اور آدھا بحر مغرب کی طرف، گرمی سردی میں جاری رہے گا، اور خداوند ساری دنیا کا بادشاہ ہوگا، اس روز ایک ہی خداوند ہوگا اور اس کا نام واحد (ایک) ہوگا'' ...... (زکریاہ، باب 14، آیات 8-9)

''خدا قوموں پر سلطنت کرتا ہے، خدا اپنے مقدس تخت پر بیٹھا ہے، امتوں کے سردار باہم اکٹھے ہوگئے ہیں، حتیٰ کہ ابراہیم کے خدا کی امت بھی''

(زبور-47، آیات 8-9)

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ مشرق سے مغرب تک کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو خدا

کی یکتائی (توحید) پر ایمان نہ رکھتا ہو، اسلام تمام مذاہب پر غلبہ پالے گا، دنیا کے کسی کونے میں بھی کوئی کافر یا مشرک نہیں رہے گا، دنیا کی ساری آبادی کا صرف ایک ہی دین ہوگا، ایسی صورت حالات میں مذہبی ناچاقی اور فرقہ پرستی خود بخود ختم ہو جائے گی اور کرۂ ارض امن کا گہوارہ بن جائے گا

(5)......علم و دانش

عالمی بنک اور اقوام متحدہ کے گوشواروں کے مطابق دنیا کا پانچواں بڑا مسئلہ تعلیم ہے، خواندگی کی رفتار بہت دھیمی ہے، مذکورہ رفتار کو تیز کرنے کیلئے کروڑوں ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں لیکن اتنے بھاری اخراجات کے باوجود ترقی پذیر ممالک میں نتیجہ مایوس کن ہے، جہالت و تاریک خیالی بہت زیادہ ہے، علم و دانش کی شرح اتنی پست ہے کہ اس کا ذکر بھی مناسب نہیں خصوصاً حکمت و دانش جس کا براہ راست رابطہ روح سے ہوتا ہے، وہ بالکل صفر ہو چکی ہے

موجودہ دور میں انفارمیشن (معلومات) کا ایک سیلاب ہے، لیکن معلومات علم کا متبادل نہیں، علم ہمیشہ منظّم اور ہم آہنگ ہوتا ہے، یہ حکمت و دانش کی طرف ایک راستہ ہوتا ہے، اور اس کا نتیجہ حکمت و دانشمندی ہے۔ علم دنیاوی معاملات میں رہنمائی کرتا ہے، اور حکمت و دانش روحانی معاملات میں، علم اور تعلیم کے میدان میں تو کسی قدر ترقی ہو رہی ہے مگر روحانی سائنس کے میدان میں یہ بالکل صفر ہے مادیت کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے لیکن روحانیت کو ضرر رساں سمجھ لیا گیا ہے

ذرا قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ ملاحظہ فرمائیں ☆

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی بھی اپنے دین سے مرتد ہو جائیں گے تو عنقریب ہی اللہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے وہ محبت کرتا ہے اور جو اس سے محبت کرتے ہیں'' ...... (سورۂ المائدہ، آیت 54)

اِس آیت مبارکہ میں لوگوں کی جس جماعت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ آخری عظیم ترین رہنما اور ان کے ساتھی ہوں گے

اس آیت کی تشریح میں ایک حدیث ہے کہ

''ایک برا وقت ہوگا جب سارے مذاہب کے ماننے والوں کو اگر ان کے اپنے ہی مذہب کی روشنی میں پرکھا جائے تو وہ منحرف اور جھوٹے (ثابت) ہوں گے''

مذکورہ بالا حدیث کی سچائی کا ہم موجودہ دور میں مشاہدہ کر رہے ہیں کہ یہودی آجکل حضرت موسیٰ کے مذہب کو چھوڑ چکے ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰ کے دین سے مرتد و منحرف ہو چکے ہیں، اور مسلمان اسلام سے بہت دُور جا چکے ہیں سوائے مٹھی بھر لوگوں کے۔ اس کا مطلب ہے کہ روحانیت کے میدان میں بہت بڑا زوال واقع ہو چکا ہے...... تمام مذاہب یک زبان ہو کر اعلان کرتے ہیں کہ آخری عظیم رہنما کا دور علم، سائنس اور روحانیت سے بھرا ہوا ہوگا

''کیونکہ جس طرح سمندر پانی سے بھرا ہے اسی طرح زمین خداوند کے عرفان سے معمور ہوگی'' ...... (یسعیاہ، باب 11، آیت 9)

''اور میں ان لوگوں کو ایک نیا دل دوں گا اور نئی روح ان کے باطن میں ڈالوں گا اور پتھر دل ان کے جسم سے خارج کروں گا اور ان کو گوشت والا دل عنائت

کروں گا تا کہ وہ میرے آئین پر چلیں اور میرے احکام پر عمل کریں''
(حزقی ایل، باب 11، 19-20)

''کیونکہ جس طرح سمندر پانی سے بھرا ہے اسی طرح زمین خداوند کے جلال اور عرفان سے معمور ہوگی''...... (حبقوق، باب 2، 14)

''اور اس دن یروشلم سے آبِ حیات جاری ہوگا'' (زکریاہ، باب 14، آیت 8)

''اور اس کے بعد میں آؤں گا اور ہر فرد پر اپنی روح نازل کر دوں گا اور تمہارے بیٹے اور بیٹیاں نبوت کریں گی، تمہارے بوڑھے رویائے صادقہ دیکھیں گے، اور تمہارے جوان مشاہدہ و مکاشفہ دیکھیں گے، بلکہ میں ان دنوں میں غلاموں اور لونڈیوں پر اپنی روح نازل کروں گا''...... (یوایل، باب 2، آیات 28-29)

''بلکہ میں اپنے بندوں اور اپنی بندیوں پر بھی ان دنوں میں اپنی روح میں سے ڈالوں گا اور وہ پیشین گوئیاں کریں گے''...... (رسولوں کے اعمال، باب 2، آیت 18)

ایک حدیث پاک میں ہے کہ جب عظیم رہنما اپنا راج قائم فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے سروں پر اپنا دست کرم رکھے گا اور ان کے ذہن و شعور مثالی بن جائیں گے، سننے اور دیکھنے کی قوتیں اس حد تک بڑھ جائیں گی کہ مشرق میں بیٹھا ہوا ایک شخص مغرب میں بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھ بھی سکے گا اور اس سے بات بھی کر سکے گا علم اتنا پھیل جائے گا کہ عورتیں اور لڑکیاں اسلامی شریعت و فقہ کی تشریح بیان کریں گی اور احکام اِلٰہی کو عملی جامہ پہنائیں گی

ایک اور حدیث پاک میں بیان فرمایا گیا ہے کہ سارا علم 26 حروف پر مشتمل ہے ابھی تک اہل دنیا کو صرف ایک حرف کا علم دیا گیا ہے، جب آخری رہنما تشریف

لائیں گے تو باقی 25 حروف کا علم بھی انسانیت پر اُنڈیل دیا جائے گا، اور اس کے پیروکاروں میں سے ہر ایک اتنی ہی مقدار کا علم رکھتا ہوگا۔ اس کا مطلب ہے جہالت اور تاریکی مکمل طور پر ختم ہو جائے گی اور علم و دانشمندی اپنی انتہائی بلندی پر ہوں گے، تمام شکوک اور ابہام دور ہو جائیں گے

(6)......آبادی

موجودہ دور میں درپیش مسائل میں سے ایک مسئلہ جس نے ان لوگوں کے ذہنوں کو پریشان کر رکھا ہے جو اس کرۂ ارض کے مسائل پر غور کرتے ہیں، وہ ہے بڑھتی ہوئی آبادی کا دباؤ اور گھٹتے ہوئے وسائل۔ غریب اور ترقی پذیر ممالک پر یہ دباؤ مزید زیادہ ہے اور ان کے سارے وسائل کو چاٹ رہا ہے۔1960ء سے یہ کوششیں ہو رہی ہیں کہ یہ ممالک خاندانی منصوبہ بندی کو عمل میں لے آئیں، اس کام پر کروڑوں ڈالر خرچ کیئے جا چکے ہیں مگر بے سود، صحیح حل تو وسائل کو بڑھانا تھا مگر وہ تعداد کو گھٹانے کی کوشش کر رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ہر فرد جو اس دنیا میں آتا ہے کھانے کیلئے ایک منہ اور کمانے کیلئے دو ہاتھ لے کر آتا ہے بشرطیکہ اسے اس کی صلاحیتوں کے مثبت استعمال کا موقع فراہم کیا جائے، اس حقیقت کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا کہ دو کمانے والے ہاتھ چار منہ کو غذا فراہم کر سکتے ہیں

یہ نظام اس لئے فیل ہو رہا ہے کہ مسئلے کی اصل جڑ کو جان بوجھ کر کاٹا نہیں جا رہا ہے یہ بھی ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ اس چھوٹے سے کرۂ ارض پر موجود وسائل بہت کافی ہیں خواہ موجودہ آبادی ایک ہزار گنا زیادہ ہی کیوں نہ ہو جائے، مگر ہم ان

وسائل سے حاصل ہونے والی آمدنی کو ضائع کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان کی کل آمدنی کا 80 فیصد فوج اور اسلحہ پر خرچ ہو جاتا ہے، اگر ساری دنیا ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم اور دیگر تباہ کن اسلحہ تیار کرنا چھوڑ دے اور اتنی ہی دولت کو غربت دور کرنے پر خرچ کرے تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں کوئی بھی دیہات بغیر فیکٹریوں کے نہ رہے، زمین کا کوئی قطعہ بنجر نہ رہے، اور ایک ایک انچ زمین پر مشینی کاشت شروع ہو جائے، دراصل ہم یہ میزائل اور اسلحہ نہیں بنا رہے بلکہ اپنی خوراک کے ڈھیر کو جلا کر راکھ کر رہے ہیں، موجودہ صورتِ حال میں ہر شخص عدم احساسِ تحفظ کا شکار ہے، وہ اپنی 30 ہزار روپے کی گندم فروخت کرتا ہے اور اس سے کلاشنکوف خرید لیتا ہے، وہ اپنی 15 ہزار روپے کی فصل فروخت کر کے گن خرید لیتا ہے، ایسی صورتِ حال میں ہمیں کھانے والے منہ (افراد) کو تہمت دے کر انہیں تباہ نہیں کرنا چاہیے، جبکہ کمانے والے ہاتھوں نے تو گندم پیدا کی تھی جو شاید ایک ہزار لوگوں کی خوراک کیلئے کافی تھی جب آخری عظیم ہادی ظاہر ہوں گے تو ایسی صورتحال نہیں ہوگی، ان کی حکومت کی سرحدیں مشرق تا مغرب پھیلی ہوں گی، زمین اپنے سارے پوشیدہ خزائن ظاہر کر دے گی، زمین کا کوئی بھی ٹکڑا بنجر نہیں رہے گا، ایک ایک انچ پر کاشت ہوگی ہر فرد کے پاس ذاتی باغات ہوں گے، وہ اپنے ہی انگوروں کے باغ یا اپنے انجیر کے درختوں کے سائے میں بیٹھے گا

''اس دور میں صالح بندے کسی تاج میں جڑے ہیروں کی مانند ہوں گے جو اپنے ملک میں کسی عالم کی طرح سرفراز و سربلند ہوں گے، کیونکہ اس کی خوشحالی عظیم

اور اس کا جمال خوب ہے، نوجوان غلے سے محفوظ ہوں گے اور لڑکیاں نئ مئے سے نشو ونما پائیں گی'' ...... (زکریاہ، باب 9، آیات 16-17)

''اور میں ان کو جو میرے گلہ سے بچ رہے ہیں تمام ممالک سے جہاں جہاں میں نے ان کو ہانک دیا تھا جمع کرلوں گا، اور ان کو پھر ان کے گلہ خانوں میں لاؤں گا اور وہ پھلیں گے اور بڑھیں گے، اور میں ان پر ایسے چوپان مقرر کروں گا جو ان کو چرائیں گے اور وہ پھر نہ ڈریں گے، نہ گھبرائیں گے، نہ گم ہوں گے''

(یرمیاہ، باب 23، آیات 3-4)

اس دور میں ساری دنیا سبزے سے بھری ہوگی، اگر کوئی اکیلی عورت زیورات سے لدی پھندی عرب سے عراق جائے گی اور عراق سے شام تو اس کا ہر قدم سبز گھاس پر پڑے گا، اتنے لمبے سفر میں وہ کسی قسم کا خطرہ محسوس نہیں کرے گی، اور نہ ہی اسے کسی قسم کا ضرر پہنچے گا

ہر انسان اپنی فرمانبردار اولاد کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے، بچوں کو آنکھوں کا نور اور دل کا ٹکڑا کہا جاتا ہے، یہ والدین کیلئے قوت اور باعث شوکت ہوتے ہیں، کتنے افسوس کی بات ہے کہ اتنی پیاری شیئے کو ''فیملی پلاننگ'' کے نام پر مارا جارہا ہے اس سے تو فرعون کے زمانے کی یاد تازہ ہوگئی ہے کہ جب بچوں کو قتل کیا جاتا تھا

آخری آسمانی ہادی کے سنہری دور میں وسائل کی اتنی کثرت ہوگی کہ انہیں خرچ کرنے والے کم پڑ جائیں گے اور صالحین کو بہت کثیر تعداد میں بیٹے عطا کئے جائیں گے

''تیرے لوگ سب کے سب راستباز و صالح ہوں گے، وہ ابد تک ملک کے

وارث ہوں گے، یعنی میری لگائی ہوئی شاخ اور میری دستکاری ٹھہریں گے تاکہ میرا جلال وشان ظاہر ہو، سب سے چھوٹا ایک ہزار ہو جائے گا، اور سب سے حقیر ایک زبردست قوم ہو جائے گا'' ...... (یسعیاہ، باب 60، آیات 21-22)

مذکورہ سنہری دور میں ہر مومن کے ایک ہزار بیٹے ہوں گے، وہ جو پہلے مر چکے ہیں انہیں اس زمانے میں واپس بلایا جائے گا، جیسا کہ دانیال نبی سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ

''پر تو اپنی راہ لے جب تک کہ مدت پوری نہ ہو کیونکہ تو آرام کرے گا اور ایام کے اختتام پر اپنی میراث میں اٹھ کھڑا ہوگا، اور جو خاک میں سو رہے ہوں گے ان میں سے بہتیرے جاگ اٹھیں گے، بعض حیات ابدی کیلئے اور بعض رسوائی اور ذلت ابدی کیلئے'' ...... (دانیال، باب 12، آیات 2،13)

اس زمانے میں زندگی چند روزہ نہیں ہوگی بلکہ یہ ہمیشہ رہنے والی ہوگی جیسا کہ حضرت داؤد نبی نے فرمایا تھا کہ ''خدایا تیرے برس لا انتہا ہوں گے، تیرے بندوں کے فرزند برقرار رہیں گے اور ان کی نسل تیرے حضور قائم رہے گی''
(زبور-102، آیات 27-28)

یہ بات یقیناً واقع ہو کر رہے گی کیونکہ خود ''موت'' کو ختم کر دیا جائے گا، لہٰذا ایک نہ ختم ہونے والی زندگی ہوگی۔ دکھ، درد، تکلیف، خوف اور رونا دھونا مکمل طور پر ختم کر دیا جائے گا کیونکہ وہ ایک مستقل خوشی کا دور ہوگا

''وہ (خداوند) فتح میں موت کو ہمیشہ کیلئے نابود کر دے گا، اور خداوند سب کے چہروں سے آنسو پونچھ ڈالے گا، اور اپنے لوگوں کی رسوائی تمام زمین پر سے مٹا

دے گا، کیونکہ خداوند نے یہ فرمایا ہے اور اس وقت یوں کہا جائے گا، لو یہ ہمارا خدا ہے، ہم اس کا انتظار کرتے تھے اور اب وہی ہم کو بچائے گا، یہی خداوند ہے کہ ہم جس کی انتظار میں تھے'' ...... (یسعیاہ، باب 25، آیات 8-9)

اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ یا مظہر کی لوگوں میں موجودگی خود اللہ کی موجودگی کے برابر ہوگی، اسی بات کا جناب زکریا نبی سے وعدہ کیا گیا تھا

''اے دختر صیہون تو گا اور خوشی کر کیونکہ دیکھ میں آ کر تیرے درمیان سکونت کروں گا، خداوند فرماتا ہے'' ...... (زکریاہ، باب 2، آیت 10)

اسی بات کو یوحنا کے مکاشفہ میں اِس انداز میں ظاہر کیا گیا تھا

''پھر میں نے آسمان میں سے کسی کو بلند آواز سے یہ کہتے سنا کہ دیکھ خدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے، اور وہ ان کے ساتھ سکونت کرے گا، اور وہ اس کے لوگ ہوں گے، اور خدا آپ ان کے ساتھ رہے گا، اور وہ انہی کا خدا ہوگا، اور وہ ان کی آنکھوں کے سب آنسو پونچھ دے گا، اس کے بعد نہ موت رہے گی، اور نہ ماتم رہے گا، نہ آہ و نالہ، نہ درد، پہلی چیزیں جاتی رہیں اور جو تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا دیکھ میں سب چیزوں کو نیا بنا دیتا ہوں'' (مکاشفہ، باب 21، آیات 3-4)

حکومت اِلٰہیہ اور خوشی کے سارے ذرائع ابدی ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ''خداوند تیرا ابدی نور ہوگا اور تیرے ماتم وغم کے دن ختم ہو جائیں گے'' (یسعیاہ، باب 60، آیت 22)

سارے مومنین و صالحین کو آخری عظیم ہادی کے دربار میں شرف باریابی اور ان کے پاک کلام و خطبات سے مستفید و مستفیض ہونے کے خصوصی اعزاز سے نوازا

جائے گا

''اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا'' ...... (استثناء، باب 13، آیت 3)

''ساری کی ساری قومیں سال بہ سال بادشاہ یعنی رب الافواج کو سجدہ کرنے اور عید خیام منانے کو آئیں گی'' ...... (زکریاہ، باب 14، آیت 16)

''ساری کی ساری دنیا خداوند کو یاد کرے گی، اور اسی کی طرف رجوع لائے گی اور قوموں کے سب گھرانے تیرے حضور سجدہ کریں گے، کیونکہ سلطنت خداوند کی ہے، وہی قوموں پر حاکم ہے، دنیا کے سب آسودہ حال لوگ کھائیں گے، اور وجد کریں گے، وہ سب جو خاک میں مل جاتے ہیں وہ بھی اس کے حضور جھکیں گے

(زبور-22، آیات 27-29)

''سب قومیں جن کو تو نے بنایا آکر تیرے حضور سجدہ کریں گے'' (زبور-86، آیت 9)

''اس کا نام ہمیشہ قائم رہے گا، جب تک سورج باقی ہے اس کا نام رہے گا، اور لوگ اس میں برکت چاہیں گے، سب قومیں اسے خوش نصیب کہیں گی، اور ساری زمین اس کے جلال وعظمت سے معمور ہوگی'' ...... (زبور-72، آیات 17-19)

''صالحین کے خیموں میں شادمانی ومسرت اور نجات وبخشش کی راگنی ہے''

(زبور-118، آیت 15)

درج بالا آیات صاف ظاہر کرتی ہیں کہ ہادیء الٰہی کا سنہری زمانہ ہر لحاظ سے مکمل اور کامل بلکہ اکمل ہوگا، اس دور میں دنیا کے تمام پریشان کن مسائل ہمیشہ کیلئے حل کردیئے جائیں گے

اس لئے تمام مذاہب کے ہر فرد پر یہ لازم ہے کہ وہ اس سنہری دور کے جلد قیام کی دعا کرے، کیونکہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری نجات ہو، ہمارے دکھوں اور غموں کا خاتمہ ہو، ہمارے علاقائی اور بین الاقوامی مسائل حل ہوں، ایک ایسا نظام ہو جو اخلاقی مساوات اور عدل پر مبنی ہو، یعنی روحانی اور ابدی سنہری حکومت قائم ہو، تو ہمیں ہر وقت اس عظیم ترین رہنما اور آسمانی حکمران کے جلد ظہور کی دعا کرنا چاہیے۔ یقین جانیے کہ کوئی اور اس قابل نہیں جو انسانیت کے تاریک مستقبل کو روشن کرے۔ صرف وہی ہیں جو ظلم، جبر، نا چاقی، فرقہ پرستی، دہشت گردی، استحصال، بیماری، بیروزگاری، بے جا دخل اندازی، قتل و غارت اور نا انصافی کو ختم کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، وہ مادیت اور روحانیت کو باہم جوڑ دیں گے، وہ سارے باہم ٹکرانے والے مذاہب کا صفایا کر دیں گے، اور تلوار سے نہیں بلکہ دلائل و براہین عقلی سے ساری انسانیت کو صرف ایک دین کی طرف لائیں گے، وہ لوگوں کے ذہنوں میں ایک انقلاب برپا کر دیں گے، وہ ظلم کا خاتمہ عدل سے اور جبر کا خاتمہ حق و انصاف سے کریں گے، اخلاقی و روحانی اقدار کی فولادی بنیادوں پر تعمیر نو کی جائے گی، نفاذِ قانون، امن، آزادی اور مساوات روزانہ کا معمول ہوں گے، انسان اپنی تخلیق کے حقیقی مقصد (یعنی ابدی، دائمی، پائیدار اور زیادہ مقدار میں خوشی کے حصول) کو صرف اس دور میں پورا کر سکے گا

دعا

جب ہم ''تاریک دور'' کو سمجھ لیتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں چند سوال جنم لیتے ہیں کہ مقصد حقیقی کو پانے کیلئے کون سے اقدامات کئے جانا چاہییں؟ ہمیں نور ہدایت کہاں سے حاصل ہوگا؟ ہم اپنے ایمان وعقیدے کو شیطان کے حملہ سے کیسے بچا سکتے ہیں؟

جب ہم مختلف مذاہب کی اِلہامی کتب میں سے ان سوالوں کے جواب ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ اس کے جواب کے بارے میں تمام مذاہب میں اتفاق موجود ہے، ان تمام مسائل کے حل کیلئے متفقہ طور پر جو علاج تجویز کیا گیا ہے وہ دعا ہے، پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ...... **''دعا مومن کا ہتھیار ہے''**

یہ ایک منفرد روحانی وسیلہ ہے جو کہ بوڑھے کیلئے سہارا، جوان کیلئے ہتھیار اور بچے کیلئے تعویذ ہے، اندھے کیلئے راستہ دکھانے والی لاٹھی اور بے بس و بے سہارا کیلئے آخری امید وسہارا ہے۔ جب مادی وسائل ختم ہو جاتے ہیں اور امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی تو یہ ''دعا'' ہی ہے جو انسان کو اپنے مضبوط بازوؤں میں تھام لیتی ہے اور اسے مایوسی کی دلدل سے نکال کر زندگی کی مشکلات کا سامنا کرنے کے قابل بناتی ہے۔ موجودہ ''تاریک دور'' میں صالحین ایسی ہی صورتِ حال کا سامنا کر رہے ہیں، ان کے خلاف تمام وسائل استعمال کئے جا رہے ہیں، یہ چند

کمزور انسان اس حالت میں نہیں کہ سارے شیطانی نظام کو بدل سکیں، ایسا بڑا انقلاب ان کی طاقت سے باہر ہے، پس ان ستائے ہوئے اور پسے ہوئے لوگوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور مناجات وفریاد کریں، اس دور میں اعلیٰ انسانی اقدار اپنی آخری سانسیں لے رہی ہیں، ظلم و ستم، استحصال اور بے ایمانی کے بھوت شیطانی رقص کر رہے ہیں، نجات کا جو واحد راستہ بچ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی جائے اور کہا جائے

''اے خداوند! آ ہمیں بچا، اے خدا ہم کو بحال کر، اور اپنا چہرہ چمکا تو ہم بچ جائیں گے، اے خداوند! لشکروں کے خدا! تو کب تک اپنے لوگوں کی دعا سے ناراض رہے گا؟ تو نے ان کو آنسوؤں کی روٹی کھلائی اور پینے کو کثرت سے آنسو ہی دیئے، اے لشکروں کے خدا! ہم کو بحال کر، ہماری طرف رخ کر اور اپنی تجلی سے ہمیں سرفراز فرما، تب ہی ہم بچ سکتے ہیں''...... (زبور-80، آیات 2-7)

''اے خدا مخالف کب تک طعنہ زنی کرتا رہے گا؟ کیا دشمن ہمیشہ تیرے نام پر کفر بکتا رہے گا؟ تو اپنا ہاتھ کیوں روکتا ہے؟ اپنا داہنا ہاتھ بغل سے نکال اور فنا کر''
(زبور-74، آیات 70-11)

''میں اپنے رونے سے تھک گیا ہوں، بیزار ہوگیا ہوں، میرا گلا سوکھ گیا ہے، میری آنکھیں میرے خدا کا انتظار کرتے کرتے ناکام ہوگئی ہیں، وہ جو مجھ سے بلا سبب یعنی صرف تیری وجہ سے نفرت کرتے ہیں ان کی تعداد میرے سر کے بالوں سے زیادہ ہے''...... (زبور-6، آیات 3-4)

''کیا اس کی شفقت ہمیشہ کیلئے جاتی رہی؟ کیا اس کا وعدہ ابد تک باطل ہوگیا؟ کیا

خدا کرم کرنا بھول گیا'' ...... (زبور-77، آیات 8-9)

'اے خداوند! میری فریاد جلد سن، میری جان جانے کو ہے اپنا چہرہ مجھ سے نہ چھپا'
(زبور-143، آیت 7)

''اے اسرائیل کے چوپان! .... آ اور ہمیں بچا'' ...... (زبور-80، آیات 1-2)

''اے خداوند! شریر اور بدکار اپنی روش میں کیوں کامیاب ہوتے ہیں؟ سب دغا باز کیوں آرام سے رہتے ہیں؟ تو نے ان کو لگایا اور انہوں نے جڑ پکڑ لی، وہ بڑھ گئے، بلکہ برومند ہوئے، تو ان کے منہ سے نزدیک، پر ان کے دلوں سے دور ہے، اہل زمین کی شرارت سے زمین کب تک ماتم کرے گی؟''
(یرمیاہ، باب 12، آیات 1-2، 4)

''اے خداوند! کب تک تو مجھے بھولا رہے گا؟ تو کب تک اپنا چہرہ مجھ سے چھپائے رکھے گا؟ کب تک میرا دشمن مجھ پر سربلند رہے گا؟'' (زبور-13، آیات 1-2)

''اے خداوند، لشکروں کے خدا، اسرائیل کے خدا! سب قوموں کے محاسبہ کیلئے اُٹھ، کسی دغا باز خطاکار پر رحم نہ کر، وہ شام کو لوٹتے اور کتے کی طرح بھونکتے ہیں اور شہر کے گرد پھرتے ہیں، دیکھ وہ اپنے منہ سے ڈکارتے ہیں، ان کے لبوں کے اندر تلواریں ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کون سنتا ہے؟'' ...... (زبور-59، آیات 5-7)

''اے خدا! تو ان کے دانت ان کے منہ کے اندر توڑ دے، اے خداوند! ببر شیر کے بچوں کی ڈاڑھیں توڑ ڈال، اس سے پہلے کہ تمہارے بندوں کو کاٹنے لگیں''
(زبور-58، آیات 6-9)

''اُٹھ اے خداوند! انسان غالب نہ ہونے پائے، اے خداوند! ان کو خوف میں ڈال تاکہ قومیں اپنے آپ کو بشر ہی جانیں'' ...... (زبور-9، آیات 19-20)

''اُٹھ اے خداوند! اور اپنے دشمنوں کو منتشر کر دے، اور اپنے دشمنوں، نفرت کرنے والوں کو اپنے آگے بھگا، لوٹ آ اے خداوند! کئی ہزار اسرائیلیوں کی طرف'' ......(زبور-10، آیات 35-36)

''اے خداوند! اسی زمانہ میں اپنے آپ کو بحال کر، اسی زمانہ میں اس کو ظاہر کر''
(حبقوق، باب 3، آیت 2)

''اے خداوند! تیرے سب دشمن ایسے ہی ہلاک ہو جائیں، لیکن تجھ سے پیار کرنے والے آفتاب کی مانند ہوں جب وہ آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوتا ہے
(قضاۃ، باب 5، آیت 31)

''الٰہی! ان کو بھیج کر اس امت کے دکھوں اور غموں کا خاتمہ کر دے''
(دعائے عہد، مفاتیح الجنان، صفحہ 540)

''ان کے ہاتھ سے کافروں اور ظالموں کو ہلاک کر دے، اس (امامؑ) کے ذریعے سے گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کے سروں کو کچل دے''
(مفاتیح الجنان، صفحہ 541)

''ان میں سے کسی ایک کو بھی روئے زمین پر باقی نہ چھوڑ، ظالمین کے نشانوں تک کا صفایا کر دے، ظالمین کے مددگاروں کو ہلاک کر دے، انہوں نے جو دغا بازیاں کی ہیں ان کو تباہ کر دے، بدکاروں کو پامال کر دے، ان کے فرعونوں کو ہلاک کر دے، ان کے جھنڈے سرنگوں کر دے، ان کی حکومت برباد کر دے، اپنے دشمنوں کو منتشر کر دے، ان کے ممبروں کو جلا دے، ان کی تلواروں کو توڑ دے، ان کے بتوں کو راکھ میں بدل دے، ان کے خون کو بکھیر دے، ان کے قلعوں کو مٹا دے اور ان کے گھروں کو تباہ کر دے''

''اے رب! میں تجھ سے شکایت کرتا ہوں کہ ہمارے پیغمبر کو ہم سے جدا کر دیا گیا اور ہادیؑ برحق (حجت خدا) کو بھی (ظالمین کے سبب) ہم سے غائب ہونا پڑا، میں مومنین کی تعداد کی کمی اور ہمارے دشمنوں کی تعداد کی زیادتی کی تجھ سے شکایت کرتا ہوں، میں شکایت کرتا ہوں دشمنوں کے غلبہ کی، اور سخت آزمائشوں کی کہ جن میں ہمیں ڈالا گیا ہے'' ...... (مستدرک الوسائل)

''ہم اپنی عیدوں کے تہواروں کی مسرت سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے کیونکہ ہر عید ہمیں ہمارے روحانی پیشواؤں (اہل بیت رسولؐ) کے مصائب اور دکھ کی یاد دلاتی ہے، یہ ان کا خدائی حق تھا کہ وہ ساری دنیا پر حکومت کرتے لیکن یہ حق ان سے چھین لیا گیا ہے'' ...... (مکیال المکارم)

ہم منتظَر اور ہادیؑ برحق کے حضور اپنا سلام اور آداب پیش کرتے ہیں جن کے ظہور کا دنیا کی ساری اقوام سے وعدہ کیا گیا تھا، اس ذات پاک کی آمد کے ذریعے ماضی کے تمام مومنین سے کئے گئے وعدوں کو پورا کیا جانا ہے

خدایا! ہادیٔ برحق اور ان کے آباء واجداد کے دشمنوں کو نیست و نابود کر دے، چاہے یہ دشمن انسانوں میں سے ہوں یا جنات سے۔

جب ہم انبیاء ماسلف، ان کے نائبین اور اپنے آئمہؑ طاہرین علیہم السلام کی پاک دعاؤں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان ادعیہ میں سے اکثریت کا مقصد، قیام حق اور باطل کی تباہی ہے، جہاں حق کے دشمنوں کی بربادی کی دعائیں کی گئیں وہاں آخری رہنمائے حقیقی کے ساتھیوں اور منتظرین کیلئے بھی دعائے خیر کی گئی، کیونکہ ایک دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہے

داؤد نبی نے اس طرح دعا فرمائی

''اے خداوند! میں اپنی جان تیری طرف اٹھاتا ہوں، اے خدا! میں نے تجھ پر توکل کی ہے، مجھے شرمندہ نہ ہونے دے، دشمن مجھ پر شادیانہ نہ بجائیں بلکہ جو تیرے منتظر ہیں ان میں سے کوئی شرمندہ نہ ہو'' ...... (زبور-25، آیات 1-3)

''اے خداوند لشکروں کے خدا! میری دعا ہے کہ تو میری خاطر اپنی آس رکھنے والوں کو شرمندہ نہ ہونے دے، اے اسرائیل کے خدا! میری خاطر سے مہربانی کر کہ تیرے طالب حیران و رُسوا نہ ہوں'' ...... (زبور-69، آیت 6)

''اے خداوند! اس کے پیار کرنے والے آفتاب کی مانند ہوں جب وہ آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوتا ہے'' ...... (قضاۃ، باب 5، آیت 31)

ہر فرد کیلئے یہ لازم ہے کہ حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے دعا کرے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے کی تھی، جب انہوں نے فرمایا تھا

''پس تم اس طرح دعا کیا کرو کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے، تیری بادشاہت آئے، تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی پوری ہو'' ...... (متی کی انجیل، باب 6، آیات 9-10)

حضرت عیسیٰ نے اپنے حوارین کو مندرجہ ذیل الفاظ میں دعا کرنے کی تعلیم دی

''اس نے ان سے کہا جب تم دعا کرو تو کہو، اے ہمارے باپ جو آسمان میں ہے! تیرا نام پاک مانا جائے، تیری بادشاہی آئے'' ...... (لوقا کی انجیل، باب 11، آیت 2)

حضرت عیسیٰ نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور ایسے دعا فرمائی

''اے باپ! وہ گھڑی آ پہنچی، اپنے بیٹے کا جلال ظاہر کر''

(یوحنا کی انجیل، باب 17، آیت 1)

''تیری سلطنت ابدی سلطنت ہے اور تیری حکومت پشت در پشت رہنے والی ہے سب کی آنکھیں تجھ پر لگی ہیں (یعنی انتظار میں ہیں)'' (زبور-145، آیات 13،15)

جب ہم ان دعاؤں کے الفاظ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ خدا یا خدا کے چہرے کو دیکھنے کی خواہش کی گئی ہے، اب خدا کو مادی آنکھوں سے دیکھنا تو ممکن نہیں ہے، دراصل اس سے مراد خدا کے نمائندۂ حقیقی یا مظہر کامل کو دیکھنا ہے

''اے خداوند! اے انتقام لینے والے خدا! جلوہ گر ہو'' ...... (زبور-94، آیت 1)

''اے خداوند! جلد مجھے جواب دے، میری روح گداز ہو چلی، اپنا چہرہ مجھ سے نہ چھپا،'' ...... (زبور-143، آیت 7)

''اے خداوند! جیسے آہوئے نر پانی کی ندی کیلئے ترستا ہے ویسے ہی میری روح تیری آرزو میں ترستی ہے، میری روح پیاسی ہے خدا کیلئے، زندگی بسر کرنے والے خداوند کیلئے، کب وہ وقت ہوگا جب میں آؤں گا اور خدا کے سامنے پیش ہوں گا'' ...... (زبور-27، آیت 9)

جناب موسیٰ نے اللہ تعالی کے حکم کے تحت لوگوں کو ایک دوسرے کو مندرجہ ذیل الفاظ میں دعا دینے کو کہا تھا

''خداوند تم پر رحمت و برکت کرے اور تمہارا نگہبان ہو، خداوند اپنے چہرے کو تم پر چمکائے اور تم پر رحیم و کریم ہو'' ...... (زبور-6، آیات 24-25)

''وہ اپنی آواز ملا کر گاتے ہیں کیونکہ جب خداوند صیہون کو دوبارہ واپس آئے گا تو اسے اپنی آنکھوں کے روبرو دیکھیں گے'' ...... (یسعیاہ، باب 52، آیت 8)

اسی طرح سے دیگر انبیاء نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ہمیں اپنے لئے دعا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے

’’اے خداوند! ہم پر رحم کر کیونکہ ہم تیرے منتظر ہیں، تو ہر صبح ہمارا بازو ہو اور مصیبت کے وقت ہماری نجات‘‘...... (یسعیاہ، باب 33، آیت 2)

’’خدایا مجھے زندگی عطا فرما حتیٰ کہ میں ہادیٔ الٰہی کا زمانہ دیکھ لوں‘‘ (جمال الصالحین)

گذشتہ حوالہ جات سے یہ بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ سارے انبیاء نے خود بھی یہ دعا کی اور اپنے ماننے والوں کو بھی حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے دعا کرنے کی تعلیم دی، انہوں نے ان دعاؤں کیلئے کچھ عنوانات مہیا کئے اور اس کیلئے لفظوں کو بھی مخصوص کیا، انہوں نے قبولیت دعا کیلئے کچھ پیشگی شرائط بھی تجویز کیں تاکہ جو کوئی دعا کرے وہ قبولیت سے محروم نہ رہ جائے، مثال کے طور پر

’’تب اگر میرے لوگ جو میرے نام سے کہلاتے ہیں خاکسار بن کر دعا کریں اور میرے دیدار کے طالب ہوں اور اپنی بری راہوں کو چھوڑ دیں تو میں آسمان پر سے سن کر ان کے گناہ معاف کروں گا اور ان کے اختیار کو بحال کردوں گا‘‘

(تواریخ ii، باب 7، آیت 14)

’’لیکن خداوند فرماتا ہے اب بھی پورے دل سے اور روزہ رکھ کر اور گریہ و زاری و ماتم کرتے ہوئے میری طرف رجوع کرو اور اپنے کپڑوں کو نہیں بلکہ دلوں کو چاک کر کے خداوند اپنے خدا کی طرف متوجہ ہو کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے، قہر کرنے میں دھیما ہے اور شفقت میں غنی ہے اور عذاب نازل کرنے سے باز رہتا ہے،،...... (یوایل، باب 2، آیات 12-13)

''تم پر افسوس جو خداوند کے دن کی آرزو کرتے ہو! تمہارے لئے یہ کس کام کا ہے؟ خداوند کا دن تاریکی ہے (کیونکہ تم بدکار رہو) اور روشنی نہیں''

(عاموس، باب 5، آیت 18)

''اے ملک کے سب حلیم لوگو جو خداوند کے احکام پر چلتے ہو! اس کے طالب ہو جاؤ، راستبازی کو ڈھونڈو، فروتنی کو تلاش کرو، شاید خداوند کے غضب کے دن تم کو پناہ ملے'' ......(صفنیاہ، باب 2، آیت 3)

''اور جب تم دعا کرو تو ریاکاروں کی مانند نہ بنو کیونکہ وہ عبادت خانوں میں اور بازاروں کے موڑوں پر کھڑے ہوکر دعا کرنا پسند کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو دیکھیں، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پاچکے! بلکہ جب تو دعا کرے تو اپنی کوٹھڑی میں جا اور دروازہ بند کرکے اپنے باپ سے جو پوشیدہ ہے دعا کر اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدہ رہ کر دیکھتا ہے تجھے کھلا بدلہ دے گا، اور دعا کرتے وقت غیر قوموں کے لوگوں کی طرح بک بک نہ کرو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بہت بولنے کے سبب سے ہماری سنی جائے گی، پس ان کی مانند نہ بنو کیونکہ تمہارا باپ تمہارے مانگنے سے پہلے ہی جانتا ہے کہ تم کن کن چیزوں کے محتاج ہو ان طریقوں پر عمل کرنے کے بعد تم اس طرح دعا کیا کرو کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے تیری بادشاہی (زمین پر بھی) آئے''

(متی کی انجیل، باب 6، آیات 5-10)

''پھر اس (یسوع) نے اس غرض سے کہ ہر وقت دعا کرتے رہنا اور ہمت نہیں ہارنا چاہیے، ان سے یہ تمثیل کہی کہ کسی شہر میں ایک قاضی تھا، نہ وہ خوف خدا سے

ڈرتا تھا، نہ آدمی کی کچھ پرواہ کرتا تھا، اور اسی شہر میں ایک بیوہ تھی جو اس کے پاس آکر یہ کہا کرتی تھی کہ میرا انصاف کر کے مجھے مدعی سے بچا، اس نے کچھ عرصہ تک تو نہ چاہا لیکن آخر اس نے اپنے جی میں کہا کہ گو میں نہ خدا سے ڈرتا ہوں اور نہ آدمیوں کی کچھ پرواہ کرتا ہوں پھر بھی اس لئے کہ یہ بیوہ مجھے ستاتی ہے میں اس کا انصاف کروں گا، ایسا نہ ہو کہ یہ بار بار آ کر آخر کو میرا ناک میں دم کرے خداوند نے کہا سنو! یہ ہے انصاف، قاضی کیا کہتا ہے، پس (جب یہ بھی بالآخر مان گیا ہے) کیا خدا اپنے برگزیدوں کا انصاف نہیں کرے گا؟ جو دن رات اس سے فریاد کرتے ہیں، اور کیا وہ ان کے بارے میں دیر کرے گا؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ وہ جلد ان کا انصاف کرے گا تاہم پھر بھی جب ابن آدم آئے گا تو کیا زمین پر ایمان پائے گا؟ ...... (لوقا کی انجیل، باب 18، آیات 1-8)

''پس خبر دار رہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل خمار اور نشہ بازی اور اس زندگی کی فکروں سے سست ہو جائیں، اور وہ دن تم پر پھندے کی طرح ناگہاں آپڑے کیونکہ جتنے لوگ تمام روئے زمین پر موجود ہوں گے ان سب پر وہ اسی طرح آپڑے گا، پس ہر وقت جاگتے اور دعا کرتے رہو تا کہ تم کو ان سب ہونے والی باتوں سے بچنے اور ابن آدم کے حضور کھڑے ہونے کا مقدور ہو''

(لوقا کی انجیل، باب 21، آیات 34-36)

پیغمبر داؤد نے فرمایا تھا کہ

''اے میرے بادشاہ، میرے خداوند! میری فریاد کی آواز کی طرف متوجہ ہو کیونکہ میں تجھ ہی سے دعا کرتا ہوں اور دعا کروں گا، اے خداوند! تو صبح کو

میری آواز سنے گا میں صبح سویرے ہی تجھ سے دعا کر کے انتظار کروں گا کیونکہ تو ایسا خدا نہیں جو شرارت و مکاری سے خوش ہو" .... (زبور-5، آیات 2-4)

حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا

"اے میرے شاگردو! مسلسل دعا کرتے رہو تا کہ تم کو دیا جائے، کیونکہ وہ پاتا ہے جو سوال کرتا ہے، دروازہ اس کیلئے کھولا جاتا ہے جو کھٹکھٹاتا ہے، جو کوئی مانگتا ہے اسے ملتا ہے، دعا میں لفظوں کی کثرت کی طرف نہ دیکھو کیونکہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خدا جانتا ہے"

جناب سلیمان نبی کو کہا گیا تھا کہ اے میرے خادم! مجھے اپنا خلوصِ دل دے، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ بہت کم ہیں جو صحیح و سچے طور پر دعا کر سکتے ہیں، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ حقیقی طور پر وہ بندہ جو بغیر توجہ کے دعا کرتا ہے خدا کے ساتھ مذاق کرتا ہے، ایک بندہ جو دعا کیلئے جاتا ہے لیکن خود کو اس کیلئے تیار و راضی نہیں کرتا ہے اس کا یہ عمل بھی پہلے والے شخص کی طرح کا ہے وہ دراصل خدا سے اپنی پیٹھ پھیرتا ہے اور شیطان کی طرف رجوع کرتا ہے۔

پھر یسوع مسیح نے عام مشاہدے کی ایک مثال پیش کی، انہوں نے کہا کہ اگر تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک کرے اور معافی مانگ لے، پھر وہ تمہیں دونوں ہاتھوں سے تھپڑ مارے تو تم اسے کیسے معاف کر سکتے ہو؟ اسی طرح خدا ان لوگوں پر رحم نہیں فرماتا جو دعا تو کرتے ہیں کہ اے خدا ہم پر رحم فرما لیکن ان کے دلوں میں برائیوں کیلئے محبت موجود ہے اور وہ ہمیشہ نئے گناہوں کی ترکیب سوچتے ہیں کچھ لوگوں نے یسوع مسیح سے کوئی دعا تعلیم کرنے درخواست کی تو انہوں نے

جواب دیا''سوچو کہ تم کیا کہو گے؟ جب خدا تم کو بھاری سزا دینے کا حکم جاری کر دے، پس جب تم دعا کرو تو اس طرح کرو کہ تمہاری دعا کے الفاظ اس طرح ہونے چاہییں ! اے ہمارے خداوند! اے ہماری عبادتوں کے مرکز، تیرا نام پاک ہو، ہم تیری حکومت اپنے درمیان دیکھیں، تیری مرضی جیسے آسمانوں میں پوری ہوتی ہے، ویسے ہی زمین پر بھی جاری و پوری ہو''

جب ہم مندرجہ بالا دعاؤں اور ان کی قبولیت کیلئے پیشگی شرائط پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک چھوٹی سی فہرست کرنے والے کاموں یعنی اوامر (امر بالمعروف) اور نہ کرنے والے کاموں (یعنی نہی عن المنکر) کی موجود ہے، جو قبولیت دعا کیلئے پیشگی شرائط ہیں

اوامر

(1) ظاہر و باطن میں احکاماتِ خداوندی کی خلوص دل سے پیروی کرنا

(2) خلوص وسچائی اور پوری توجہ مرتکز کرنا

(3) اپنی عاجزی، انکساری، کم مائیگی اور بے حیثیتی کا اظہار کرنا

(4) روزے کے ساتھ دعا کرنا

(5) گریہ وزاری سے دعا کرنا

(فرمانِ معصوم ہے کہ آدابِ دعا میں گریہ سید الآداب ہے)

(6) رقیق القلبی یا دکھتے ہوئے دل سے دعا کرنا

(7) تنہائی وخلوت میں دعا کے علاوہ اجتماعی دعا میں شامل ہونا

(8) جلد بازی نہ کرنا، یعنی اگر دعا جلد پوری نہ ہوتو دعا کوترک نہیں کرنا چاہیے دعا میں ثابت قدمی اوراستحکام ہونا چاہیے

(9) دعا بار بار مانگتے رہنا

(10) دعا کے الفاظ ومعانی پر پوری توجہ رکھنا

(11) حلم،صبراور برداشت وتحمل کا مظاہرہ کرنا

(12) اپنے ذاتی مطالبات پر مشاہدہ حق اور حکومت اِلٰہیہ کے قیام کے مطالبہ کو مکمل اہمیت دینا اور

(13) یوم حساب وجواب دہی کیلئے اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھنا

نواہی

مندرجہ ذیل باتوں کو چھوڑنا، قبولیت دعا کیلئے بہت مثبت اثر رکھتا ہے

(1) تمام گناہوں کوترک کرنا حتیٰ کہ ان کے بارے میں سوچ بھی ترک کرنا

(2) ریاکاری، تصنع اور منافقت کوترک کرنا

(3) لمبی لمبی امیدوں کو چھوڑنا

(4) صرف ان چیزوں کو کھانا جن کی مذہب اجازت دیتا ہے اور جو قانونی طریقہ سے حاصل کی گئی ہوں

حکومت اِلٰہیہ کے قیام کیلئے دعا کرنے کے فوائد

حکومت اِلٰہیہ کے قیام کیلئے دعا کرنے کی بہت زیادہ تاکید کا موجود ہونا، ہمارے ذہنوں میں ایک سوال کو جنم دیتا ہے کہ اس دعا کی افادیت کیا ہے؟

اس دعا کے فوائد و فضائل لاتعداد ہیں اس موضوع پر ماضی قریب میں دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ایک کتاب چھپ چکی ہے جس کا نام ''مکیال المکارم'' ہے اور وہ فارسی زبان میں ہے جو لوگ اس بارے میں زیادہ تفصیل میں جانا چاہتے ہیں ان سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ تاہم وہ چند فوائد جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ان کو یکجا کر کے دوبارہ لکھنا ضروری محسوس ہوتا ہے

(1) اللہ تعالیٰ اس شخص کے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے جو حکومت اِلٰہیہ کے قیام کیلئے دعا کرتا ہے

(2) یہ دعا اسے برے وقتوں میں شرمندگی سے بچاتی ہے

(3) یہ دعا انسان کو مادی و روحانی قحط کے دنوں میں محفوظ رکھتی ہے

(4) یہ دعا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ طاقت دے گا اور امن و عافیت کی برکت سے نوازے گا

(5) یہ دعا کرنے والوں کو اس دنیا اور اگلی دنیا دونوں میں اجر عظیم دیا جائے گا

(6) ان کو ابدی زندگی عطا کی جائے گی

(7) وہ زمین کے وارث قرار دیئے جائیں گے اور ہمیشہ کیلئے اس میں سکونت

پذیر رہیں گے

(8) وہ خدا کے تسکین بخش چہرے کی زیارت کریں گے

(9) ان کی قوت یعنی حکومت اِلٰہیہ جلد قائم کی جائے گی

(10) ان کو ایک نہ ختم ہونے والی خوشی ومسرت حاصل ہوگی

(11) آخری اور اہم بات یہ ہے کہ یہ دعا نہایت موزوں اور اہم دعا ہے اگر یہ دعا پوری ہو جاتی ہے تو کائنات کا سارا نظام پاک اور خالص ہو جائے گا اور ساری دنیا امن وخوشحالی کا گہوارہ بن جائے گی

مستقبل

مستقبل میں کیا ہوگا ؟ یہ سوال ایک فرد سے لے کر ایک قوم تک کیلئے برابر اہمیت کا حامل ہے، ایک نوجوان بھی یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس کا مستقبل کیا ہوگا ؟ لاتعداد دانشور یہ جاننے کیلئے دن رات مصروف ہیں کہ اس کرۂ ارض کا مستقبل کیا ہوگا جسے زمین کہتے ہیں؟ کچھ سیاست کی روشنی میں مستقبل کے بارے میں بتاتے ہیں دیگر معاشیاتی حوالے سے بتاتے ہیں، المختصر ہزاروں، دانشور بہت سے شعبہ ہائے حیات کے مستقبل کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہیں

ہمیں اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہیے کہ جس سیارے پر ہم رہائش پذیر ہیں اس کا صرف 33 فیصد حصہ خشکی پر مشتمل ہے اور باقی سارا پانی ہے، اس 33 فیصد میں سے 13 فیصد (عام) انسان کی پہنچ سے باہر ہے کیونکہ یہ پہاڑوں، گلیشیرز، وادیوں اور دریاؤں وغیرہ پر مشتمل ہے اور ناقابل رہائش ہے، باقی 20 فیصد جس پر انسان رہتا ہے وہ خوراک کے وسائل رکھتا ہے، اور انسان و جانور دونوں کو سنبھال رہا ہے، جب ہم اس کرے کے مستقبل کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہی 20 فیصد حصہ ہوتا ہے، کیونکہ یہی مسائل اور وسائل والی سرزمین ہے وہ تمام لوگ جو مستقبل کی بات کرتے ہیں اپنے اندازے محدود عرصہ اور وقت کیلئے پیش کرتے ہیں کچھ کے اندازے ایک نسل تک کیلئے اور کچھ کے دو یا تین نسلوں تک کیلئے ہوتے ہیں

موجودہ دور کے سائنس دانوں کا خیال ہے کہ ہمارا نظام شمسی چالیس و پچاس ارب سال مزید چلے گا، تب ہمارا چھوٹا سا سورج جل کرخرچ ہو جائے گا اور بجھ جائے گا، اگر ہم پچاس ارب سال کی بجائے اس زمین کی مزید عمر پانچ لاکھ سال ہی فرض کرلیں تو بھی ہم یہ فیصلہ کرنے کے قابل نہ ہوں گے کہ اس کا مستقبل کیا ہو گا، کہنے کا مطلب ہے کہ پانچ لاکھ سال بعد اس سیارے کی کل آبادی کتنی ہوگی؟ اس عرصے میں سائنس کتنی ترقی کرلے گی؟ جغرافیہ میں کتنی تبدیلی آجائے گی؟ ہمارے معاشی ذرائع کیا ہوں گے؟ اور انسان کی ارتقائی شکل وحلیہ کیا ہوگا؟

اس بات کا امکان ہے کہ وقت کے اس دورانیے میں انسان خود ہی اپنی ساری ترقی تباہ کردے، اب تک کی ساری سائنسی ترقی، ایک یا زیادہ عالمی جنگوں میں بڑے ایٹمی بموں کے دھاکوں سے بالکل صفر ہوسکتی ہے، اور پھر انسان ایک اور پتھر کے زمانے میں رہنے پر مجبور ہوسکتا ہے، یہ امکان بھی ہے کہ انسان آبادی کو کنٹرول کرلے اور اسے اپنے وسائل کے ساتھ ہم آہنگ وہم تناسب کرلے

ایک اور بات کا امکان بھی ہے کہ آبادی میں بہت بڑا اضافہ ہو جائے اور انسان کو رہائش کیلئے ایک انچ زمین بھی میسر نہ ہو، لیکن ایک اور امکان بھی ہے کہ جسے رد نہیں کیا جاسکتا کہ انسان کسی دوسرے سیارے کا ماحول اپنی ضروریات و احتیاجات کے مطابق بنالے اور اضافی آبادی کو وہاں منتقل کردے

بہرحال اس بارے میں یقین کے ساتھ کوئی پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی

کچھ دانشوروں کا خیال ہے کہ اس سیارے پر مستقبل چند بڑی تہذیبوں کا تصادم دیکھے گا جس کے نتیجے میں صرف وہی تہذیب زندہ رہے گی جو سب سے طاقت ور

ہوگی ،موجودہ دور کے کلچر اور رسوم کے حوالے سے ہم اس عمل کا مشاہدہ کر رہے ہیں، یہاں ٹکراؤ ہو رہا ہے لیکن کچھ دو اور کچھ لو کی شکل میں ،مثال کے طور پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے زرد فاموں (چین، جاپان وغیرہ) کو مائیکل جیکسن دیا ہے، جبکہ زرد فاموں نے انہیں یوگا ، جوڈو، کراٹے ،کنگفو وغیرہ دیئے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ جو امریکہ نے دیا ہے وہ منفی شے ہے اور جو لیا ہے وہ صحت مند شے ہے

یو ایس اے نے غریب مما لک پر بہت سی عنایات کی ہیں ،جبکہ غریب مما لک نے اسے ڈرگ مافیا دیا ہے اور یوں اس کے ساتھ کھاتہ برابر کرلیا ہے، یہ ایک تبادلہ ہے ٹکراؤ تو نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے دنوں میں دنیا کو بہت بڑا خیال کیا جاتا تھا لیکن اب یہ سکڑ گئی ہے، ذرائع آمدورفت اور الیکٹرانک میڈیا کی تیز رفتاری نے دنیا کے مختلف کونوں کے درمیان فاصلوں کو کم کر دیا ہے اور نقل کرنا تو انسان کی فطرت ہے، اس نقالی کو غلط طور پر کلچر کی منتقلی کہا جار ہا ہے، مثال کے طور پر اگر میراڈونا کان میں بالی پہنتا ہے تو بہت سے نوجوانوں نے اپنے کانوں میں بالیاں پہن لی ہیں، اگر آندرے آ گاسی ڈھیلی ڈھالی شرٹ استعمال کرتا ہے تو بہت سے نوجوان لڑکے اس کی نقل کرتے ہیں، اگر کسی فلم میں کوئی ہیروئن کوئی خاص ہئیر اسٹائل اپناتی ہے تو لڑکیاں اس کی نقل کرنے کی کوشش کرتی ہیں، لہٰذا یہ سب دراصل نقل ہے کوئی تہذیبوں کی منتقلی نہیں ہے، یہ زیادہ لمبے عرصے تک نہیں رہتی ، کیونکہ ایک آدمی لمبے عرصے تک دوسرے کی نقل نہیں کرسکتا

ان دنوں اسلام کو ایک تہذیب کہنا فیشن بن گیا ہے تا کہ یوں اسے ایک خوفناک

ہوّ ا بنایا جا سکے، غالبًا مغرب والوں کا یہ خیال ہے کہ اگر تہذیبوں کا ٹکراؤ ہوا تو اسلامی تہذیب یقیناً زندہ اور باقی رہ جائے گی، یہی وجہ ہے کہ وہ اس کی اعلیٰ اقدار کا صفایا کر رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مغرب والے مکمل طور پر جانتے ہیں کہ اسلام ایک مذہب ہے اور یہ ایک کلچر یا تہذیب نہیں ہے

’’لیکن میرے خیال میں یہ سب صرف اور صرف خیال آرائیاں ہی ہیں، مستقبل کا حقیقی اور یقینی علم کسی انسان کو بھی نہیں ہے، دراصل مستقبل کے حقیقی اور یقینی علم کی حامل وہی پاک ذات ہے کہ جو ماضی، حال اور مستقبل کی خالق اور مالک ہے یعنی جس کے دست ید اللّٰہی میں ہمیشہ سے اس کائنات کا کنٹرول ہے اور ہمیشہ رہے گا، جو مدبر کائنات ہے،جس کے دست قدرت شعار میں ازل سے ابد تک کی باگ ڈور ہے اور جس ذات سے اِس لامحدود کائنات کے ذرہ ذرہ کا مستقبل وابستہ ہے‘‘

آخری دور

دنیا کے تمام مذاہب متفقہ طور پر یہ کہتے ہیں کہ موجودہ دور ختم ہوجائے گا اور پھر آفاقی رہنما ظاہر ہوں گے، دنیا ایک عالمی امن، خوشحالی اور مسرت کو حاصل کر لے گی، عظیم عالمی رہنما سے فوراً پہلے کے وقت میں ظلم وجبر ساری دنیا کو مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لے لیں گے، یہ بات ضرور واقع ہوکر رہے گی کیونکہ جب ظلم و جبر اپنی انتہا کو پہنچیں گے تو ساری دنیا کی قومیں براہ راست شدت سے ایک نجات دہندہ اور مصلح کی ضرورت محسوس کریں گی، اس وقت وہ کسی مصلح کے بلاوے کو خلوص دل سے قبول کرنے کیلئے ذہنی طور پر تیار ہوچکی ہوں گی، ظلم وجبر کا یہ دور سچے مومنین کیلئے ایک امتحان ہوگا، اس امتحان و آزمائش کے دوران دنیا کی آبادی کا 2/3 حصہ ہلاک و تباہ ہوجائے گا، یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آیا یہ تباہی صرف مذہب پر آئے گی یا یہ جسمانی موت ہوگی، لیکن 2/3 انسانیت نے روحانی یا جسمانی طور پر مرنا ضرور ہے

جیسا کہ کتابِ زکریا میں اس کا ذکر کیا گیا ہے

’’اور خداوند فرماتا ہے سارے ملک میں دوتہائی قتل کئے جائیں گے اور مریں گے لیکن ایک تہائی بچ رہیں گے اور میں اس تہائی کو آگ میں ڈال کر چاندی کی طرح صاف کروں گا اور جیسے سونے کو پرکھتے ہیں (کٹھالی میں ڈال کر) پرکھوں گا، وہ مجھ سے دعا کریں گے اور میں ان کی سنوں گا، میں کہوں گا کہ یہ میرے

بندے ہیں اور وہ کہیں گے کہ خداوند ہی ہمارا خدا ہے'' (زکریاہ، باب 13، آیات 8-9)

ہمارے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس وقت کے بارے میں اپنے عقیدت مند جناب ابو بصیر سے فرمایا

''حکومت اِلٰہیہ کا آغاز نہ ہوگا جب تک کہ 2/3 انسانیت موت نہ دیکھ لے''

ابو بصیر نے عرض کیا کہ اگر 2/3 انسان ختم ہو جائیں گے تو باقی کیا رہ جائے گا؟

آپ نے جواب دیا ''کیا تم مطمئن نہیں ہو کہ تم باقی بچنے والے 1/3 میں ہو گے''

کچھ تذکرہ نگار یہ بتاتے ہیں کہ موت دو طرح کی ہوگی، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا

''اس وقت دو طرح کی موت واقع ہوگی سفید موت اور سرخ موت''

سرخ موت کا مطلب قتل ہونا اور جنگیں وغیرہ ہیں اور سفید موت کا مطلب ہے وباؤں اور کیمیائی ہتھیاروں سے موت جس میں کوئی خون نہیں بہے گا

امیر المومنین حضرت علیؑ علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا

''حکومت اِلٰہیہ کا آغاز اس وقت تک نہ ہوگا جب تک 2/3 انسان قتل نہ ہوں 2/3 مر جائیں گے، اور 1/3 محفوظ رہیں گے''

یہ تو ممکن نہیں کہ مختلف شخصیات کی طرف سے کی گئی مختلف پیشین گوئیوں کی روشنی میں مستقبل کے واقعات کا مکمل پروگرام اور صحیح ترتیب مرتب کر لی جائے، اس لئے میں صرف پیشین گوئیوں پر بحث کروں گا

پہلی بات تو یہ ہوسکتی ہے کہ یہ صرف ایک روحانی موت ہو، دوسرا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ایک طبعی یا جسمانی موت ہو، لیکن کچھ جغرافیائی حدود کے اندر ہو، بہت سی

شخصیات نے مختلف علاقوں کے بارے میں مختلف پیشین گوئیاں کی ہیں، مختلف انبیاء جو مختلف علاقوں میں مبعوث کئے گئے انہوں نے صرف انہی مخصوص علاقوں کے بارے میں اِلہامی پیشین گوئیاں کیں، حضرت عیسیٰ اور ان کے پیشرو انبیاء نے اپنی اِلہامی پیشین گوئیوں کو صرف یروشلم اور جزیرہ نمائے عرب تک محدود رکھا، اسی طرح دیگر روحانی شخصیات نے صرف اپنے مخصوص علاقوں کے بارے میں بتایا کہ وہاں کیا واقعات رونما ہوں گے، لہٰذا میں کوشش کروں گا کہ مختصر طور پر الگ الگ علاقوں کے بارے میں گفتگو کروں، حضرت عیسیٰ نے یروشلم میں آنے والے مصائب کے بارے میں تفصیل سے بتایا تھا، انہوں نے موسم اور دن کی نشاندہی بھی کی ہے

''پس دعا کرو کہ تم کو سردیوں میں یا سنیچر کے دن بھاگنا نہ پڑے، کیونکہ اس وقت ایسی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے اب تک نہ ہوئی ہے، نہ کبھی ہوگی، اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے'' ...... (متی کی انجیل، باب 24، آیات 20-22)

حتیٰ کہ دانیال نبی نے تو ان دنوں کی تعداد بھی بتائی ہے

''اور اس نے مجھ سے کہا کہ دو ہزار تین سو صبح و شام تک یہ جاری رہے گی اور اس کے بعد ارض مقدس ہو جائے گی'' ...... (دانی ایل، باب 8، آیت 14)

ایک اور بات کا ذکر حضرت عیسیٰ اور جناب دانیال دونوں نے کیا ہے

''وہ اجاڑنے والی مکروہ چیز نصب کی جائے گی'' ...... (دانی ایل، باب 12، آیت 11)

اس کے آنے کے بعد ایک ہزار دو سو نوے دنوں کی حد کو بھی مخصوص کیا گیا ہے

اس کا مطلب ہے کہ یہ (آزمائش و ابتلا) تین سال دس ماہ اور دو دن تک رہے گی، یہ بھی مزید بتایا گیا ہے کہ جب وہ حقارت آمیز دَور یا چیز آ جائے تو حق کا انتظار کرنے والے بندوں کو چاہیے کہ اپنے گھروں کو نہ چھوڑیں اور وہیں بیٹھ کر انتظار کریں۔مزید یہ کہا گیا ہے

''مبارک ہے وہ جو ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک انتظار کرتا ہے''

(دانی ایل، باب 12، آیت 12)

مندرجہ بالا سطور میں جو کچھ آسمانی صحائف کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق ان دنوں کا کل دورانیہ چھ سال اور ایک ماہ یا کچھ زیادہ بنتا ہے، پس وہ ایک بہت قیامت خیز منظر ہوگا

اور اس میں مالک حقیقی کی طرف سے امان صرف اُسے ملے گی کہ جو سر بہ سجود ہو کر نہایت ہی عجز و انکسار سے مصروفِ دعا رہے گا

﴿زمین کی تطہیر﴾

تمام اِلہامی و مذہبی کتب یک زبان ہوکر بتاتی ہیں کہ جب آخری رہنما حکومت اِلٰہیہ کی بنیاد رکھیں گے تو اس دنیا کے سینکڑوں عادی مجرم رکاوٹ ڈالنے کی ناکام کوشش کریں گے، پس اللہ تعالیٰ کے مظہر ونمائندہ اور شیطان کے مابین کئی جنگیں ہوں گی

زرتشت نے پیشین گوئی کی تھی کہ ایک آخری جنگ انگرامینو (Ungramenu) اور سپونتا مینو (Supontamenu) یعنی خدا اور شیطان کے درمیان ہوگی، اللہ تعالیٰ کی فوجیں فتح یاب ہوں گی، اس جنگ کا دورانیہ بھی کسی کو معلوم نہیں، ہمیں یہ علم نہیں کہ آیا یہ لڑائی یکدم ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی یا حکومت اِلٰہیہ کے قیام کیلئے علاقہ وار فتح کی جائے گی۔

قرآن پاک نے گویا احکام جنگ کے الفاظ کا بھی ذکر کیا ہے

☆وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ()...... (سورۃ الانفال، آیت 39)

''اور انہیں قتل کرتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ وفساد باقی نہ رہے اور تمام دین اللہ کیلئے (خالص) ہو جائے''

☆وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ()...... (سورۃ الانفال، آیت 7)

''اور اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ اپنے کلمات کے ساتھ حق کی فتح کرے اور کافروں کی نسل قطع کردے''

☆قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَومٍ مُّؤمِنِينَ ()...... (سورۃ التوبہ، آیت 14)

''ان سے لڑو، اللہ تو انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا اور ان کو رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری نصرت کرے گا (فتح دے گا) اور وہ مومنین کے دلوں کو شفا دے گا (ٹھنڈا کرے گا)''

☆فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ (ط)...... (سورۃ محمدؐ، آیت 4)

''پس تم جب کفار کے مقابل آؤ تو ان کی گردنیں مارو''

قرآن پاک کی درج بالا آیات کی تشریح جو اہل بیت رسولؐ علیہم السلام نے فرمائی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ آیات آخری دور سے متعلق ہیں، شیطان کے چیلے حق کی قوتوں سے لڑنے کیلئے ایک بین الاقوامی اتحاد قائم کریں گے، جناب داؤد نبی نے یہ حقیقت درج ذیل الفاظ میں بیان فرمائی ہے

''قومیں کس لئے طیش میں ہیں اور لوگ کیوں باطل خیال باندھے ہوئے ہیں؟ خداوند اور اس کے مسیح کے خلاف زمین کے بادشاہ اور حاکم اکٹھے صف آرائی کر کے اور مشورہ کر کے کہتے ہیں کہ آؤ ہم ان کے بندھن توڑ ڈالیں اور ان کی رسیاں اپنے اوپر سے اتار پھینکیں، وہ جو آسمان پر تخت نشین ہے ہنسے گا، خداوند ان کا مضحکہ اڑائے گا، تب وہ اپنے غضب میں ان سے کلام کرے گا اور اپنے قہر شدید میں ان کو پریشان کر دے گا، میں تو اپنے بادشاہ کو اپنے کوہ مقدس صیہون پر بٹھا چکا ہوں''...... (زبور-2، آیات 1-6)

مخالف فوجوں کے خاتمے کے بارے میں سموئیل نبی نے بتایا ہے کہ

''زمین کے ستون خداوند کے ہیں اور اس نے دنیا کو ان ہی پر قائم کیا ہے، جو خداوند سے جھگڑتے ہیں وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے، وہ ان کے خلاف آسمان میں سے گرجے گا، خداوند زمین کے کناروں کا عدل وانصاف کرے گا''

(سموئیل-1، باب 2، آیات 8-10)

منکروں کے خلاف جنگ اور اس انقلاب کے بارے میں دنیا کی ساری مذہبی کتب نے ذکر کیا ہے، میرے لئے مشکل یہ ہے کہ میں آنے والے وقت کے ان تمام واقعات کو کیسے ایک ترتیب میں لاؤں جو کہ ان کتب میں بکھرے پڑے ہیں یہ گویا ناممکنات میں سے ہے، مثلاً میں اس جنگ کے واقعات لکھ سکتا ہوں، میں اس جنگ کی امتیازی خصوصیات مثلاً جنگ کا انداز اور حق کی فوجوں کے اسلحہ و ہتھیار کے بارے میں لکھ سکتا ہوں، لیکن میں یہ بتانے سے قاصر ہوں کہ کب اور کہاں سے اس جنگ کا پہلا حملہ ہوگا؟ اسی طرح جنگوں کے بعد کے تسلسل کو بھی نہیں بتایا جا سکتا، مختلف مذہبی کتب میں موجود ان جنگوں کے بکھرے ہوئے حالات و واقعات کو اکٹھا کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر ضرور پہنچتے ہیں کہ اس جنگ میں (حق کی فوجوں کا) کمانڈر ان چیف (C.in.C) صرف اور صرف ایک ہستی ہوگی، اگرچہ مختلف مذاہب نے انہیں مختلف نام دیئے ہیں، یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ہی تصویر کے مختلف حصے ان کتب میں یہاں وہاں بکھرے پڑے ہیں

جب آخری عظیم رہنما آفاقی انقلاب لانے کی ترتیب بندی کریں گے تو سب سے پہلے اپنے ان مخلص ساتھیوں کو جمع کریں گے جو پورے خلوص دل سے ان کی تحریک کی نصرت و مدد کریں گے، اور وہ اتنے طاقت ور ہوں گے کہ اس مقصد

کیلئے ساری دنیا کا مقابلہ کرنے کیلئے کافی ہوں گے، اس بات کو مختلف انبیاء نے اپنے اپنے طریقے سے بتایا ہے......قرآن پاک فرماتا ہے

☆فَسَوْفَ يَاتِى اللّٰهُ بِقَومٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ()

''عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے وہ محبت کرتا ہے اور جو اس سے محبت کرتے ہیں، وہ مومنوں کے ساتھ منکسر المزاج ہوں گے اور کافروں کیلئے سخت مزاج ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں گے، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کھائیں گے، یہ اللہ کا فضل ہے جو وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے'' ......(سورۂ المائدہ، آیت 54)

قرآن کریم کی سورۂ ھود میں آخری رہنما کے ساتھیوں کو اصطلاحاً رکن شدید یعنی ''مضبوط سہارا'' کہا گیا ہے

مذکورہ ساتھیوں کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

''ان میں سے ہر ایک چالیس جوان آدمیوں جتنی طاقت رکھتا ہوگا، ان کے دل فولاد سے زیادہ مضبوط ہوں گے، اگر وہ پہاڑ پر حملہ کردیں تو اسے پیچھے دھکیل دیں وہ اپنی تلوار کو اس وقت تک نیام میں نہ رکھیں گے جب تک اپنے خدا کو راضی نہ کر لیں'' ......(قاطع البیان)

قرآن میں ایک اور مقام پر انہیں ''دوسری یا زیادہ بہتر قوم'' کا نام دیا گیا ہے

☆فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ () عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنهُم وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ () ......(سورۂ المعارج، آیات 40-41)

''پس میں مشارق و مغارب کے رب کی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک ہم اس پر ضرور قدرت رکھتے ہیں کہ ان سے بہتر لوگوں (قوم) کو لے آئیں اور ہم بالکل عاجز نہیں ہیں''

کتاب یرمیاہ میں ہے

''اے اسرائیل کے گھرانے! دیکھ میں ایک قوم کو دور سے تجھ پر چڑھا لاؤں گا خداوند فرماتا ہے کہ وہ زبردست قوم ہے، وہ قدیم قوم ہے، وہ ایسی قوم ہے جس کی زبان تو نہیں جانتا، اور ان کی بات کو تو نہیں سمجھتا، ان کے ترکش کھلی قبریں ہیں وہ سب بہادر وزورآور افراد ہیں'' ...... (یرمیاہ، باب 5، آیات 15-16)

''دیکھو تو ایک ایسی قوم کو جسے تو نہیں جانتا بلائے گا اور ایک ایسی قوم جو تجھے نہیں جانتی تھی خداوند تیرے خدا اور اسرائیل کے قدس کی خاطر تیرے پاس دوڑی آئے گی کیونکہ اس نے تجھے عزت و جلال بخشا ہے'' ...... (یسعیاہ، باب 55، آیت 5)

''یہ آئندہ پشت (نسل) کیلئے لکھا جائے گا اور ایک قوم جو پیدا کی جائے گی وہ خداوند کی ستائش کرے گی کیونکہ اس نے اپنے مقدس کی بلندی پر سے نگاہ کی خداوند نے آسمان پر سے زمین پر نظر کی تاکہ اسیر کا کراہنا سنے اور مرنے والوں کو چھڑا لے، تاکہ لوگ صیہون میں خداوند کے نام کا اظہار اور یروشلم میں اس کی تعریف کریں، جب خداوند کی خدمت و عبادت کیلئے قومیں اور مملکتیں مل کر جمع ہوں'' ...... (زبور-102، آیات 18-22)

یہ چند حوالہ جات آخری عظیم رہنما کے ناصرین، مددگاروں اور اصحاب کی خصوصیات کو ظاہر کرتے ہیں، یہ بات بھی بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے

اصحاب ان کے ہم عصر ہوں گے جو مختلف مما لک سے آ کر خود کو ان کے حضور پیش کریں گے......قرآنِ کریم میں اسی بات کو رب العزت نے یوں بیان فرمایا ہے

☆وَ لِكُلٍ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَافَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ () ......(سورۂ البقرہ، آیت 148)

''اور ہر کسی کیلئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ (متوجہ ہوتا) منہ کرتا ہے، پس تم نیکیوں میں سبقت کرو، جہاں کہیں بھی تم ہو گے اللہ تم سب کو جمع کر کے لے آئے گا بیشک اللہ ہر شئے پر قادر ہے''

تفسیر عیاشی اور تفسیر صافی میں یہ بتایا گیا ہے کہ مہربان و رحیم اللہ، عظیم مصلح کے ساتھیوں کو دنیا کے مختلف کونوں سے اکٹھا کرے گا، وہ موسم بہار کے بادلوں کی طرح اکٹھے ہوں گے، ان میں سے کچھ رات کو اپنے بستر پر سوئیں گے اور جب وہ جاگیں گے تو اپنے آپ کو اپنے عظیم رہنما و آقا کے دربار میں پائیں گے، کئی دیگر دن کو بادلوں پر سوار ہو کر وہاں پہنچ جائیں گے کچھ پیدل چلیں گے اور فوراً وہاں پہنچ جائیں گے ......(بہ حوالہ تفسیر صافی ص 50)

''سب تھک جائیں گے لیکن خداوند کا انتظار کرنے والے از سرِ نو زور حاصل کریں گے، وہ عقابوں کی مانند بال و پر سے اڑیں گے، وہ دوڑیں گے اور نہ تھکیں گے، وہ چلیں گے اور ماندہ نہ ہوں گے'' ......(یسعیاہ، باب 40، آیت 31)

''لیکن میں ان کو جو میرے گلہ میں سے بچ رہے ہیں تمام مما لک سے جہاں جہاں میں نے ان کو ہانک دیا تھا جمع کر لوں گا، اور ان کو پھر سے ان کے گلہ خانوں میں لاؤں گا'' ......(یرمیاہ، باب 23، آیت 2)

''میں تیرے ان لوگوں کو جو عیدوں سے محروم ہونے کے سبب سے غمگین اور ملامت سے زیر بار ہیں، دیکھ میں اس وقت تیرے سب ستانے والوں کو سزا دوں گا'' ...... (صفنیاہ، باب 3، آیات 18-19)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ صالحین اور متقی لوگ، قطع نظر اپنے مذہب کے جہاں کہیں بھی ہوں گے اکٹھے ہو جائیں گے، وہ افواج کی طرح آئیں گے اور عظیم رہنما کی نصرت کریں گے، سب سے پہلے وہاں جو اشخاص جمع ہوں گے ان کی تعداد کے بارے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنی ہو گی؟

احادیث ان کو دو گروپوں میں تقسیم کرتی ہیں

(1) اصحاب اور نائبین خاص ...... یہ تین سو تیرہ ہوں گے اور سب سے پہلی رات ہی وہاں پہنچ جائیں گے، پچاس عورتیں ان کے علاوہ ہوں گی

(2) ناصرین اور مددگار ...... یہ تعداد میں دس ہزار ہوں گے جیسا کہ امام محمدؑ باؑقر علیہ السلام نے فرمایا ''جب کوہِ فاران پر حلف اطاعت لیا جائے گا تو وہاں جمع ہونے والے لوگوں کی تعداد دس ہزار ہو گی''

''خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا، وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور وہ دس ہزار اولیاء کے ساتھ آیا، اس کے داہنے ہاتھ پر ان کیلئے آتشی شریعت وقانون تھا، وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے'' ...... (استثناء، باب 33، آیات 2-3)

اس کا مطلب ہے کہ تحریک کے آغاز میں وہاں 10363 افراد جمع ہوں گے لیکن بعد میں یہ تعداد بڑھ جائے گی کیونکہ اسلام کے علاوہ دیگر تمام مذاہب کے نیک و پارسا افراد بھی اس تحریک میں شامل ہو جائیں گے

عظیم ترین رہنما انطاکیہ کے پہاڑ کی ایک غار سے اسرائیلیوں کا مقدس صندوق اپنے اختیار و اقتدارِ الٰہیہ کے ثبوت کے طور پر باہر نکالیں گے، یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تب بہت سے یہودی اسلام قبول کرلیں گے اور ان کی تعداد تیس ہزار ہوگی، اسی طرح دیگر تمام مذاہب کے مظلوم و محروم لوگ بھی ان کی مدد و نصرت کیلئے فوری طور پر شامل ہو جائیں گے

آئمہ طاہرین علیہم السلام نے فرمایا کہ اس بات کی وضاحت قرآن پاک کی سورۂ نصر کی آیات 1-2 میں بیان کی گئی ہے کہ

☆اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ () وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا()

''جب اللہ کی نصرت و فتح آئے گی اور تو لوگوں کو دیکھئے گا کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں''

سید حسنی اور ان کی فوج کا ایک بڑا حصہ مقدس افواج میں شامل ہو جائے گا، جناب شعیب بن صالح اور شیخ یمانی بھی اپنی افواج کے ایک بہت بڑے حصے کے ساتھ شمولیت اختیار کریں گے، اسی طرح لاکھوں (حق پرست) افراد مقدس بلاوے پر لبیک کہیں گے، بہت سے صحائف بتاتے ہیں کہ انبیاء ماسلف کی امتوں میں سے متقی اور صالح بندے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور اس نئے انقلاب میں شامل ہو جائیں گے، یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ کسی بھی زمانے کے کتنے لوگوں کو دوبارہ بلایا جائے گا لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ ہر نبی کے زمانے کے متقی و پارسا لوگ واپس اس دنیا میں ضرور آئیں گے

نبی نحمیاہ، حضرت موسیٰ کا کیا گیا وعدہ دہراتے ہوئے فرماتے ہیں

''پر اگر تم میری طرف رجوع لاؤ اور میرے حکموں کو مانو اور ان پر عمل کرو تو اگر چہ تمہارے آوارہ گرد آسمان کے کناروں پر بھی ہوں، میں ان کو وہاں سے اکٹھا کر کے اس مقام میں پہنچاؤں گا جسے میں نے چن لیا ہے تاکہ میں اپنا نام وہاں رکھوں'' ......(نحمیاہ، باب 1، آیت 9)

یہ وعدہ ساری نسل اسرائیل سے کیا گیا تھا

''وہ سب جو خاک میں مل جاتے ہیں اس کے حضور جھکیں گے'' (زبور-22، آیت 29)

اس موضوع پر حوالہ جات کو کئی گنا بڑھایا جا سکتا ہے، احادیث میں بعض اشخاص کے ناموں کا ذکر بھی ہے جنہیں دوبارہ زندگی عطا کی جائے گی اور عظیم رہنما کی افواج میں شامل ہوں گے، تین سو تیرہ اشخاص جو پہلی ہی کھیپ میں وہاں پہنچیں گے ان میں سے پندرہ افراد اسرائیلیوں میں سے ہوں گے جنہیں دوبارہ زندگی عطا کی جائے گی۔ حضرت موسیٰ، حضرت یوشع بن نون، مومن آل فرعون اور سات اصحاب کہف بھی مذکورہ 313 میں شامل ہیں، جناب شمعون پطرس، جو زندہ غائب ہو گئے تھے وہ بھی پہلی کھیپ میں شامل ہوں گے، حضرت عیسیٰ کے زمانے کے کچھ اشخاص بھی اس فوج میں شامل ہوں گے، اسی طرح کچھ دیگر غیر مسلم صالحین بھی زندہ کئے جانے کے بعد عظیم ترین رہنما کی فوج میں شامل ہو کر ان کی نصرت کریں گے، آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ اصحاب کو بھی نئی زندگی عطا کی جائے گی جیسا کہ جناب سلمانِ محمدی، ابودجانہ وغیرہ

تمام صحائف میں عظیم رہنما کی نصرت کیلیئے انسانی افواج کے ساتھ ساتھ فرشتوں کی افواج کا ذکر بھی کیا گیا ہے، تفسیر قاطع البیان اور تفسیر عیاشی وغیرہ میں یہ بیان

کیا گیا ہے کہ حضرت جبرائیل ایک سفید پرندے کی شکل میں میزاب کعبہ کے نزدیک آئیں گے اور سب سے پہلے حلف اطاعت ونصرت اٹھائیں گے، اللہ تعالیٰ عظیم رہنما کی نصرت کیلیئے پانچ ہزار نشان زدہ ملائکہ نازل فرمائے گا، وہ تین ہزار ملائکہ جو امام حسین علیہ السلام کی نصرت کیلیئے کربلا میں آئے تھے وہ بھی افواج الٰہیہ میں شامل ہو جائیں گے، لہٰذا یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کہ ان کی افواج کی حقیقی تعداد کتنی ہوگی؟

اسلامی کتب کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کی کتب سے بھی اِس موقع پر فرشتوں کی آمد ثابت ہوتی ہے

''کیونکہ خداوند میرا خدا آئے گا اور سب قدسی تیرے ساتھ (ہوں گے)''

(زکریاہ، باب 14، آیت 5)

''کیونکہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال وعظمت میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا، اس وقت ہر ایک کو اس کے کاموں کے مطابق بدلہ دے گا''

(متی کی انجیل، باب 16، آیت 27)

اس سنہری دور میں تمام انبیاء ماسلف جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اپنے صالح ونیک پیروکاروں کے ہمراہ اس دنیا میں دوبارہ واپس آئیں گے، آسمان اور زمین کے فرشتوں نے بھی آنا ہے، یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ آیا سارے انبیاء بیک وقت آجائیں گے یا ایک کے بعد ایک کچھ مخصوص وقفوں سے آئیں گے، تاہم اتنا تو یقینی ہے کہ انہوں نے اس دنیا میں واپس آنا ہے اور اپنے ماننے والوں سے کیئے گئے وعدوں کو آخری عظیم ترین رہنما کے دور حکومت میں

پورا کرنا ہے
تمام کتب غیبت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب عظیم ترین رہنما کوفہ پہنچیں گے اور وادی السلام میں قیام فرمائیں گے تو ستر ہزار سچے مخلصین کو زندہ کریں گے، ان میں سے ہر ایک اپنی قبر سے یہ کہتے ہوئے باہر آئے گا کہ ''میں آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہوں'' بعد میں وہ ان کی فوج میں شامل ہو جائیں گے، جب وہ کوفہ پہنچیں گے تو چھیالیس ہزار فرشتوں کی فوج کے ساتھ ساتھ جنات میں سے چھ ہزار فوجی بھی ان کے ہمراہ ہوں گے
المختصر! ایک بہت بڑی فوج ان کی نصرت کیلئے موجود ہوگی جس میں کوئی بھی بوڑھا نہیں ہوگا، سارے فوجی جوان ہوں گے
درج ذیل حدیث ان کی فوج کی تعداد کا کسی حد تک اندازہ لگانے میں ہماری مدد کرسکتی ہے، امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ
''عظیم ترین رہنما کی لشکرگاہ (فوجی کیمپ) 49 میل میں پھیلی ہوئی ہوگی''
مندرجہ ذیل انبیاء اس فوج میں شامل ہونے کیلئے دوبارہ دنیا میں واپس آئیں گے، حضرت موسیٰ، حضرت یوشع بن نون، حضرت شعیب، حضرت ایوب، آخری پیغمبر خود فرماتے ہیں کہ میں اپنے جسم کے ساتھ آخری دن آؤں گا اور اپنے مددگار کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھوں گا
مندرجہ ذیل اشخاص بھی فوج میں شامل ہو جائیں گے
حضرت خضر، حضرت ادریس، حضرت الیاس، حضرت عیسیٰ، پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے مندرجہ ذیل شامل ہوں گے، حضرت

سلیمان فارسی، جناب ابو دجانہ بن حارثہ تمیمی، حضرت مقداد بن اسود، حضرت مالک اشتر، چار افراد حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے اور چار جناب عقیل علیہ السلام کی اولاد سے

''اور میں تم سے کہتا ہوں کہ بہتیرے مشرق اور مغرب سے آکر ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے ساتھ آسمان کی بادشاہی کی ضیافت میں شریک ہوں گے مگر سلطنت کے بیٹے باہر اندھیرے میں ڈالے جائیں گے، وہاں رونا اور دانت پیسنا ان کا مقدر ہوگا'' ...... (متی کی انجیل، باب 8، آیات 11-12)

﴿ندا ہائے آسمانی﴾

قرآنِ حکیم، اور صحائف سماوی ہمیں بتاتے ہیں کہ جس وقت موعود الرسل یعنی عظیم ترین آفاقی رہنما تشریف لائیں گے تو وہ اپنی نصرت کیلئے انبیاء، فرشتوں اور انسانوں کو درج ذیل طریقوں سے اکھٹا فرمانویں گے

(1) آسمان سے پکارا جائے گا یعنی آسمان سے آواز آئے گی

(2) ایک خوفناک گرج، ایک بڑی چنگھاڑ یا ایک بہت بڑا دھماکہ

(3) صور یا نرسنگھا بجایا جائے گا (یہ جانور کے سینگ سے بنا ہوتا ہے)

(4) ایک شخصیت سورج میں کمر تک ظاہر ہوکر ایک ندا دے گی یا اعلان کرے گی

(5) فرشتے جنہیں لوگوں کو بلانے اور اکٹھا کرنے کیلئے مقرر کیا جائے گا

یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ ان ذرائع میں سے کون سی بات پہلے اور کون سی بعد میں ہوگی قرآن پاک میں ان باتوں کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے

☆وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ () يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ () ......(پارہ 26، سورۂ ق، آیات 41-42)

''اور دھیان سے سنو جب ایک منادی کرنے والا قریب ہی سے ندا دے گا، وہ دن جب لوگ ایک بڑی چنگھاڑ حق کے ساتھ یقیناً سنیں گے، یہ یوم الخروج (ظہور کا دن) ہوگا''

تفسیر قاطع البیان میں بتایا گیا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حق کی (اجازت سے) یہ چنگھاڑ ہمارے قائم علیہ السلام (آخری مصلح و رہنما) کے متعلق ہوگی۔ قرآنی آیات بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی ایک خاص دن مدد فرمائے گا، یہ خاص دن وہ دن ہے کہ جب آخری عظیم رہنما ظہور فرمائیں گے، اس دن باضابطہ اعلان کرنے والا عظیم ترین رہنما کے اسم مبارک کا ان کے والد گرامی القدر کے اسم مبارک کے ساتھ اعلان کرے گا۔

(تفسیر صافی ص 476، بہ حوالہ تفسیر قمی)

☆ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ()......(سورۂ ق، آیت 44)

''جب زمین پھٹ جائے گی اور وہ دوڑتے ہوئے باہر آئیں گے، ان کو اس طرح سے اکٹھا کر لینا ہمارے لئے آسان ہے''

ایک اور جگہ پر ارشادِ خداوندی ہے کہ

''یقیناً ہم زندگی دیتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں سب کو ہماری ہی طرف آنا ہے''

اُس وقت ایسے باضابطہ اعلانات ہوں گے جو ہر کوئی سنے گا

() ''اے لوگو! سنو کہ خدا کی لعنت ہے ظالمین پر''

() ''وہ جس نے آنا تھا آ گیا ہے''

() ایک انسانی جسم کمر تک سورج میں ظاہر ہوگا اور اعلان کرے گا کہ

''اے لوگو! وہ جس نے آنا تھا آ گیا ہے''

پھر وہ عظیم ترین رہنما کا ان کے شجرۂ نسب کے ساتھ ان کے عظیم ترین جد امجد امیر

المومنین حضرت علیؑ علیہ السلام تک مکمل تعارف کرائے گا

قرآن پاک مزید فرماتا ہے

☆اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ() (سورۂ یٰسین، آیت 53)

''وہ تو بس ایک چنگھاڑ ہوگی پس وہ سب کے سب اکٹھے ہمارے حضور پیش کیئے جائیں گے''

☆يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا() ...... (سورۂ طٰہٰ، آیت 102)

''جس دن صور پھونکا جائے گا اور اس دن ہم مجرموں کو (دہشت زدہ) سفید آنکھوں کے ساتھ جمع کریں گے''

☆يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا()...... (سورۂ النباء، آیت 18)

''جس دن کہ صور پھونکا جائے گا اور تم گروہ در گروہ آؤ گے''

☆فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ() ...... (سورۂ الحاقہ، آیت 13)

''پھر جب صور میں یکبارگی پھونک ماری جائے گی''

''عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک تو ہمیں دعا کرنا چاہیے کہ ازل سے ابد تک کا وہ حسین ترین دن جلد آئے اور ہم اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھیں، اس کے ساتھ ہی ہمیں اپنے آپ کو عملی طور پر اور ذہنی طور پر تیار کرنا چاہیے کہ جس وقت موعود الرسل یا آخری مصلح اعظم تشریف لائیں تو ہم ان کی نصرت اور حمایت کیلئے نہ صرف یہ کہ تیار رہوں بلکہ ہمارا کردار کم از کم اتنا شستہ اور پاکیزہ ہونا چاہیے کہ وہ ہمیں اپنے ناصر کے طور پر قبول فرمالیں''

ایک ضروری وضاحت

میں اپنے قارئین پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تمام اِلہامی مذاہب میں جہاں ایک بڑے روز حساب یعنی قیامت کبریٰ کا تصور پھیلا ہوا ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ قیامت صغریٰ کا ذکر بھی موجود ہے

''پھر میں نے ایک فرشتے کو آسمان سے اترتے دیکھا جس کے ہاتھ میں اتھاہ گڑھے کی کنجی اور ایک بڑی زنجیر تھی، اس نے اس اژدھا یعنی پرانے سانپ کو جو ابلیس اور شیطان ہے، پکڑ کر ہزار برس کیلئے باندھا اور اسے اتھاہ گڑھے میں ڈال کر بند کر دیا اور اس پر مہر کر دی تاکہ وہ ہزار برس کے پورے ہونے تک قوموں کو پھر گمراہ نہ کرے، اس کے بعد ضرور ہے کہ تھوڑے عرصے کیلئے کھولا جائے، پھر میں نے تخت دیکھے اور لوگ ان پر بیٹھ گئے اور عدالت ان کے سپرد کی گئی اور ان کی روحوں کو بھی دیکھا جن کے سر یسوع کی گواہی دینے اور خدا کے کلام کے سبب سے کاٹے گئے تھے، اور جنہوں نے نہ اس حیوان (شیطان) کی پرستش کی تھی، نہ اس کے بت کی، اور نہ اس کی چھاپ (نشان) اپنے ماتھے اور ہاتھوں پر لی تھی، وہ زندہ ہوکر ہزار برس تک مسیح کے ساتھ بادشاہی کرتے رہے اور جب تک یہ ہزار برس پورے نہ ہو لئے باقی مردے زندہ نہ ہوئے، پہلی قیامت (یعنی قبروں سے اٹھایا جانا) یہی ہے، مبارک اور مقدس وہ ہے جو پہلی قیامت میں شریک ہو'' ...... (یوحنا عارف کا مکاشفہ، باب 20، آیات 1-6)

اسی طرح سے قرآن پاک بھی دو قیامتوں کا ذکر کرتا ہے یعنی ایک قیامت صغریٰ اور دوسری قیامت کبریٰ واقع ہوگی

چونکہ عوام الناس میں صرف ایک قیامت کا تصور پایا جاتا ہے اس لئے ان دونوں کے بارے میں موجود قرآنی آیات کو بغیر فرق سمجھے صرف ایک یعنی آخری بڑی قیامت سمجھ لیا جاتا ہے، قران کوئی واضح نشانی پیش نہیں کرتا جس کی مدد سے یہ فرق کیا جاسکے کہ کون سی آیت سے مراد پہلے والا یا آخری والا یوم حساب ہے

قرآن کے مفسرین نے اس مسئلے کا آسان حل یہ نکالا کہ ساری آیات کو آخری بڑے یوم قیامت پر مبنی قرار دے دیا، جبکہ یہ کوئی اچھا حل نہیں ہے۔

ہمارے پاس قرآن پاک سمجھنے کا ایک اور مصدقہ ذریعہ موجود ہے جس کی جانب رجوع کرنے کا خود اللہ تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب میں حکم دیا ہے کہ

☆فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ( )......(سورۂ نحل، آیت 43 – سورۂ انبیاء، آیت 7)

''اگر تم نہیں جانتے تو اہل الذکر (یعنی اہل بیت رسولؐ) سے پوچھ لو''

(تفسیر صافی ص 277، بہ حوالہ کافی تفسیر عیاشی، تفسیر قمی)

جب ہم اس وسیلے کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں احادیث کا ایک کثیر مجموعہ ملتا ہے جو نہ صرف دو قیامتوں کا نظریہ پیش کرتا ہے بلکہ ان دونوں کے مابین خط امتیاز بھی قائم کرتا ہے، متعدد احادیث ظاہر کرتی ہیں کہ قیامت صغریٰ کے قرآن پاک میں بہت سے نام دیئے گئے ہیں جو نیچے درج ہیں

ان میں سے کچھ نام دونوں قیامتوں کیلئے مشترکہ ہیں آئمہ طاہرین علیہم السلام نے صاف طور پر ان کی وضاحت فرمائی ہے

دو آخری ایام کے تصور کے ساتھ، قرآن پاک کی اس بارے میں موجود بہت سی آیات کو بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے، ذہن میں آخری ایک یوم کا تصور رکھ کر ہم تخلیق آدم کے موقع پر اللہ تعالیٰ اور شیطان کے مابین ہونے والے اس مکالمے کو نہیں سمجھ سکتے جس کا قرآن پاک میں ذکر ہے کہ جب شیطان کو جنت سے نکالا گیا تو اس نے آخری قیامت کے دن تک مہلت کی درخواست کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس مطالبہ کو رد کر دیا اور اسے ایک وقت معلوم ومخصوص تک مہلت دی گئی، اس کا مطلب ہے کہ دو قیامتیں ہیں، ایک تو آخری ہے اور دوسری وہ ہے جس تک شیطان کو مہلت دی گئی ہے، اسے قیامت صغریٰ کے بعد زندہ رہنے کی اجازت نہیں ہوگی اور اسے مار دیا جائے گا تا کہ وہ خدا کے محبوب لوگوں کو مزید تکلیف نہ دے سکے، اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں ہے کہ اسے زنجیروں سے جکڑ دیا جائے گا جبکہ اسلامی کتب ظاہر کرتی ہیں کہ اسے موت دے دی جائے گی ۔ قیامت صغریٰ کے نام یہ ہیں

یوم الدین، یوم اللہ، یوم الاشہاد، یوم الخروج، یوم قیوم الروح، یوم الحساب، قارعہ، آزفۃ، حاقہ، ساعۃ، یوم الجمعہ، یوم الملاق، یوم الجمع المعیاد، یوم الرجعۃ، یوم العذاب الادنیٰ، یوم الموعود، آخرہ، یوم الجزا، یوم الزلزال، غاشیہ، یوم مبلی السرائر، یوم العظیم

گذشتہ وضاحت ضروری تھی کیونکہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہم قیامت کبریٰ پر یقین نہیں رکھتے، قیامت صغریٰ کی حقیقی وجوہات تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن جو کچھ ہم سمجھ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر شروع سے تمام انبیاء کے ادوار کا جائزہ لیا جائے تو

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بالعموم شروع ہی سے لوگ تین گروہوں میں منقسم رہے ہیں

(1)...... وہ لوگ جو انبیاء پر ایمان رکھتے تھے اور انہوں نے قربانیاں دیں

(2)...... وہ لوگ جنہوں نے ان کی مخالفت کی اور ان پر ہر قسم کی اذیت روا رکھی

(3)...... وہ لوگ جو غیر جانبدار رہے یعنی انہوں نے نہ تو انبیاء کی حمایت کی اور نہ مخالفت، ان کی زندگی کے مسائل نے انہیں اپنے دور کے انبیاء کے حضور جانے کی اجازت ہی نہیں دی، اسی گروپ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو دور دراز کے علاقوں میں رہ رہے تھے اور پہنچ نہ سکتے تھے، حتیٰ کہ وہ اپنے دور کے انبیاء کے بارے میں جانتے تک نہ تھے، مثال کے طور پر حضرت عیسیٰ کی تبلیغ اسرائیل، اُردن، شام، عراق، ترکی اور روم کے جزوی علاقوں تک محدود رہی تھی

مشرق بعید، چین، تائیوان، کوریا، جاپان، بھارت، نیپال وغیرہ اس سے محروم رہے تھے۔ یہی کچھ پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ہوا تھا کہ آپ کی 23 سالہ تبلیغ صرف عرب تک تھی۔ امریکہ، روس اور دیگر ممالک ان سے کچھ استفادہ نہیں کر سکے تھے

اس لئے ایسے ممالک کے رہنے والوں کو غیر جانبدار کے طور پر لیا جاتا ہے

لہٰذا قیامت صغریٰ کا دن خاص طور پر اسی گروپ کیلئے رکھا گیا ہے اس دن دیگر دونوں گروپوں کو بھی بلایا جائے گا مگر صرف تھوڑے عرصے کیلئے ظالمین اور مظلومین دونوں کو بلایا جائے گا اور ظالمین سے انتقام لیا جائے گا اور ظالمین کو مظلومین کے حوالے کر دیا جائے گا۔ قرآن پاک فرماتا ہے

☆قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ

مُّؤْمِنِيْنَ () وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ...... () ......(سورۂ التوبہ، آیات 14-15)

''ان سے لڑو، اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا اور ان کو رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا (یعنی فتح دے گا) اور ایماندار لوگوں کے دلوں کو شفا (ٹھنڈک) دے گا اور ان کے قلوب سے غیظ وغضب دور کر دے گا''

''مومن صالح انتقام کو دیکھ کر خوش ہوگا وہ بدکار شریر کے خون سے اپنے پاؤں تر کرے گا، تب لوگ کہیں گے کہ یقیناً صادق وصالح کیلئے اجر وانعام ہے، بے شک وہ خدا ہی ہے جو زمین پر عدالت کرتا ہے'' ......(زبور-58، آیات 10-11)

''اور جو خاک میں سو رہے ہیں ان میں سے بہتیرے جاگ اٹھیں گے بعض حیات ابدی کیلئے اور بعض رسوائی و ذلت ابدی کیلئے'' ......(دانی ایل، باب 12، آیت 2)

''اور تم شریروں کو پامال کرو گے کیونکہ اس روز وہ تمہارے پاؤں تلے کی راکھ ہوں گے، رب الافواج فرماتا ہے'' ......(ملاکی، باب 4، آیت 3)

یہ ظاہر کرنے کیلئے بہت سے حوالے دیئے جا سکتے ہیں کہ قیامت صغریٰ لوگوں کی ایک مخصوص جماعت کیلئے ہے جبکہ قیامت کبریٰ (آخری یوم حساب) ساری مخلوق کیلئے ہوگا، یہ وہ تصور ہے جو تمام زندہ مذاہب میں موجود ہے

عرصۂ جنگ

آ خری مصلح اعظم کے دور حکومت کے آ غاز میں ہی ساری شیطانی قوتیں متحد ہو جائیں گی اور مل کر انقلاب اِلٰہی کو روکنے کی کوشش کریں گی، اس وقت خدائی اور شیطانی افواج کے درمیان تصادم ہوگا اور ایک طرح سے یہ عالمی جنگ ہی ہوگی

''قومیں کس لئے طیش میں ہیں اور لوگ کیوں باطل خیال باندھے ہوئے ہیں خداوند اور اس کے مسیح کے خلاف زمین کے بادشاہ صف آرائی کر کے اور حاکم آپس میں مشورہ کر کے کہتے ہیں کہ آؤ ہم ان کے بندھن توڑ ڈالیں اور ان کی رسیاں اپنے اوپر سے اتار پھینکیں، وہ جو آسمان پر تخت نشین ہے ہنسے گا، خداوند ان کا مضحکہ اڑائے گا، تب وہ اپنے غضب میں ان سے کلام کرے گا اور اپنے قہر شدید میں ان کو پریشان کر دے گا، میں تو اپنے بادشاہ کو اپنے کوہِ مقدس صیہون پر بٹھا چکا ہوں'' .... (زبور-2، آیات 1-6)

یہ تحریر باطل گروپ کے اتحاد کو ظاہر کرتی ہے، جبکہ دوسری طرف عظیم ترین رہنما اپنی افواج کی فوری تنظیم نو فرمائیں گے اور اپنے ناصرین کو بلائیں گے

''پہاڑوں میں ایک ہجوم کا شور ہے، گویا بڑے لشکر کا اور مملکتوں کی قوموں کے اجتماع کا غوغا ہے، رب الافواج جنگ کیلئے لشکر جمع کرتا ہے، وہ دور ملک سے اور آسمان کی انتہا سے آئے ہیں، ہاں خداوند اور اس کے قہر کے ہتھیار، تا کہ تمام ملک کو برباد کریں، اب تم واویلا کرو کیونکہ خداوند کا دن نزدیک ہے، وہ قادر

مطلق کی طرف سے بڑی ہلاکت کی مانند آئے گا'' ......(یسعیاہ، باب 13، آیات 4-6)

''اور وہ قوموں کیلئے دور سے جھنڈا کھڑا کرے گا، اور ان کو زمین کی انتہا سے سسکار کر بلائے گا، اور دیکھ وہ دوڑے چلے آئیں گے، نہ کوئی ان میں تھکے گا، نہ پھسلے گا، نہ کوئی اونگھے گا، نہ سوئے گا، نہ ان کا کمر بند کھلے گا، اور نہ ان کی جوتیوں کا تسمہ ٹوٹے گا، ان کے تیر تیز ہیں، اور ان کی سب کمانیں کشیدہ ہوں گی، ان کے گھوڑوں کے سم چقماق، اور ان کی گاڑیاں گردباد کی مانند ہوں گی، وہ شیر کی مانند گرجیں گے، ہاں وہ جوان شیروں کی طرح دھاڑیں گے، وہ غرا کر شکار پکڑیں گے، اور اسے بے روک ٹوک لے جائیں گے، اور کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور اس روز وہ ان پر ایسا شور مچائیں گے جیسا سمندر کا ہوتا ہے''

(یسعیاہ، باب 5، آیات 26-30)

اس فوج کے متعلق نئے عہد نامہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے

''اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پیس کر چورا بنا ڈالے گا''...... (متی کی انجیل، باب 21، آیت 44)

عظیم رہنمائے الٰہی کی طرف سے جنگی تیاریوں کو ایسے بیان کیا گیا ہے

''ہاں اس نے راستبازی کا بکتر پہنا، اور نجات کا خود اپنے سر پر رکھا، اور اس نے لباس کی جگہ انتقام کی پوشاک پہنی، اور غیرت کے جبہ سے ملبس ہوا، وہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دے گا، اپنے مخالفوں پر قہر کرے گا، اور اپنے دشمنوں کو سزا دے گا، اور جزیروں کو بدلہ دے گا، جب دشمن سیلاب کی طرح آئے گا تو خداوند کی روح (بن کر) اس کے خلاف علم جنگ بلند کرے گا''

(یسعیاہ، باب 59، آیات 17-19)

پاک امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں''وہ مجاہد ایسے ہوں گے کہ کثرت سجود کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر نشان ہوں گے، وہ دن میں شیر کی طرح اور رات کو عبادت گزار زاہد کی طرح ہوں گے، وہ خوف خدا رکھتے ہوں گے، ان کے (نڈر) دل فولاد سے سخت ہوں گے، ان میں سے ہر ایک چالیس جوانوں جتنی طاقت رکھتا ہوگا، وہ کافروں اور منافقوں کے سوا کسی کو قتل نہیں کریں گے، ان کو قرآن پاک میں نشان (مہر) کیئے ہوئے کہا گیا ہے''

جب یہ فوج تیار ہو جائے گی تو رہنمائے حق کی طرف سے حملے کا حکم ہوگا، بے شمار ظالمین اور مخالفین کو تہ تیغ کیا جائے گا، افواج اِلٰہی کے چند مجاہدین بھی شہادت پائیں گے، ایسے ہر شہید کو غزوۂ بدر کے شہیدوں سے زیادہ اجر عطا ہوگا، کچھ احادیث بیان کرتی ہیں کہ ان کے ہر شہید کو جنت میں ستر شہدائے بدر کے برابر اجر دیا جائے گا

ماضی کے انبیاء نے اپنے ماننے والوں کو اس عظیم جنگ کے بارے میں بتایا تھا

''اور اے صیہون! میں تیرے فرزندوں کو یونان کے فرزندوں کے خلاف برانگیختہ کروں گا، اور تجھے پہلوان کی تلوار کی مانند بناؤں گا، اور خداوند ان کے اوپر دکھائی دے گا، اور اس کے تیر بجلی کی طرح نکلیں گے، ہاں خداوند خدا نرسنگا پھونکے گا، اور جنوبی بگولوں کے ساتھ خروج کرے گا، اور رب الافواج ان کی حمایت کرے گا، اور وہ دشمنوں کو نگلیں گے، اور فلاخن کے پتھروں کو پامال کریں گے، اور پی کر متوالوں کی مانند شور مچائیں گے، اور کٹوروں اور مذبح کے کونوں

کی مانند مخمور ہوں گے، اور خداوند ان کا خدا اس روز ان کو اپنی بھیڑوں کی طرح بچالے گا، کیونکہ وہ تاج کے جواہر کی مانند ہوں گے جو اس کے ملک میں سرفراز ہوں گے'' ......(زکریاہ، باب 9، آیات 13-16)

''قومیں جھنجھلائیں، سلطنتوں نے جنبش کھائی، وہ بول اٹھا کہ زمین پگھل گئی لشکروں کا خداوند ہمارے ساتھ ہے، یعقوب کا خدا ہماری پناہ ہے'' (زبور-46، آیات 6-7)

''دیکھو خداوند دور سے چلا آتا ہے، اس کا غضب بھڑکا، اور دھوئیں کا گہرا بادل اٹھا، اس کے لب قہر آلودہ ہیں، اور اس کی زبان بھسم کرنے والی آگ کی مانند ہے'' ......(یسعیاہ، باب 30، آیت 27)

''کیونکہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا ہے کہ جس طرح شیر ببر ہاں جوان شیر ببر اپنے شکار پر سے غراتا ہے، اور اگر بہت سے گڈریئے اس کے مقابلے کو بلائے جائیں تو ان کی للکار سے نہیں ڈرتا اور ان کے ہجوم سے دب نہیں جاتا، اسی طرح رب الافواج کوہِ صیہون اور اس کے ٹیلے پر لڑنے کو اترے گا''

(یسعیاہ، باب 31، آیت 4)

''ایک بڑی اور زبردست امت جس کی مانند نہ کبھی ہوئی اور نہ سالہائے دراز تک اس کے بعد ہوگی، پہاڑوں پر صبح صادق کی طرح پھیل جائے گی، گویا ان کے آگے آگے آگ بھسم کرتی جاتی ہے اور ان کے پیچھے پیچھے شعلہ جلاتا جاتا ہے، ان کے آگے زمین باغ عدن کی مانند ہے، اور ان کے پیچھے ویران بیابان ہے، ہاں ان سے کچھ نہیں بچتا، ان کی نمود گھوڑوں کی سی ہے، اور سواروں کی مانند دوڑتے ہیں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر رتھوں کے کھڑکھڑانے اور بھوسے کو بھسم

کرنے والے شعلہءِ آتش کے شور کی مانند بلند ہوتے ہیں، وہ جنگ کیلئے صف بستہ زبردست قوم کی مانند ہیں، ان کے روبرو لوگ تھرتھراتے ہیں، سب چہروں کا رنگ فق ہو جاتا ہے، وہ پہلوانوں کی طرح دوڑتے اور جنگی مردوں کی طرح دیواروں پر چڑھ جاتے ہیں، سب اپنی اپنی راہ پر چلتے ہیں اور صف نہیں توڑتے وہ ایک دوسرے کو نہیں دھکیلتے، ہر ایک اپنی راہ پر چلا جاتا ہے، وہ جنگی ہتھیاروں سے گزر جاتے ہیں اور بے ترتیب نہیں ہوتے، ان کے سامنے زمین و آسمان کانپتے اور تھرتھراتے ہیں، سورج اور چاند تاریک اور ستارے بے نور ہو جاتے ہیں اور خداوند اپنے لشکر کے سامنے للکارتا ہے کیونکہ اس کا لشکر بے شمار ہے اور اس کے حکم کو انجام دینے والا زبردست ہے، کیونکہ خداوند کا روزِ عظیم نہایت خوفناک ہے، کون اس کو برداشت کرسکتا ہے'' ......(یوایل، باب 2، آیات 2-9، 11)

قرآنِ کریم میں ارشادِ خداوندی ہے کہ

☆وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا () فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا () فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا () فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا () فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ()......(سورۂ العادیات، آیات 1-5)

''(غازیوں کے) سرپٹ دوڑنے والے ہانپتے ہوئے گھوڑوں کی قسم جو فراٹے لیتے ہیں، پھر پتھر پر ٹاپ مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں، پھر صبح سویرے چھاپہ مارتے ہیں تو غبار بلند کرتے ہیں، پھر اس وقت دشمن کے قلب میں جا گھستے ہیں''

☆وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (ط) ......(سورۂ المدثر، آیت 31)

''اور تیرے رب کے لشکروں کو سوائے خود اس کے کوئی نہیں جانتا''

☆ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا () فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا () فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا () (سورۂ الصّٰفّٰت، آیات 1-3)

''قسم ہے صف باندھ کر (جنگ میں) کھڑے ہونے والوں کی، پھر قسم ہے (بروں کو) جھڑک کر ڈانٹنے والوں کی، پھر قسم ہے پیغام نصیحت پڑھ کر سنانے والوں کی''

''خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہ فاران سے آیا، اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوگئی، اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی، اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی، وبا اس کے آگے آگے چلتی تھی اور آتشی تیر اس کے قدموں سے نکلتے تھے، وہ کھڑا ہوا اور زمین تھرا گئی اس نے نگاہ کی اور قومیں پراگندہ ہوگئیں'' ......(حبقوق، باب 3، آیات 3-6)

''اے قومو! نزدیک آ کر سنو، اے اُمتو! کان لگاؤ، زمین اور اس کی معموری، دنیا اور سب چیزیں جو اس میں ہیں سنیں کیونکہ خداوند کا قہر تمام قوموں پر اور اس کا غضب ان کی سب فوجوں پر ہے، اس نے ان کو ہلاک کر دیا، اس نے ان کو ذبح ہونے کیلئے حوالہ کیا، اور ان کے مقتول پھینک دیئے جائیں گے بلکہ ان کی لاشوں سے بدبو اٹھے گی اور پہاڑ ان کے لہو سے بہہ جائیں گے، اور تمام اجرام فلک گداز ہو جائیں گے، اور آسمان طومار کی مانند لپیٹے جائیں گے، اور ان کی تمام افواج تاک اور انجیر کے مرجھائے ہوئے پتوں کی مانند گر جائیں گی، کیونکہ میری تلوار آسمان میں مست ہوگئی ہے، دیکھو وہ ادوم پر اور ان لوگوں پر جن کو میں نے ملعون کیا ہے سزا دینے کو نازل ہوگی، خداوند کی تلوار خون آلودہ ہے کیونکہ یہ خداوند کا انتقام لینے کا دن اور بدلہ لینے کا سال ہے''

(یسعیاہ، باب 34، آیات 1-6، 8)

قرآن پاک فرماتا ہے کہ ☆ وَ مَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (ط)...... (سورۂ الزمر، آیت 67)

''اورانہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا اور قیامت (قبروں سے اُٹھائے جانے) کے دن تمام زمین اسی کے قبضہ میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ پر لپٹے ہوں گے''

''خداوند بلندی پر سے گرجے گا، اور اپنے مقدس مکان سے للکارے گا، وہ بڑے زورشور سے اپنی چراگاہ پر گرجے گا، انگور لتاڑنے والوں کی مانند وہ زمین کے سب باشندوں کو للکارے گا، ایک غوغا زمین کی سرحدوں تک پہنچا ہے کیونکہ خداوند قوموں سے جھگڑے گا، وہ تمام بشر کو عدالت میں لائے گا، وہ شریروں کو تلوار کے حوالہ کرے گا خداوند فرماتا ہے ...... اور خداوند کے مقتول اس روز زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پڑے ہوں گے، ان پر کوئی نوحہ نہ کرے گا، نہ وہ جمع کیئے جائیں گے، نہ دفن ہوں گے، وہ کھاد کی طرح روئے زمین پر پڑے رہیں گے'' ......(یرمیاہ، باب 25، آیات 30-31، 33)

''اب میں بھی ان پر فتویٰ دوں گا، دیکھو وہ گھٹا کی طرح چڑھ آئے گا، اس کے رتھ گرد باد کی مانند اور اس کے گھوڑے عقابوں سے تیز تر ہیں (ظالمین کہیں گے) ہم پر افسوس! کہ ہائے ہم غارت ہوگئے'' ......(یرمیاہ، باب 4، آیات 12-13)

''تیرے اُڑنے والے تیروں کی روشنی سے تیرے چمکیلے بھالے کی جھلک سے آفتاب ومہتاب اپنے برجوں میں ٹھہر گئے ہیں، تو غضبناک ہوکر ملک میں سے گزرا، تو نے قہر سے قوموں کو پامال کیا، تو اپنے لوگوں کی نجات کی خاطر نکلا''

(حبقوق، باب 3، آیات 11-13)

''کیونکہ وہ خداوند کے گنہگار رہوئے، ان کا خون دھول کی طرح گرایا جائے گا، اور ان کا گوشت نجاست کی مانند، خداوند کے قہر کے دن ان کا سونا چاندی ان کو بچا نہ سکے گا، بلکہ تمام ملک کو اس کی غیرت کی آگ کھا جائے گی، کیونکہ وہ یک لخت ملک کے تمام باشندوں کو تمام کر ڈالے گا'' ......(صفنیاہ، باب 1، آیات 17-18)

''وہ تمام روئے زمین کا شہنشاہ ہے، وہ امتوں کو ہمارے سامنے زیر کرے گا اور قومیں ہمارے قدموں تلے ہو جائیں گی وہ ہمارے لئے ہماری میراث کو چنے گا''

(زبور-47، آیات 1-3)

''لیکن خداوند اپنے دشمنوں کے سر کو اور متواتر گناہ کرنے والوں کی بال دار کھوپڑی کو چیر ڈالے گا تا کہ تو اپنا پاؤں خون سے تر کرے اور تیرے دشمن تیرے کتوں کے منہ کا نوالہ بنیں'' ......(زبور-68، آیات 21-23)

''انسان کی اونچی نگاہ نیچی کی جائے گی، اور بنی آدم کا تکبر پست ہو جائے گا، اگرچہ وہ الجھے ہوئے کانٹوں کی مانند پیچیدہ اور اپنی مئے سے تر ہوں تو بھی وہ سوکھے بھوسے کی طرح بالکل جلا کر راکھ کر دیئے جائیں گے''

(ناحوم، باب 1، آیات 9-10)

''تب میرا دشمن جو مجھ سے کہتا تھا خداوند تیرا خدا کہاں ہے؟ یہ دیکھ کر رسوا ہوگا میری آنکھیں اسے دیکھیں گی، وہ گلیوں کے کیچ کی مانند پامال کیا جائے گا''

(میکاہ، باب 7، آیت 10)

''تب زمین ہل گئی اور کانپ اٹھی، اور آسمان کی بنیادوں نے جنبش کھائی اور ہل گئیں، اس لئے کہ وہ غضبناک ہوا، اس کے نتھنوں سے دھواں اٹھا، اور اس کے

منہ سے آگ نکل کر بھسم کرنے لگی، کوئلے اس سے دہک اٹھے، اس نے آسمانوں کو بھی جھکا دیا اور نیچے اتر آیا، اور اس کے پاؤں تلے گہری تاریکی تھی، وہ کروبی پر سوار ہو کر اڑا اور ہوا کے بازوؤں پر دکھائی دیا، اور اس نے اپنے چوگرد تاریکی کو اور پانی کے اجتماع اور آسمان کے گھنے بادلوں کو شامیانے بنایا، اس جھلک سے جو اس کے آگے آگے تھی آگ کے کوئلے سلگ گئے، خداوند آسمان سے گرجا اور حق تعالیٰ نے اپنی آواز سنائی، اس نے تیر چلا کر ان کو پراگندہ کیا اور بجلی سے ان کو شکست دی'' ......(سموئیل 2، باب 22، آیات 8-15)

''کیونکہ دیکھو وہ دن آتا ہے جو بھٹی کی مانند سوزاں ہوگا، تب سب مغرور اور بدکردار بھوسے کی مانند ہوں گے اور وہ دن ان کو ایسا جلائے گا کہ شاخ و بن کچھ نہ چھوڑے گا، رب الافواج فرماتا ہے'' ......(ملاکی، باب 4، آیت 1)

مختلف انبیاء کی کتابوں میں شہدائے کربلا علیہم السلام کے انتقام سے متعلق اسی طرح کے حوالہ جات موجود ہیں

''کیونکہ یہ خداوند رب الافواج کا دن یعنی انتقام کا روز ہے تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے، پس تلوار کھا جائے گی اور سیر ہوگی، اور ان کے خون سے مست ہوگی، کیونکہ خداوند رب الافواج کیلئے شمالی سرزمین میں دریائے فرات کے کنارے ذبیحہ ہے'' ......(یرمیاہ، باب 46، آیت 10)

''دیکھ خداوند کے قہر شدید کی آندھی چلتی ہے، یہ تیز طوفان شریروں کے سر پر ٹوٹ پڑے گا، جب تک یہ سب کچھ نہ ہولے اور خداوند اپنے دل کے مقصد پورے نہ کر لے اس کا قہر شدید موقوف نہ ہوگا، تم آخری دنوں میں اسے سمجھو گے'

(یرمیاہ، باب 30، آیات 23-24)

''یہ کون ہے جو ادوم سے اور سرخ پوشاک پہنے بصراہ سے آتا ہے؟ یہ جس کا لباس درخشاں ہے، اور اپنی توانائی کی بزرگی سے خراماں ہے؟ یہ میں ہوں جو صادق القول اور نجات دینے پر قادر ہوں، تیری پوشاک کیوں سرخ ہے؟ تیرا لباس کیوں اس شخص کی مانند ہے جو انگور حوض میں روندتا ہے؟ میں نے تن تنہا انگور حوض میں روندے اور لوگوں میں سے میرے ساتھ کوئی نہ تھا، ہاں میں ان کو اپنے قہر میں لتاڑوں گا اور اپنے جوش میں ان کو روندوں گا اور ان کے خون کے چھینٹے میرے لباس پر پڑیں گے اور میں اپنے سب کپڑوں کو آلودہ کروں گا کیونکہ انتقام کا دن میرے دل میں ہے اور میرے خریدے ہوئے لوگوں کا سال آ پہنچا ہے''

(یسعیاہ، باب 63، آیات 1-4)

گذشتہ سطور میں میں نے اس عظیم جنگ کے چند مناظر کا صحائف آسمانی کے مطابق نقشہ کھینچنے کی کوشش کی ہے جو خدائی اور شیطانی فوجوں کے درمیان لڑی جائے گی، ان کا انجام صاف طور پر معلوم ہو گیا ہے

مختلف صحائف نے جو معلومات دی ہیں وہ یکساں اور مطابقت رکھنے والی ہیں اس لئے یہ بات بالکل اظہر من الشّمس ہے کہ وہ ہستی جس نے مستقبل میں ظاہر ہونا ہے وہ ایک اور صرف ایک ہی ہے، جس کا انبیائے ماسلف نے وعدہ کیا تھا

آخری عظیم ترین مصلح ....(حق تعالیٰ ان کو جلدی بھیج دے، آمین)

جھوٹے مسیح

ایک سوال جنم لیتا ہے کہ وہ کون ہوں گے جو سنہری انقلاب اور روحانی نظام کو روکنے کی کوشش کریں گے؟ وہ لوگوں کو کیسے اپنے گرد اکٹھا کریں گے اور کس قسم کے لوگ ان کی مدد کریں گے؟ اس سوال کا جواب صحائف آسمانی میں دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان میں سب سے آگے جھوٹے مسیح ہوں گے، وہ سفیانی اور دجال وغیرہ کے پیروکار ہوں گے، آخری دور کی پیشین گوئیوں اور علامات میں اس بات کو بھی تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے، حضرت عیسیٰؑ نے ایسے اشخاص کی علامات کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے

''پس تم جب اس اجاڑنے والی مکروہ چیز کو جس کا ذکر دانی ایل نبی کی معرفت ہوا مقدس مقام میں کھڑا ہوا دیکھو (پڑھنے والا سمجھ لے) تو جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں، جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر کا اسباب لینے کو نیچے نہ اترے، اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے، مگر افسوس ان پر جو ان دنوں میں حاملہ ہوں اور جو دودھ پلاتی ہوں، پس دعا کرو کہ تم کو جاڑوں میں یا سبت (ہفتے) کے دن بھاگنا نہ پڑے، کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی نہ کبھی ہوگی، اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا، مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے''

(متی کی انجیل، باب 24، آیات 15-22)

جب لوگوں نے حضرت عیسیٰ سے عرض کیا کہ وہ یہ بتائیں کہ کب یہ باتیں واقع ہوں گی اور ان کی علامات کیا ہوں گی؟ تو انہوں نے جواب دیا

''یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ خبردار! کوئی تم کو گمراہ نہ کر دے کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور بہت سے جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے اور بے دینی کے بڑھ جانے سے بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا''

(متی کی انجیل، باب 24، آیات 4-5، 11-13)

''اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں، دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا، یا دیکھو وہ کوٹھڑیوں میں ہے تو یقین نہ کرنا، کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھّم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا''

(متی کی انجیل، باب 24، آیات 23-27)

''یسوع نے ان سے کہنا شروع کیا کہ خبردار! کوئی تم کو گمراہ نہ کر دے بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ وہ میں ہی ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور جب تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہیں سنو تو گھبرا نہ جانا ان کا واقع ہونا ضرور ہے، لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا'' (مرقس کی انجیل، باب 13، آیات 5-7)

’’اس نے کہا خبردار! گمراہ نہ ہونا کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ وہ میں ہی ہوں اور یہ بھی کہ وقت نزدیک آ پہنچا ہے تم ان کے پیچھے نہ چلے جانا اور جب لڑائیوں اور فسادوں کی افواہیں سنو تو گھبرا نہ جانا کیونکہ ان کا پہلے واقع ہونا ضرور ہے، لیکن اس وقت فوراً خاتمہ نہ ہوگا‘‘

(لوقا کی انجیل، باب 21، آیات 8-9)

دجال ایک بہت بڑا دھوکے باز اور جناب مسیح کا مخالف ہوگا، پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں اس کی علامات بیان ہوئی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں

(1)...... وہ بھینگا یا کانا ہوگا یعنی اس کی ایک آنکھ ہوگی

(2)...... وہ آخری دور میں آئے گا

(3)......اس کا نعرہ ہوگا’’آج کا دن آزادی کا دن ہے‘‘

(4)...... وہ حیران کن چیزیں دکھائے گا

(5)...... وہ سمندروں کی تہہ کی بھی مکمل تلاشی لے گا

(6)...... وہ سورج کی طرف سیر کیلئے اڑے گا

(7)...... دھوئیں کا ایک پہاڑ اس کے آگے چلے گا

(8)......اس کی پیٹھ پر کھانے پینے کی اشیاء کا ایک پہاڑ ہوگا

(9)...... وہ مہینوں کی مسافت لمحوں میں طے کرے گا

(10)......اس کی صرف ایک آنکھ ہوگی جو پیشانی کے بالکل درمیان میں ہوگی

(11)...... جب وہ چلے گا تو اس کا ایک ایک قدم ایک میل کے برابر ہوگا

(12)......اس کی سواری سبز اور راکھ کے رنگ کی ہوگی اور اس کے آگے لکھا ہوگا (کافر، یا کفر)

(13)......وہ دریاؤں اور چشموں کو خشک کر دینے کی طاقت رکھتا ہوگا

(14)......اس کی تحریک کا آغاز قدیم سیستان (ایران) کی مشرقی سمت سے یا اصفہان (ایران) کے گاؤں ''یہودیاہ'' سے ہوگا

(15)......اس کا نام دجال (ایک بڑا دھوکے باز) ہوگا، لفظ دجل دھوکہ دینا سے ماخوذ ہے

(16)......وہ اپنی آواز بلند کرے گا جو مشرق، مغرب اور دنیا کے ہر کونے میں سنی جائے گی وہ کہے گا ''اے میرے ساتھیو آؤ اور میری نصرت کرو سارے معاشی وسائل میرے ہاتھ میں ہیں'' پھر وہ بڑے غرور سے اپنی ایجادات کے بارے میں بتائے گا

(17)......وہ مغرور، سخت اور اذیت رساں ہوگا، وہ اتنا بے باک و منہ پھٹ ہوگا کہ کہے گا ''میں تمہارا خدا ہوں'' جو اس کی اطاعت کریں گے وہ ان کو انعام دے گا اور جو نہیں کریں گے ان کو قتل کرے گا یا سولی پر چڑھائے گا

(18)......وہ ساری دنیا میں اپنی حکومت اور نظام مسلط کرے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے جو اس کے اثر سے محفوظ رہیں گے کچھ کہتے ہیں کہ یروشلم بھی محفوظ رہے گا جہاں وہ آخر میں حملہ کرے گا اور

(19)......اس کے آخری دنوں میں دو بہت بلند آوازیں پوری دنیا میں سنی جائیں گی ایک مغرب سے آئے گی اور دوسری مشرق سے، مغرب والی آواز

لوگوں کو گمراہی کی طرف لے جائے گی اور مشرقی آواز لوگوں کو حق کے ساتھ تعاون کرنے کی دعوت دے گی، خدائی اور شیطانی افواج اپنی اپنی چھاونیوں میں اکٹھی ہو جائیں گی، اس لمحے سورج کا رنگ پہلے زرد، پھر سیاہی مائل اور پھر مکمل طور پر تاریک ہو جائے گا

یہ ''تامۃ الکبریٰ'' اور ''دابۃ الارض'' کے ظاہر ہونے کا وقت ہوگا، عین اسی وقت بنو امیہ کا سفیانی بھی ظاہر ہوگا جو روئے زمین پر بہت زیادہ فساد برپا کرے گا، اس وقت تیس لاکھ آدمی قتل کئے جائیں گے، ایک عیسائی بھی اپنی فوج کے ساتھ ظاہر ہوگا جو آخر میں جماعت حق میں شامل ہو جائے گا، ان تمام فتنوں میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ دجال کا ہوگا، اس کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے پاس اپنی بنائی ہوئی جنت اور دوزخ بھی ہوگی ...... (واللہ اعلم بالصواب)

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس قسم کے لوگ اس کی مدد کریں گے اور وہ کیسے ان کی ہمدردیاں جیتنے کے قابل ہوگا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کو گمراہی کی طرف لے جانے کے دو طریقے ہیں

(1) لالچ یا دھوکہ دہی سے .... (2) خوف و دہشت کے ذریعے

دجال ان دونوں حربوں سے لیس ہوگا، وہ نیک اور متقی لوگوں کو حیران کن اور کرماتی کام دکھا کر کھینچے گا اور یوں ان کو گمراہ کرے گا، کتب میں بتایا گیا ہے کہ اس کی جماعت میں قابل اعتراض کردار والی بدکار عورتیں شامل ہوں گی، یہودیوں، عیسائیوں، عربوں اور دیگر صحرانشینوں میں سے برے کردار کے مالک زناکار اور حرامی اس کے ساتھ شامل ہو جائیں گے، یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان

لوگوں کے کندھوں پر سبز رومال ہوں گے۔ نبی دانیال کی کتاب میں ہے کہ

''اور ان کی سلطنت کے آخری ایام میں جب خطا کار لوگ حد کو پہنچ جائیں گے تو ایک ترش رو اور رمز شناس بادشاہ برپا ہوگا، یہ بڑا زبردست ہوگا لیکن اپنی قوت سے نہیں، اور عجیب طرح سے برباد کرے گا اور برومند ہوگا، اور کام کرے گا اور زورآوروں اور مقدس لوگوں کو ہلاک کرے گا، اور اپنی چترائی سے ایسے کام کرے گا کہ اس کی فطرت کے منصوبے اس کے ہاتھ میں خوب انجام پائیں گے اور دل میں بڑا گھمنڈ کرے گا اور صلح کے وقت میں بہتیروں کو ہلاک کرے گا، وہ بادشاہوں کے بادشاہ سے بھی مقابلہ کرنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوگا لیکن بے ہاتھ ہلائے ہی شکست کھائے گا، اور یہ صبح و شام کی رویاء جو بیان ہوئی یقینی ہیں، لیکن تو اس رویا کو بند رکھ کیونکہ اس کا تعلق ابھی بہت دور کے ایام سے ہے''

(دانی ایل، باب 8، آیات 23-26)

''پس میں غیر قوموں میں سے بدترین کو لاؤں گا اور وہ ان کے گھروں کے مالک ہوں گے، اور میں زبردستوں کا گھمنڈ مٹاؤں گا، اور ان کے مقدس مقام ناپاک کیئے جائیں گے'' ......(حزقی ایل، باب 7، آیت 24)

''پھر جب تم یروشلم کو فوجوں سے گھرا ہوا دیکھو تو جان لینا کہ اس کا اجڑ جانا نزدیک ہے'' ......(لوقا کی انجیل، باب 21، آیت 20)

یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دجال کو لوگوں کو گمراہ کرنے کے دو موقعے ملیں گے اور ان دونوں اوقات میں اسے قتل کیا جائے گا، پہلی مرتبہ وہ حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں ''کناسہ کوفہ'' نامی مقام پر قتل ہوگا

دوسری دفعہ وہ اسرائیل شام واردن کے علاقہ میں جمعہ کہ دن بعد دوپہر کوہ آفیق پر مارا جائے گا

یوحنا عارف کے مکاشفہ میں ایک اژدھا کا ذکر کیا گیا ہے جسے ہزار سال زنجیروں میں باندھ کر رکھا جائے گا، یہ بھی ممکن ہے کہ دجال ہی وہی اژدھا ہو کیونکہ یہ تو معلوم ہے کہ شیطان کو تو ایک مخصوص وقت میں قتل کیا جائے گا، بہرحال حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے

غور طلب نکتہ

گذشتہ اِلہامی پیشین گوئیاں ایک طرف تو ہمیں بہت سے سبق دیتی ہیں اور دوسری طرف یورپ اور امریکہ کے عریاں معاشروں کی توجہ اس نکتہ کی طرف مبذول کرواتی ہیں کہ حکومت اِلٰہیہ کو چھوڑنے یا اس سے غافل ہو جانے کا نتیجہ تباہی و ہلاکت کی صورت میں نکلے گا، آج مغربی دنیا میں قانونی و شرعی شادیوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، ناجائز اولاد کو قابل اعتراض نہیں سمجھا جاتا، زنا اور حرام کاری تو آئے دن کا معمول بن گئے ہیں، انہیں حضرت عیسیٰ کے اس فرمان پر غور کرنا چاہیے کہ

''ایک برے عمل کو رواج دینے سے ایک شہر کو نذر آتش کر دینا زیادہ بہتر ہے''

ساتھ ہی انہوں نے فرمایا تھا کہ

''اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کے علاوہ کسی اور غلطی پر طلاق دیتا ہے تو وہ اپنی بیوی کو حرام کاری (زنا) کی طرف دھکیلنے کا خود مجرم سمجھا جائے گا''

کتنے دکھ کی بات ہے کہ ایسے نبی کے پیروکار آج تہذیب کی علامت کے طور پر محرمات سے مباشرت اور زنا کاری کر رہے ہیں، ایسے لوگ صرف اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو ہی پیدا نہیں کر رہے بلکہ وہ دجال کے فوجیوں، جہنم کے ایندھن اور جناب عیسیٰ و موسیٰ کے دشمنوں کو جنم دے رہے ہیں، اپنی اولاد کے نام پر وہ شیطان کی فوج کو جمع کر رہے ہیں جو اپنے والدین کو بھی جہنم میں لے جائے گی

جناب موسیٰ نبی نے صاف طور پر فرمایا تھا
''کوئی حرام زادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو، دسویں پشت تک اس کی نسل میں سے کوئی خداوند کی جماعت میں آنے نہ پائے'' (استثناء، باب 23، آیت 2)

اگر حضرت موسیٰ کے پیروکاروں نے حرام کاری کو رواج عام دینا ہی ہے اور حرام زادوں کی تعداد میں اضافے پر اصرار کرنا ہی ہے اور اسمبلیوں سے نکاح و بیاہ کو ختم کرنے کی قرار دادیں پاس کروانا ہی ہیں تو یہ بہتر ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسی نیک و متقی شخصیات یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے پیروکار کہلوانا ترک کر دیں، ان کو بدنام کرنے کی بجائے انہیں خود کو یہودی اور عیسائی نہیں کہنا چاہیے، انہیں چاہیے کہ وہ اپنے لئے کوئی اور لیبل چن لیں، انہیں خود کو خدا کا مخالف یا اسی طرح کا کوئی اور نام دینا چاہیے۔

ایک درخواست میں مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں سے بھی کرنا چاہوں گا کہ انہیں اپنے متعلقہ مذاہب کے قائم کردہ قوانین کے مطابق شرعی نکاح و بیاہ کو اہمیت دینا چاہیے، انہیں اپنی آئندہ نسلوں کی پاکیزگی کی حفاظت کرنا چاہیے، کیونکہ قانونی و شرعی شادی ایک مرد اور عورت کے درمیان مقدس بندھن ہوتا ہے، اسے محض جسمانی ونفسانی لذت کیلئے ضائع کرنا یا کھونا نہیں چاہیے، اسے ایک مذہبی فریضہ کی طرح دیکھنا چاہیے تاکہ پیدا ہونے والے بچے شیطانی نسل نہ بن جائیں۔

اب ہم دوبارہ اپنے مرکزی نکتہ کی طرف واپس آتے ہیں کہ دجال، سفیانی اور جھوٹے مسیحوں کا دورانیہ چھ سال تک رہے گا، یہ ایک بہت پرخطر دور ہوگا، اسی زمانہ کیلئے فرمایا گیا تھا کہ

’’وہ جو جلد بازی کریں گے تباہ ہو جائیں گے‘‘ یعنی جلد بازی میں ہر جھوٹے مسیح کی پیروی کرنا یقیناً تباہی و ہلاکت پر منتج ہوگا، ایسی صورت حال میں یہ بہتر ہوگا کہ انتظار کیا جائے تا کہ حق اور باطل کے درمیان فرق دکھائی دینے لگے، یہ بات حق کی نصرت میں فائدہ وسہولت پہنچانے والی بھی ہے

﴿ وضاحت ﴾

جولوگ اِلہامی کتب کے مزاج اور اسلوب و انداز سے پوری طرح باخبر ہیں وہ جانتے ہیں کہ اِلہامی کتب میں استعمال ہونے والی زبان عام طور پر تشبیہاتی و استعاراتی ہوتی ہے، مثال کے طور پر ایک دنبہ اور اس کے سینگ یا ایک دریا یا پتھر کا ذکر کیا جاتا ہے اور پھر ان سے مراد حکومت اور حکمران لئے جاتے ہیں، بالکل اسی طرح جب ہم دجال کے بارے میں پڑھتے ہیں تو یہ بھی ایک تشبیہہ یا کنایہ ہی دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ منسوب علامات اور خصوصیات تو کسی پارٹی، ملک، قوم یا نظام میں پائی جاتی ہیں، دجال اور دیگر شیطانی رہنماؤں کے بارے میں احادیث و روایات تو اتنی زیادہ ہیں کہ اس کیلئے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے...... مختصر یہ کہ وہ بتاتی ہیں کہ تقریباً ساٹھ اشخاص عیسیٰ مسیح ہونے کا دعویٰ کریں گے، اتنی ہی تعداد میں لوگ اپنی نبوت کا اعلان کریں گے، ان تمام میں سے دجال سب سے زیادہ خطرناک ہوگا

دجال کی تحریک

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہ فتنہ ایران سے شروع ہوگا لیکن یہ شام اور فلسطین سے نصرت و حمایت حاصل کرے گا، جو لوگ اس کی نصرت کریں گے وہ بدکار یا حرامزادے ہوں گے، بدکردار عورتیں بھی اس کی حمایت میں ہوں گی اور وہ زانی، عیاش، بدکار اور شہوت پرستوں کو اپنی طرف کھینچ لیں گی، یہ جماعت برے کردار کے عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں پر مشتمل ہوگی۔

پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ

''میری امت میں سے ایک بڑی تعداد دجال کی پیروی کرے گی''

یہ وہ توہم پرست لوگ ہوں گے جو دجال کے حیران کن کرتبوں، چالاکیوں اور شعبدہ بازیوں سے جھانسے میں آ جائیں گے اور اس پر ایمان لے آئیں گے، کیونکہ وہ لعنتی شخص اندھوں اور کوڑھیوں کو ٹھیک کر دے گا، اس کے پاس خوراک کے ڈھیر ہوں گے، اس کا رنگ بھورا اور بال گھنگھریالے ہوں گے، اس کی بائیں آنکھ بینائی سے محروم ہوگی یا وہ بھینگا ہوگا، اس کی دائیں آنکھ میں انگور کے دانے جتنا موتیا بند ہوگا، اس کی سواری ہوا میں پرواز کرے گی جو ساٹھ فٹ یا ایک میل چوڑی ہوگی، وہ نبی یا خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا، جو لوگ اس کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کریں گے انہیں مار دیا جائے گا یا اذیت دی جائے گی، جو لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے وہ کافر و مشرک ہو جائیں گے، پانچ ہزار یہود علماء و دانشور اس

کے ہمراہ ہوں گے جن کے کندھوں پر سبز رنگ کے رومال رکھے ہوں گے، وہ ساری زمین پر مٹر گشت کرتا پھرے گا لیکن مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا اس کے غلبے کے دور میں ''دابۃ الارض'' ظاہر ہوگا اور اس کے بعد حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے، جو دجال کو کوہ آفیق یا فلسطین کے لدھا گیٹ پر قتل کریں گے۔ (آج کل لدھا میں اسرائیل کا ایک بڑا ائیر پورٹ موجود ہے)

دجال کے غلبے کے دور میں نیک اور صالح لوگ بہت زیادہ تعداد میں بڑی بے دردی سے قتل کئے جائیں گے، جن کے بدلے میں بہت سے غلط کاروں کو خدائی افواج بے رحمی سے قتل کریں گی۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے

☆فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَا اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ () لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ () قَالُوْا يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ () فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ () ......(سورۃ الانبیاء، آیات 12-15)

''پس جب انہیں ہمارے عذاب کا احساس ہوا تو وہاں سے بھاگنے لگے (لیکن ان سے کہا گیا کہ) مت بھاگو اور لوٹ آؤ اپنے مساکن اور اس عیش و آسائش کی طرف جو تمہیں دیئے گئے تھے تاکہ تمہاری جواب طلبی کی جائے، ان لوگوں نے کہا کہ ہائے افسوس ہم پر! بے شک ہم ظالم (اور خطا کار) تھے اور ان کی یہ پکار جاری رہی جب تک کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی راکھ نہ بنا دیا''

قرآن پاک کی گذشتہ آیات کی تفسیر میں یہ فرمایا گیا ہے کہ صرف ''خروق'' نامی جگہ پر 30 لاکھ انسانوں کو قتل کیا جائے گا اور وہ کٹی ہوئی فصلوں کی طرح یا بجھی ہوئی راکھ کی طرح پڑے ہوں گے۔ کتاب زکریا میں یہ بتایا گیا ہے کہ

''دیکھو خداوند کا دن آتا ہے جب تیرا مال لوٹ کر تیرے اندر بانٹا جائے گا کیونکہ میں سب قوموں کو فراہم کروں گا کہ یروشلم سے جنگ کریں اور شہر لے لیا جائے گا اور گھر لوٹے جائیں گے اور عورتیں بے حرمت کی جائیں گی اور آدھا شہر اسیری میں جائے گا، لیکن باقی لوگ شہر ہی میں رہیں گے، تب خداوند خروج کرے گا اور ان قوموں سے لڑے گا جیسے جنگ کے دن لڑا کرتا تھا''

(زکریاہ، باب 14، آیات 1-3)

اس کا مطلب ہے کہ جب یروشلم کا محاصرہ کرلیا جائے گا تو ہر عقیدے و مذہب کے لوگ جھوٹے مسیح کے لشکر میں ہوں گے، وہ آدھے شہر کا کنٹرول سنبھال لیں گے تب حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے اور ''دابۃ الارض'' یعنی کہ ایلیا علیہ السلام زمین سے ظاہر ہوں گے، ساری قوموں کو وہاں پیش ہونے کیلئے بلایا جائے گا، دجال کے غلبے کے عرصہ کے دوران جو دستور العمل اِس ملعون کے شر سے بچنے کیلئے ہمیں دیا گیا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ

''اے میرے لوگو! اپنے خلوت خانوں میں داخل ہو جاؤ، اور اپنے پیچھے دروازے بند کرلو، اور اپنے آپ کو تھوڑی دیر تک چھپا رکھو، جب تک کہ غضب ٹل نہ جائے، کیونکہ دیکھو خداوند اپنے مقام سے چلا آتا ہے تاکہ زمین کے باشندوں کو ان کی بدکرداری کی سزا دے، اور زمین اس خون کو ظاہر کرے گی جو اس میں ہے اور اپنے مقتولوں کو ہرگز نہ چھپائے گی'' (یسعیاہ، باب 26، آیات 20-21)

''اور خداوند یروشلم سے جنگ کرنے والی سب قوموں پر یہ عذاب نازل کرے گا کہ کھڑے کھڑے ان کا گوشت سوکھ جائے گا اور ان کی آنکھیں چشم خانوں میں

گل جائیں گی اوران کی زبان ان کے منہ میں سڑ جائے گی‘‘

(زکریاہ، باب 14، آیت 12)

مکاشفہ عارف یوحنا میں دجال کے واقعات کو علاماتی انداز میں بیان کیا گیا ہے

’’اور میں سمندر کی ریت پر جا کھڑا ہوا، اور میں نے ایک حیوان کو سمندر میں سے نکلتے ہوئے دیکھا، اس کے دس سینگ اور سات سر تھے، اور اس کے سینگوں پر دس تاج تھے، اور اس کے سروں پر کفر کے کلمات لکھے ہوئے تھے، اور جو حیوان میں نے دیکھا اس کی شکل تیندوے کی سی تھی اور پاؤں ریچھ کے سے اور منہ ببر شیر کا سا تھا، اور اس اژدھا نے اپنی قدرت اور اپنا تخت اور بڑا اختیار اسے دے دیا، اور میں نے اس کے سروں میں سے ایک سر پر گویا زخم کاری لگا ہوا دیکھا مگر اس کا زخم کاری اچھا ہو گیا اور ساری دنیا تعجب کرتی ہوئی اس حیوان کے پیچھے پیچھے ہو لی اور چونکہ اس اژدھا نے اپنا اختیار اس حیوان کو دے دیا تھا اس لئے انہوں نے اژدھا کی پرستش کی، اور اس حیوان کی بھی یہ کہہ کر پرستش کی کہ اس حیوان کی مانند کون ہے؟ کون اس سے لڑ سکتا ہے؟ اور بڑے بول بولنے اور کفر بکنے کیلئے اسے ایک منہ دیا گیا، اور اسے بیالیس مہینے تک کام کرنے کا اختیار دیا گیا کہ مقدسوں سے لڑے اور ان پر غالب آئے، اور اسے ہر قبیلہ اور امت اور اہل زبان اور قوم پر اختیار دیا گیا، اور زمین کے وہ سب رہنے والے جن کے نام اس برہ کی کتاب حیات میں لکھے نہیں گئے جو بنائے عالم کے وقت سے ذبح ہوا ہے اس حیوان کی پرستش کریں گے، جس کے کان ہوں وہ سنے جس کو قید ہونے والی ہے وہ قید میں پڑے گا جو کوئی تلوار سے قتل کرے گا وہ ضرور تلوار سے قتل کیا جائے

گا، مقدسوں کے صبر اور ایمان کا یہی موقع ہے‘‘ ......(مکاشفہ، باب 13، آیات 1-10)

مذکورہ باب کے آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ معاشرے کے ہر فرد کو اپنے جسم پر ایک چھاپ یا نشان لگوانے پر مجبور کرے گا، یہ نشان ایک آدمی کا نمبر ہے جو کہ چھ سو چھیاسٹھ (666) ہے، فی الحال ہمیں 666 کے معنی یا اہمیت سمجھ نہیں آتی، ممکن ہے کہ ہمیں آنے والے دنوں میں اس کا مطلب سمجھ آجائے (یعنی اس کا کوئی مطلب نکل آئے)

جناب ایلیا علیہ السلام

بہت سے مذاہب جناب ایلیا علیہ السلام کا انتظار کر رہے ہیں، نام میں تو اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن شخصیت اور اس کی خصوصیات بالکل ایک جیسی ہیں، یہودی اور عیسائی انہیں ایلیا (علیہ السلام) کے نام سے جانتے ہیں، لیکن اسلام میں انہیں مختلف طور سے پیش کیا گیا ہے، ان سب کا خلاصہ درج ذیل ہے

(1) وہ حضرت عیسیٰ کے ظاہر ہونے سے پہلے تشریف لائیں گے حضرت عیسیٰ ان (ایلیا) کی آمد کے بعد آنے میں زیادہ دیر نہیں لگائیں گے

(2) وہ اپنے بعد میں آنے والوں کیلئے راستہ ہموار کر دیں گے اور مومنین اور بدکرداروں کے درمیان پہچان کو آسان بنادیں گے

(3) یا تو ان سے تھوڑا پہلے یا ان کے ساتھ ہی تین انبیاء تشریف لائیں گے جن کے نام یہ ہیں، اخنوق (جناب ادریس) جناب خضر اور جناب الیاس اور حضرت عیسیٰ ان سب کے بعد آئیں گے

(4) ان کے پاس ایک عصا اور ایک انگوٹھی ہوگی یعنی حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت سلیمان بن داؤد کی انگوٹھی، وہ ہر فرد کی پیشانی پر انگوٹھی مس کر دیں گے جس سے ان کی اصلیت پیشانی پر لکھی جائے گی، یہ صاف صاف لکھا جائے گا کہ آیا وہ فرد مومن ہے یا کافر

ایلیا علیہ السلام کا تصور

’’دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیا نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا اور وہ باپ کا دل بیٹوں کی طرف اور بچوں کا دل باپ کی طرف مائل کرے گا کہ مبادا میں آؤں اور زمین کو ملعون کروں‘‘

(ملاکی، باب 4، آیات 5-6)

’’یقیناً خداوند کا دوست اخنوخ جس نے خدا کے ساتھ اپنے وعدے اور اقرار کو برقرار رکھا اور ساری دنیا کی پرواہ نہ کی اور جنت کی طرف منتقل کر دیا گیا وہ آخری دور تک وہاں رہے گا، دنیا کے خاتمے سے پہلے وہ ایلیا اور ایک دوسرے (خضر نبی) کے ساتھ دنیا میں واپس آئے گا‘‘ ...... (برناباس کی انجیل، باب 144)

’’میں اس دنیا کے خاتمے سے تھوڑا پہلے آؤں گا، اخنوخ اور ایلیا میرے ساتھ ہوں گے اور ہم سب بدکاروں پر شہادت دیں گے جن پر لعنت و پھٹکار کی گئی ہے

(برناباس کی انجیل، باب 52)

’’دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہو ناگہاں اپنی ہیکل میں آ موجود ہوگا، ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزومند ہو، آئے گا، رب الافواج فرماتا ہے، پر اس کے آنے کے دن کی کس میں تاب ہے؟ اور جب اس کا ظہور ہوگا تو کون کھڑا رہ سکے گا؟ کیونکہ وہ سنار کی آگ اور دھوبی کے صابون کی مانند ہے اور وہ چاندی کو تپانے اور

پاک صاف کرنے والے کی مانند بیٹھے گا، اور بنی لاوی (لاوی کی اولاد) کو سونے اور چاندی کی مانند پاک صاف کرے گا'' ......(ملاکی، باب 3، آیات 1-3)

''شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ پھر فقیہہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیا کا پہلے آنا ضرور ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ ایلیا البتہ آئے گا اور سب کچھ بحال کرے گا'' ......(متی کی انجیل، باب 17، آیات 11-12)

آخری عظیم ترین رہنما کا تصور یہودیوں میں موجود تھا اور وہ ان کو مسیح کے نام سے پکارتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کو حضرت ایلیا کی آمد کا بھی انتظار تھا اور وہ ان کو اسی نام سے پکارتے تھے، وہ اس کی طاقت وقدرت سے ڈرتے بھی تھے کیونکہ جب حضرت عیسیٰ کو سولی پر لٹکایا گیا تو وہ صلیب پر بلند آواز میں چلائے تھے ''ایلی، ایلی، تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟'' ......(ایلی، ایلی، لَمَاْ سَبَقْتَنِیْ؟)
(متی کی انجیل، باب 27، آیت 46)

یہ سن کر ایک سپاہی تیزی سے دوڑا، اس نے اسفنج کا ایک ٹکڑا لیا، اسے سرکہ میں بھگو کر سرکنڈے کے سرے پر رکھ کر بلند کیا اور حضرت عیسیٰ کو چوسنے کیلئے پیش کیا یہ اس حقیقت کی وجہ سے تھا کہ جناب عیسیٰ حضرت ایلیا کو اونچی آواز سے پکار رہے تھے اور ان سپاہیوں کو ڈر تھا کہ مبادا ان پر کوئی مصیبت نہ آپڑے جو وہاں دیکھنے کو کھڑے تھے ان میں سے کسی نے کہا دیکھیں تو ایلیا اسے کیسے بچاتا ہے؟

یہود میں سے کچھ کو یہ یقین تھا کہ حضرت عیسیٰ خود ہی ایلیا تھے جو آخری عظیم ترین رہنما کیلئے راستہ ہموار کرنے آئے تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ عام طور پر کہا کرتے تھے ''اے لوگو صبر کرو کیونکہ خداوند کی بادشاہی بالکل قریب ہے''

’’جب یسوع قیصریہ فلپی کے علاقہ میں آیا تو اس نے اپنے شاگردوں سے یہ پوچھا کہ لوگ ابن آدم کو کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بعض یوحنا بپتسمہ دینے والا کہتے ہیں، بعض ایلیا، بعض یرمیاہ، یا نبیوں میں سے کوئی‘‘

(متی کی انجیل، باب 16، آیات 13-14)

تمام پانچوں انجیلوں (عہدناموں) میں ایک روایت بیان ہوئی ہے کہ

’’یسوع اپنے شاگردوں کو کوہ زیتون پر لے گئے اور ان کے سامنے اس کی صورت بدل گئی اور اس کا چہرہ سورج کی مانند چمکا اور اس کی پوشاک نور کی مانند سفید ہوگئی، اور دیکھو موسیٰ اور ایلیا اس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے انہیں دکھائی دیئے‘‘ ...... (متی کی انجیل، باب 17، آیات 2-4)

اِس سے ثابت ہوا کہ حضرت ایلیا کا جسم نور سے بنا ہے، وہ آخری دور میں حضرت موسیٰ کے عصا اور حضرت سلیمان کی انگوٹھی کے ساتھ ظاہر ہوں گے

’’جب خدا کا وہ پیغمبر آئے گا تو اسے انگوٹھی سے ملتی جلتی ایک چیز دی جائے گی، وہ زمین کی ان ساری قوموں کو نجات و برکتیں دے گا جو اس کے پیغام کو قبول کریں گے، وہ ظالمین سے آہنی ہاتھ کے ساتھ نمٹے گا، بت پرستی ختم ہو جائے گی شیطان کو عاجز و ذلیل کر دیا جائے گا، یہ وہ عہد ہے جو ابراہیم سے خدا نے کیا تھا‘‘

(برنا باس کی انجیل، باب 43)

اس کا مطلب ہے کہ حضرت ایلیا کی ایک علامت ایک خاص قسم کی انگوٹھی ہوگی، اس انگوٹھی کی افادیت کو عارف یوحنا نے اپنے مکاشفے میں تفصیل سے بیان کیا ہے

’’پھر میں نے ایک اور فرشتہ کو زندہ خدا کی مہر (انگوٹھی) لئے ہوئے مشرق سے

اوپر کی طرف آتے دیکھا، اس نے ان چاروں فرشتوں سے جنہیں زمین اور سمندر کو ضرر پہنچانے کا اختیار دیا گیا تھا بلند آواز سے پکار کر کہا کہ جب تک ہم اپنے خدا کے بندوں کے ماتھے پر مہر نہ کرلیں زمین اور سمندر اور درختوں کو ضرر نہ پہنچانا، اور جن پر مہر کی گئی میں نے ان کا شمار سنا کہ بنی اسرائیل کے سب قبیلوں میں سے ایک لاکھ چوالیس ہزار پر مہر کی گئی'' ......(مکاشفہ، باب 7، آیات 2-4)

جب ہم امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے خطبات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم ایک صاف اور واضح جملہ دیکھتے ہیں کہ

''میں ہوں ایلیا جس کا ذکر انجیل میں کیا گیا ہے''

تحریری طور پر علیؑ (Ali) اور ایلی (Eli) میں صرف حرف A کا فرق ہے یعنی انگریزی میں علی کو ایلیا بنا دیا گیا ہے، مذکورہ خطبات میں ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے ''میں ہوں عصا اور انگوٹھی کا مالک'' مزید یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ''میں ہوں وہ جس نے آخری دور میں زمین پر چلنا ہے (یعنی دابۃ الارض) اور وہ جس نے عظیم غوغا (صور) بلند کرنا ہے'' اس کے بارے میں قرآن پاک فرماتا ہے کہ

''جب ایک عظیم الشان غوغا یا چنگھاڑ بلند ہوگی''

پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی احادیث میں مختلف حوالوں سے یہ بتایا گیا ہے کہ سورہ نمل کے نازل ہونے کے بعد پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو دابۃ الارض کہہ کر بلایا تھا۔

قرآن پاک فرماتا ہے کہ

☆ وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ () وَ يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ()...... (سورۂ نمل، آیات 82-83)

''اور جب ان لوگوں پر وعدہ پورا ہو جائے گا تو ہم ان کیلئے زمین میں سے ایک ذی حیات (دابۃ الارض) نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیات (نشانیوں) پر یقین نہیں کرتے تھے، اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک بڑے گروہ کو اکٹھا کریں گے جو کہ ہماری نشانیوں کو جھٹلایا کرتا تھا اور ان کو صف آرا کیا جائے گا''

☆وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ () ...... (سورۂ نمل، آیت 85)

پس ان پر حجت تمام ہوئی بسبب اس ظلم کے جو انہوں نے کیا اور وہ (کچھ بھی) نہ بول سکیں گے''

لوگوں کو پیشانیوں پر مہر کرنے کے بعد دابۃ الارض اپنا سر بلند کریں گے اور مشرق تا مغرب کے دور دراز کونوں تک اپنی نظر ڈالیں گے، اس لمحے مغرب سے حق کا سورج طلوع ہوگا اور توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا، اس دن کسی کو اسلام قبول کر لینے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اگر کوئی پہلے سے مسلمان ہو لیکن اپنی اصلاحِ کردار نہ کر چکا ہوگا تو اس کا اسلام بھی اس کیلئے سود مند نہ ہوگا۔

آخری عظیم ترین مصلح کعبہ میں رکن اور مقام کے درمیان ظاہر ہوں گے، اسی وقت حضرت عیسیٰ آسمان سے فلسطین کی سرزمین پر نازل ہوں گے، ان کی آمد سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دجال کی فوجوں کو مختلف مصیبتوں اور بلاؤں کے

حوالے کر دیا جائے گا، حضرت ایلیا کی ایک صفت جو کچھ کتب میں بیان کی گئی ہے یہ ہے کہ وہ سورج میں سے ظاہر ہوں گے اور ساری کائنات میں عوام الناس کو آخری عظیم ترین مصلح کا تعارف کروائیں گے

''میں نے شمال کی طرف سے ایک ہستی کو بلند کیا ہے اور وہ آ پہنچے گا وہ آفتاب کے مطلع میں سے ہو کر میرا نام لے گا اور حکمرانوں کو گارے کی طرح لتاڑے گا جیسے کمہار مٹی گوندھتا ہے'' ......(یسعیاہ، باب 41، آیت 25)

اسلامی کتب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہادی زمانہ کا ظہور رجب کے مہینے میں ہوگا تین بلند آوازیں فضا میں گونجیں گی

() ظالمین پر اللہ کی لعنت و پھٹکار ہے

() اے مومنین کے میزبانو! جس کا انتظار تھا وہ آ چکا ہے

() ایک شخصیت سورج میں ظاہر ہوگی وہ آخری عظیم ترین مصلح کا مکمل تعارف کروائے گی اور مومنین سے فرمائے گی کہ ''تمہارے دشمنوں کا اب خاتمہ ہے خداوند تمہارے زخمی دلوں پر مرہم رکھے گا، اور ان کو مثالی امن وسکون عطا کرے گا''

''لیکن تم پر جو میرے نام کی تعظیم کرتے ہو، آفتاب صداقت طالع ہوگا، اور اس کی کرنوں میں شفا ہوگی، اور تم گاؤ خانہ کے بچھڑوں کی طرح کودو پھاندو گے، اور تم شریروں کو پامال کرو گے، کیونکہ اس روز وہ تمہارے پاؤں تلے کی راکھ ہوں گے، رب الافواج فرماتا ہے'' ......(ملاکی، باب 4، آیات 2-3)

نزولِ حضرتِ عیسیٰ

حضرت عیسیٰ کے نزول سے متعلق یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی کتب میں معلومات موجود ہیں، یہ اور بات ہے کہ یہودی ان کی تشریح اپنے خیال و رائے کے مطابق کرلیں اور یوں اس کی نفی کرنے کا راستہ تلاش کرلیں

''میں نے رات کو رویا میں دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ابن آدم کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا اور قدیم الایام تک پہنچا، وہ اسے اس کے حضور لائے اور سلطنت اور حشمت اور مملکت اسے دی گئی تاکہ سب لوگ اور امتیں اور اہل لغت اس کی خدمت گزاری کریں، اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے جو جاتی نہ رہے گی اور اس کی مملکت لازوال ہوگی'' ......(دانی ایل، باب 7، آیات 13-14)

اس خواب کی مزید تشریح اسی باب کے اندر پائی جاتی ہے فرمایا گیا ہے کہ

''حق تعالیٰ کے مقدس لوگ سلطنت لے لیں گے اور ابد تک ہاں ابدالاباد تک اس سلطنت کے مالک رہیں گے'' ......(دانی ایل، باب 7، آیت 18)

میں پہلے ہی ان حوالہ جات کو آخری عظیم ترین مصلح کی حکومت کے سلسلے میں نقل کر چکا ہوں، یہ بھی وہی اور صرف وہی حکومت ہے جس کو خدا کی حکومت یا حکومت اِلٰہیہ کہا جاتا ہے، حضرت عیسیٰ نے اپنی زندگی میں اس کے بارے اعلان کیا تھا اور لوگوں سے انتظار کرنے کو کہا تھا انہوں نے مزید فرمایا تھا کہ

''لاپرواہ نہ ہونا ہم کسی بھی لمحے دوبارہ ظاہر ہوسکتے ہیں''

''لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی انسان نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے ہی، مگر صرف میرا باپ، جیسا نوح کے دنوں میں ہوا ویسا ہی ابن آدم کے آنے کے وقت ہوگا، کیونکہ جس طرح طوفان سے پہلے کے دنوں میں لوگ کھاتے پیتے اور شادی بیاہ کرتے تھے اس دن تک کہ نوح کشتی میں داخل ہوا اور جب تک طوفان آ کر ان سب کو بہا نہ لے گیا ان کو خبر نہ ہوئی، اسی طرح ابن آدم کا آنا ہوگا، پس جاگتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارا خداوند کس دن آئے گا''

(متی کی انجیل، باب 24، آیات 36-39، 42)

حضرت عیسیٰ کے نزول کو اسلامی کتب میں اس طرح بیان کیا گیا ہے

پاک امام محمدؑ باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے قائم عجل اللہ فرجہٗ (آخری عظیم ترین رہنما) کے ظہور کے دنوں میں حضرت عیسیٰ بھی دوبارہ آئیں گے، کوئی ایسا یہودی نہ ہوگا جو ان پر ایمان نہ لے آئے گا، سارے مذاہب کے ماننے والے ان کو تسلیم کریں گے۔

قرآنی آیت ''انہ لعلم للساعة '' کی تشریح میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی آمد آخری عظیم ترین رہنما کی ابتدائی و تعارفی علامات میں سے ایک ہے

دجال بدبخت جسے تیز رفتار سانپ بھی کہا جاتا ہے، وہ فلسطین پر حملہ کرے گا اس کا دور حکومت نیک و پارسا لوگوں کیلئے تکلیف دہ ہوگا، وہ لوگوں کو ہراساں کرنے کیلئے اپنی افواج مختلف مما لک میں بھیجے گا، وہ ایک لاکھ تیس ہزار فوجی کوفہ (عراق) میں بھیجے گا، یہ دراصل دجال اور سفیانی کی اتحادی فوج ہوگی اور اس کی کمان بنو امیہ کے خزیمہ نامی شخص کے پاس ہوگی، یہ فوج زوحہ اور فاروق کے

مقامات پر پڑاؤ ڈالے گی، ایک اورفوج بغداد میں جمع ہوجائے گی جس میں پانچ سوعلماء یاپادری بھی ہوں گے،کوفہ کے پل پرستر ہزار آدمی ماردیئے جائیں گے، دریائے فرات کا پانی انسانی خون کی وجہ سے تین روز تک متعفن رہے گا، یہ ایک بہت پرآشوب اوراذیت ناک دور ہوگا۔

اسلامی کتب کے مطابق نزول عیسیٰ صرف ایک نہیں ہے، وہ مختلف ممالک اور شہروں میں الگ الگ طور پر نازل ہوں گے، اور ہر جگہ ایک جداگانہ انداز میں نازل ہوں گے، ان کا پہلا نزول مکہ میں ہوگا، یہ صبح کی نماز کا وقت ہوگا،عظیم ترین رہنما اپنے 313 اصحاب کے ساتھ صبح کی نماز ادا کرنے کیلئے جیسے ہی تیار ہوں گےٹھیک اسی لمحے حضرت عیسیٰ فرشتوں کی ایک فوج کے ساتھ نازل ہوں گے اس وقت تک نماز باجماعت کی صفیں کھڑی ہوکر درست ہوچکی ہوں گی، حضرت عیسیٰ کی حالت ایسی ہوگی جیسے کہ وہ ابھی ابھی نہا کر آئے ہوں کیونکہ پانی کے قطرے ان کے بالوں سے ٹپک رہے ہوں گے،عظیم ترین رہنما ان سے فرمائیں گے کہ ’’تقدم یا روح الله‘‘ یعنی روح اللہ آگے آیئے اورنماز کی امامت کیجئے حضرت عیسیٰ جواباً عرض کریں گے’’انتم اهل البيت لا يتقدمكم احدًا‘‘

’’آپ پیغمبر اسلام کے اہل بیت ہیں کسی کو آپ کے آگے کھڑے ہونے کا حق نہیں ہے‘‘ تب حضرت عیسیٰ اقامت پڑھیں گے اور اپنا ہاتھ عظیم ترین رہنما کے کندھے پر رکھ کر کہیں کہ ’’اے اللہ کے خلیفہ! آگے بڑھیئے اور نماز کی امامت فرمایئے‘‘ تب حضرت عیسیٰ ان کے پیچھے کھڑے ہوجائیں گے،اس نماز میں ان دوہستیوں 313 اصحاب اور فرشتوں کے لشکر کے سوااورکوئی نہیں ہوگا

حضرت عیسیٰ کا دوسرا ظہور یروشلم میں ہوگا، اس دن اس شہر کو دجال کی فوج نے گھیرا ڈالا ہوگا، وہاں زندگی بہت دشوار ہو چکی ہوگی، ٹھیک اسی لمحے مشرق کی طرف سے ایک اونچی آواز میں اعلان ہوگا ''اے صالحین! تم جہاں کہیں بھی ہو فوراً اکٹھے ہو جاؤ اور یہاں پہنچو'' ایک اور اعلان مغرب کی جانب سے ہوگا ''اے بدکارو! تم جہاں کہیں بھی ہو فوراً یہاں جمع ہو جاؤ''

اِن اعلانات کے بعد سورج کا رنگ پہلے ہلکا زرد اور پھر گہرا سیاہ ہو جائے گا، اس موقعہ پر دابۃ الارض (ایلیا علیہ السلام) ظاہر ہوں گے اور اپنی انگوٹھی کے ساتھ لوگوں کی پیشانی پر ''مومن'' یا ''کافر'' لکھیں گے، تب آسمان سے ایک سیاہ بادل نیچے اترے گا اور یروشلم کے اوپر رک جائے گا، اس میں سے حضرت عیسیٰ فرشتوں کی فوج کے ہمراہ نازل ہوں گے، ان کے ہاتھ میں ایک ہتھیار ہوگا جس کے ساتھ وہ دجال کو لدھا گیٹ پر قتل کریں گے اور یوں وہ اپنے ماننے والوں کو چھٹکارا دلائیں گے۔ یہ سب کچھ کتاب زکریاہ، مرقس کی انجیل اور لوقا کی انجیل میں بتایا گیا ہے جس نے منظر کو صاف اور واضح کر دیا ہے

''مگر ان دنوں میں اس مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور آسمان سے ستارے گرنے لگیں گے، اور جو قوتیں آسمان میں ہیں وہ ہلائی جائیں گی، اور اس وقت لوگ ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ بادلوں میں آتے دیکھیں گے، اس وقت وہ فرشتوں کو بھیج کر اپنے برگزیدہ لوگوں کو زمین کی انتہا سے آسمان کی انتہا تک چاروں طرف سے جمع کرے گا''

(مرقس کی انجیل، باب 13، آیات 24-27)

''اس لئے کہ آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی، اس وقت لوگ ابن آدم کو قدرت وطاقت اور بڑے شان وجلال کے ساتھ بادل میں آتے دیکھیں گے''

(لوقا کی انجیل، باب 21، آیات 26-27)

''اور اس روز وہ کوہ زیتون پر جو یروشلم کے مشرق میں واقع ہے کھڑا ہوگا، اور کوہ زیتون بیچ سے پھٹ جائے گا، اور اس کے مشرق سے مغرب تک ایک بڑی وادی ہو جائے گی، کیونکہ آدھا پہاڑ شمال کو سرک جائے گا اور آدھا جنوب کو، اور تم میرے پہاڑوں کی وادی سے ہو کر بھاگو گے، کیونکہ پہاڑوں کی وادی آضل تک ہوگی، جس طرح تم شاہ یہودہ عزیاہ کے ایام میں زلزلہ سے بھاگے تھے اسی طرح بھاگو گے، کیونکہ خداوند میرا خدا آئے گا اور سب قدسی اس کے ساتھ ہوں گے، اور اس روز روشنی نہ ہوگی اور اجرام فلک چھپ جائیں گے، پر ایک دن ایسا آئے گا جو خداوند ہی کو معلوم ہے، وہ نہ دن ہوگا نہ رات، لیکن شام کے وقت روشنی ہوگی، اور اس روز یروشلم سے آبِ حیات جاری ہوگا جس کا آدھا بحر مشرق کی طرف بہے گا اور آدھا بحر مغرب کی طرف، گرمی سردی میں جاری رہے گا، اور خداوند ساری دنیا کا بادشاہ ہوگا، اس روز ایک ہی خداوند ہوگا اور اس کا نام واحد ہوگا، اور یروشلم کے جنوب میں تمام ملک جبع سے رِمون تک میدان کی مانند ہو جائے گا، پر یروشلم بلند ہوگا اور بنیمین کے پھاٹک سے پہلے پھاٹک کے مقام یعنی کونے کے پھاٹک تک اور حننی ایل کے برج سے بادشاہ کے انگوری حوضوں تک اپنے مقام پر آباد ہوگا، اور لوگ اس میں سکونت کریں گے، اور پھر لعنت مطلق نہ ہوگی بلکہ یروشلم امن وامان سے آباد رہے گا، اور خداوند یروشلم

سے جنگ کرنے والی سب قوموں پر یہ وبائی عذاب نازل کرے گا کہ کھڑے کھڑے اِن کا گوشت سوکھ جائے گا، اور ان کی آنکھیں چشم خانوں میں گل جائیں گی، اور اِن کی زبان اِن کے منہ میں سڑ جائے گی''

(زکریاہ، باب 14، آیات 4-12)

''اس دن میں خداوند اپنی سخت اور بڑی مضبوط تلوار سے اژدھا یعنی تیز رو سانپ کو اور اژدھا یعنی پیچیدہ سانپ کو سزا دے گا، اور دریائی اژدھا کو قتل کرے گا، اس وقت تم خوشنما تاکستان کا گیت گانا'' ...... (یسعیاہ، باب 27، آیات 1-2)

یہ حوالہ جات ایک طرف تو نزولِ عیسیٰ کے اسلامی تصور کی تصدیق کرتے ہیں اور دوسری طرف تمام اِلہامی مذاہب کی یکتائی و مطابقت کو ثابت کرتے ہیں

یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنے پیروکاروں کو یروشلم میں اکٹھا کریں گے، وہ لوگ جن کے ماتھوں پر نشان ''مومن'' لگایا جا چکا ہوگا جہاں کہیں بھی ہوں گے وہاں اکٹھے ہو جائیں گے، تب عظیم ترین رہنما یروشلم تشریف لائیں گے

''اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا، اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا، اور ستارے آسمان سے گریں گے، اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی، اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا، اور اس وقت زمین کی سب قوتیں چھاتی پیٹیں گی، اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی، اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا، اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس کنارے سے اس کنارے تک جمع کریں گے''

(متی کی انجیل، باب 24، آیات 29-31)

''جب ابن آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے تب وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی، وہ ایک کو دوسرے سے جدا کرے گا جیسے چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے، اور بھیڑوں کو اپنے داہنے اور بکریوں کو بائیں کھڑا کرے گا، اس وقت بادشاہ اپنی داہنی طرف والوں سے کہے گا آؤ میرے باپ کے مبارک لوگو! جو بادشاہی بنائے عالم سے تمہارے لئے تیار کی گئی ہے اسے میراث میں لو'

(متی کی انجیل، باب 25، آیات 31-34)

حضرت عیسیٰ کی دجال کی فوج کے ساتھ لڑائی کے بارے میں مکاشفہ عارف یوحنا میں بتایا گیا ہے کہ

''اور وہ دس سینگ جو تو نے دیکھے دس بادشاہ ہیں ابھی تک انہوں نے بادشاہی نہیں پائی مگر اس حیوان کے ساتھ گھڑی بھر کے واسطے بادشاہوں کا سا اختیار پائیں گے، ان سب کی ایک ہی رائے ہوگی اور وہ اپنی قدرت اور اختیار اس حیوان کو دے دیں گے، وہ برہ سے لڑیں گے اور برہ ان پر غالب آئے گا کیونکہ وہ تو خداوندوں کا خداوند اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے، اور جو بلائے ہوئے اور برگزیدہ اور وفادار اس کے ساتھ ہیں وہ بھی غالب آئیں گے''

(مکاشفہ، باب 17، آیات 12-14)

اس کا مطلب ہے کہ خدائی افواج کے خلاف دس حکمران ایک اتحاد قائم کریں گے، وہ ایک بڑے ملک کو اپنا لیڈر منتخب کریں گے اور ان کا صرف ایک کمانڈر ان کی پوری فوج کو خدائی افواج کے خلاف لڑائی میں کنٹرول کرے گا

’’اور پھر لعنت نہ ہوگی اور خدا اور برہ کا تخت اس شہر میں ہوگا، اور اس کے بندے اس کی عبادت کریں گے، اور وہ اس کا منہ دیکھیں گے، اور اس کا نام ان کے ہاتھوں پر لکھا ہوا ہوگا، اور پھر رات نہ ہوگی، اور وہ چراغ اور سورج کی روشنی کے محتاج نہ ہوں گے، کیونکہ خداوند ان کو روشن کرے گا، اور وہ ابدالآباد تک بادشاہی کریں گے‘‘ ......(یوحنا عارف کا مکاشفہ، باب 22، آیات 3-5)

خداوند، قادر مطلق، قدیم الایام اور رب الافواج، یہ وہ نام ہیں جو آخری عظیم رہنما کیلئے ان کتب میں لکھے جاتے ہیں، یہ سب علاماتی نام ہیں، اس بات کی وضاحت عارف یوحنا کے مکاشفہ میں کی گئی ہے

’’اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، اور اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے‘‘ ......(مکاشفہ، باب 19، آیات 12-13)

اس موضوع پر ہماری اسلامی کتب میں عموماً ایک باب ہوتا ہے جسے کہتے ہیں ’’نہی عن تسمیہ‘‘ یعنی نام پاک لینے (بولنے) کی ممانعت

پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ مختلف مقامات اور مواقع پر نازل ہوں گے، یہ معلوم نہیں کہ سب سے پہلے کس موقع پر اور کہاں نازل ہوں گے، اس بارے میں کوئی قطعی ٹائم ٹیبل لکھ دینا مشکل ہے، تاہم انتہائی محتاط طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا نزول ان مختلف مقامات پر ضرور ہوگا۔

مثال کے طور پر

(1)......یروشلم میں ہوگا

(2)......مکہ میں ہوگا

(3)......دمشق میں سفید پل کے گیٹ پر ہوگا

(4)......دمشق میں مشرقی دروازے کے مینار پر ہوگا

(5)......فسلطین میں لدھا گیٹ پر ہوگا

﴿واللہ اعلم بالصواب﴾

ظہور پرنور

جب ہم عظیم ترین رہنما کے ظہور سے متعلق تحقیقی مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اسلامی تصور اور دیگر مذاہب کے پیش کردہ تصور میں ایک عجیب مماثلت ومطابقت پاتے ہیں، اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ عظیم ترین رہنما ''کاراہ'' نامی گاؤں سے ظاہر ہوں گے، وہ اکیلے ہی مکہ کی طرف چل پڑیں گے، مکہ کے مضافات میں پہنچیں گے تو دوپہر کا وقت ہوگا، وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ جائیں گے، اس وقت ان کے سر اقدس پر پیلے رنگ کا عمامہ ہوگا، اور ایک عصا ان کے ہاتھ میں ہوگا، عین اسی لمحے جبرائیل فرشتہ انہیں پہچان لے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان سے گذارش کرے گا کہ وہ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں کہ وہ ان کی بیعت اطاعت وفرمانبرداری کرسکیں

عظیم ترین رہنما اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں گے اور حضرت جبرائیل ان کی بیعت و اطاعت کریں گے، اس وقت ایک سفید رنگ کا بادل ان کے سر پر سایہ فگن ہوگا غروبِ آفتاب تک آپ احاطہءِ کعبہ تک پہنچ جائیں گے۔

برناباس کی انجیل یہ قصہ مندرجہ الفاظ میں سناتی ہے

''ایک بہت لمبے عرصے کے بعد خدا رحم فرمائے گا اور اپنے اس پیغام دینے والے کو بھیجے گا جس کے سر کے اوپر ایک سفید بادل نے سایہ کیا ہوگا، خدا کا ایک برگزیدہ اسے پہچان لے گا اور اس کا تعارف باقی ساری دنیا سے کرائے گا''

(برناباس کی انجیل، باب 72)

احادیث کا ایک طویل سلسلہ یہ بتاتا ہے کہ وہ اپنی وہ رات کعبہ کے اندر گزار دیں گے، رات کو جب ساری سرزمین عرب گہری نیند سے لطف اندوز ہو رہی ہو گی تو چار فرشتے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل فرشتوں کی ایک بڑی فوج کے ساتھ خود کو ان کے حضور پیش کریں گے، سارے فرشتے ان کی بیعت اطاعت کریں گے، پھر حضرت جبرائیل نہایت ادب واحترام سے گذارش کریں گے
''جیسا کہ آپ نے آغاز فرما دیا ہے تو آپ اس بارے میں اعلان کیوں نہیں فرما دیتے''، عظیم ترین رہنما فرمائیں گے
''بے پایاں حمد ہے رب العالمین کیلئے جس نے ہمارے ساتھ کئے گئے وعدے کو پورا فرمایا اور ہمیں اپنی زمین کا مالک و وارث بنایا''
تب وہ خانہ کعبہ کے قریب آئیں گے اور اس کی چھت پر چڑھ کر یہ آفاقی اعلان فرمائیں گے ''اے میرے نائبین! فوراً میرے پاس پہنچو''
اس وقت ان میں سے کچھ نماز ادا کرنے میں مصروف ہوں گے، کچھ سو رہے ہوں گے، اور کچھ اپنے دنیاوی امور میں لگے ہوں گے، یہ اعلان ان منتخب کردہ اولیاء (نائبین) کے کانوں تک پہنچے گا تو وہ جہاں اور جس حال میں بھی ہوں گے، فوراً یہ کہتے ہوئے دوڑ پڑیں گے کہ ''میں آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہوں'' یہ نائبین 313 مردوں اور 50 خواتین پر مشتمل ہوں گے، جو اسی لمحے حرمِ کعبہ میں پہنچ جائیں گے
روایات بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ عظیم ترین رہنما کی حکومت واقتدار کیلئے ایک ہی رات میں راستہ ہموار کر دے گا، حضرت عیسیٰ نے اس حقیقت کے بارے ایک

اِلہامی پیشین گوئی فرمائی تھی کہ

''اس وقت دو آدمی بستر پر سوتے ہوں گے تو ایک لے لیا جائے گا، دو عورتیں چکی پیستی ہوں گی تو ایک لے لی جائے گی اور دوسری چھوڑ دی جائے گی، دو آدمی کھیت میں ہوں گے تو ایک لے لیا جائے گا اور دوسرا چھوڑ دیا جائے گا''

(متی کی انجیل، باب 24، آیات 40-42)

انہوں نے مزید فرمایا کہ ''میں خدا کی بادشاہی کو کس سے تشبیہ دوں؟ وہ خمیر کی مانند ہے جسے ایک عورت نے لے کر تین پیمانہ آٹے میں ملایا اور ہوتے ہوتے سارے کا سارا خمیر ہو گیا'' ......(لوقا کی انجیل، باب 13، آیت 21)

اس کا مطلب ہے کہ ہر ضروری کام ایک ہی رات میں کر لیا جائے گا، جہاں تک عظیم ترین رہنما کے تعارف کا تعلق ہے تو احادیث صاف طور پر بتاتی ہیں کہ ایک سفید بادل ان کے اوپر سایہ کیئے ہوئے ہوگا اور فرشتہ جبرائیل اس بادل کے اندر ہوگا، عظیم ترین رہنما جہاں کہیں تشریف لے جائیں گے جبرائیل اس بادل میں سے اعلان کرے گا

''یہ ہیں مہدیؑ علیہ السلام ...... اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ...... ان کی پیروی کرو''

ظہور پاک کے آغاز میں تین بلند اعلانات کیئے جائیں گے، پہلا آپ کے جانثار اصحاب کو اکٹھا کرنے کیلئے ہوگا، دوسرا آپ کے معاونین و ناصرین کو اکٹھا کرنے کیلئے ہوگا جن کی تعداد دس ہزار ہوگی، تیسرا اعلان حضرت جبرائیل کریں گے اور دنیا کی ساری قوموں (کے عوام) کو خدائی انقلاب میں شامل ہونے کی دعوت عام دیں گے۔ احادیث بتاتی ہیں کہ یہ اعلان دنیا کے ہر گوشے اور کونے میں سنا

جائے گا، یہ اعلان ایسا اثر ڈالے گا کہ جو شخص بیٹھا ہوگا وہ کھڑا ہو جائے گا، جو کھڑا ہوگا بیٹھ جائے گا، اور سونے والا بیدار ہو جائے گا، ہر کوئی ششدر و حیران اور پریشان ہو جائے گا، ہر کوئی اس اعلان کو ایسے سمجھے گا کہ جیسے یہ اس کی اپنی مادری زبان میں کیا گیا ہو۔ احادیث تاکید کرتی ہیں کہ جب تم یہ آواز سنو تو فوراً کہو

''میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں''

اور فوراً مکہ کی سمت چلنا شروع کردو، تمہیں وہاں پہنچنے کی کوشش کرنا چاہیے، چاہے تم کو برف زاروں پر سے کہنیوں کے بل گھسٹ کر ہی کیوں نہ جانا پڑے، کیونکہ یہ آخری اعلان اس وقت کیا جائے گا جب خانہ کعبہ میں ایک عام بیعت اطاعت لی جائے گی، پھر کسی کو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا چاہیے۔

جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے تاکید کی تھی

''لیکن جس دن لوط سدوم سے نکلا، آگ اور گندھک نے آسمان سے برس کر سب کو ہلاک کیا، ابن آدم کے ظاہر ہونے کے دن بھی ایسا ہی ہوگا، اس دن جو کوٹھے پر ہو اور اس کا اسباب گھر میں ہو وہ اسے لینے کو نہ اترے، اور اسی طرح جو کھیت میں ہو وہ پیچھے کو نہ لوٹے، لوط کی بیوی کو یاد رکھو، جو اپنی جان بچانے کی کوشش کرے گا وہ اسے کھوئے گا اور جو کوئی اسے کھوئے وہ اس کو زندہ رکھے گا''

(لوقا کی انجیل، باب 17، آیات 29-33)

جب ہم احادیث کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ عظیم ترین رہنما کے حضور پہنچیں گے وہ مختلف اقسام و درجات کے ہوں گے

(1) وہ جو پہلی ہی رات پہنچ جائیں گی یعنی 313 مرد اور 50 عورتیں

(2) وہ دس ہزار جو اگلے دن پہنچیں گے

(3) وہ جن کو اپنے تکیوں کے نیچے سے عظیم ترین رہنما کا خط پڑا ملے گا اسے پڑھنے کے بعد وہ فوراً چل پڑیں گے اور چند روز میں وہاں پہنچ جائیں گے

(4) وہ جن کو فرشتوں کے ذریعے سے اٹھا کر مکہ پہنچا دیا جائے گا، وہ اس امر سے تب آگاہ ہوں گے کہ جب وہاں پہنچا دیئے جائیں گے

(5) وہ جو اتفاقی طور پر کسی خاص جگہ پر اکٹھے ہو جائیں گے جیسا کہ یہ کہا گیا ہے کہ بہت سے ناصرین اتفاقی طور پر اطالقان میں جمع ہوں گے اور اس آخری اعلان کو سننے کے بعد وہ دوڑنا شروع کریں گے اور منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے

(6) وہ جو اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب سے تعلق رکھتے ہوں گے اور عظیم ترین رہنما کے بارے میں پہلے سے ہی علم رکھتے ہوں گے (جب اعلان سنیں گے تو) وہ وہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے، وہ جو کسی بھی اِلہامی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں گے ان کو بھی فرشتوں کے ذریعے وہاں منتقل کر دیا جائے گا

انبیاء نے یہ صاف بتایا ہے کہ ہر قسمی بندوں (اچھے اور برے) کو وہاں جمع کیا جائے گا، بروں کی چھانٹی کی جائے گی اور سزا دی جائے گی۔

اس بات کو جناب عیسیٰ نے ایک تمثیل میں بیان کیا ہے

''آسمان کی بادشاہی اس بڑے جال کی مانند ہے جو دریا میں ڈالا گیا اور اس نے ہر قسم کی مچھلیاں سمیٹ لیں اور جب بھر گیا تو اسے کنارے پر کھینچ لائے اور بیٹھ کر اچھی اچھی تو برتنوں میں جمع کر لیں اور جو خراب تھیں پھینک دیں، دنیا کے آخر میں ایسا ہی ہوگا، فرشتے نکلیں گے اور شریروں کو راست بازوں سے جدا کریں گے

اور ان کو آ گ کی بھٹی میں ڈال دیں گے، وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا''

(متی کی انجیل، باب 13، آیات 47-50)

﴿ وضاحت ﴾

جب ہم ان واقعات کا جائزہ لیتے ہیں جو ظہور کے وقت رونما ہوں گے تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ وہ دو رخ یا پہلو رکھتے ہیں، ان میں سے کچھ واقعات تو ایک سیاسی اور مذہبی انقلاب کی طرح دکھائی دیتے ہیں جس میں سارے ملکوں کی عوام ایک اہم کردار ادا کرتی دکھائی دیتی ہے

جہاں تک دوسرے پہلو کا تعلق ہے تو یہ ایک دیو مالائی واقعات کا مجموعہ لگتا ہے مثال کے طور پر بادلوں پر سوار ہونا، فرشتوں کے لشکر، بادلوں سے بلند آوازیں آنا، معجزاتی تلواریں، مُردوں کا زندہ ہونا، اور اسی طرح کے دیگر واقعات

پس ہمارے سامنے دو تصویریں ابھرتی ہیں، ایک یہ ہے کہ عظیم ترین مصلح یا رہنما اکیلے مکہ تشریف لاتے ہیں، وہاں وہ ایک نعرہ پیش کرتے ہیں، یہ نعرہ اتنا پرکشش ہوتا ہے کہ زمین کے سارے باشندے کلچر و عقیدہ اور مذہب و تہذیب کی کسی تفریق کے بغیر اس نعرے کے اندر اپنے مسائل کا حل پاتے ہیں، (اسی وجہ سے) غریب و مظلوم طبقہ ان کی حمایت کرے گا، ظالمین اور جابرین ان کی مخالفت کریں گے، مذہبی اجارہ داروں کا گروپ یعنی پادری، ملا، پنڈت اور ربی ان کی مخالفت میں باہر نکل آئیں گے، کیونکہ وہ اس نعرے کو اپنے مفادات کیلئے نقصان دہ سمجھتے ہوں گے، وہ اس کے خلاف بحث و مباحثہ کریں گے، یہ ساری مخالف

قوتیں اس عظیم ترین مصلح کو روکنے کوشش کریں گی، لیکن ان کا نعرہ چند ایک سالوں میں ساری دنیا میں پھیل جائے گا اور غلبہ پالے گا، انقلاب کو روکنے اور مزاحم ہونے کی پاداش میں مخالفین کو مار دیا جائے گا، اور یوں ایک شرافت اور اخلاقی اقدار کا حامل معاشرہ وجود میں آ جائے گا

دوسری تصویر بہت دیو مالائی سی دکھائی دیتی ہے کہ آسمانوں کا روحانی بادشاہ اچانک زمین پر اتر آتا ہے، جہاں اس کیلئے ایک آسمانی تخت بچھا کر سجایا جاتا ہے وہ اس تخت پر تشریف فرما ہوتے ہیں اور تخت کی شان بڑھ جاتی ہے، سارے اہل زمین اور اہل آسمان کو ایک مقام پر جمع ہو جانے کا حکم دیا جاتا ہے، ماضی کے تمام مردے اپنی قبروں سے باہر نکل آتے ہیں اور ایک خاص میدان میں جمع ہو جاتے ہیں، چاند اور ستارے اپنی روشنی کھو دیتے ہیں، فرشتے اور جنات آسمانوں سے نیچے اتر آتے ہیں اور اس تخت کو گھیر کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں ''اللہ اکبر'' یعنی اللہ سب سے بڑا ہے، دنیا کا نظام مکمل طور پر تبدیل ہو جاتا ہے، کمینے اور بدکار لوگ اپنے فطری انجام کو پہنچ جاتے ہیں، اسی دوران شیطان اپنی فوجوں کو جمع کرتا ہے ایک بڑی جنگ ہوتی ہے اور شیطان مارا جاتا ہے پس برائی کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جاتا ہے اور ایک ابدی لذت، سکون اور مسرت کا دور شروع ہو جاتا ہے

یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اس دوسرے پہلو پر یہ کہہ کر اعتراض اٹھائے کہ موجودہ سائنسی دور میں یہ بات کچھ اچھی طرح سے جچتی نہیں ہے، یا یہ بات ذہن کو قائل نہیں کرتی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ درست نہیں ہے کہ ہم ہر اس بات کو غلط کہیں جس کو ہمارا دماغ نہ سمجھ سکے، بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کو ہم سمجھ نہیں سکتے لیکن ہم انہیں سچ سمجھتے ہیں

عقول انسانی اس سب کو مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتے جو روحانی اور مابعد الطبیعاتی ہے مافوق الفطرت اسرار اور معجزات ہر مذہب کا جوہر ہوتے ہیں، حقیقتاً انہی باتوں کے زور پر لوگ ایک مذہب کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہیں، ہم انہیں دیو مالائی کہہ کر رد نہیں کر سکتے، اگر ہم مختلف انبیاء کے دکھائے گئے معجزات کو ''دیو مالائی'' ہونے کا لیبل دیتے رہیں تو پھر دنیا کا کوئی مذہب بھی قابل قبول نہیں رہے گا

رہے مختلف مذاہب کے اخلاقی قوانین تو انہیں تو ایک انسانی ذہن بھی ترتیب دے سکتا ہے، یہ مافوق الفطرت کرامات اور معجزات ہی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص کسی مذہب کو اِلہامی مذہب تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے

لٰہذا عظیم ترین رہنما کے دور کے بارے میں کی گئی اِلہامی پیشین گوئیوں کو جو اپنے اندر مافوق الفطرت عنصر رکھتی ہیں من وعن تسلیم کرنا چاہیے، دنیا کے 220 مذاہب کی کتب عظیم ترین رہنما کے بارے میں مذکورہ بالا واقعات بتاتی ہیں، اس لئے ہم ان پر دیو مالائی قصے ہونے کا لیبل نہیں لگا سکتے

مذہبی اجارہ دار

آپ کے ظہور پر نور کے وقت بعض نام نہاد مذہبی علماء اپنے غلط اعتقادات کی بنا پر آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوں گے، بعض دیگر شیطانی علماء (علمائے سُو) اپنے مادی مفادات کے حصول کی خاطر عظیم ترین خدائی رہنما کی حمایت بھی کریں گے ان کی صرف یہ خواہش ہوگی کہ حکومت اِلٰہیہ کے قیام کے بعد اعلیٰ عہدے اور دولت حاصل کرسکیں، وہ اپنے نفس کی اصلاح کی خاطر فوج اِلٰہی میں شامل نہیں ہوں گے، مگر وہ جب دیکھیں گے کہ قوانین اِلٰہی عدل و انصاف کی بنیاد پر نافذ العمل ہورہے ہیں تو وہ ناامید ہوجائیں گے اور جاری ہونے والے مختلف احکامات پر اعتراضات اٹھانا شروع کردیں گے، اور پھر وہ بلیک میل کرنے کی کوشش کریں گے، جیسا کہ ان کے پیش رو ماضی میں کیا کرتے تھے، اسی دوران عظیم ترین رہنما عدل و انصاف کی خاطر خدائی قوانین کا نفاذ جاری رکھیں گے، اس وقت تک حق کے مخالف عناصر منظر عام پر آجائیں گے

''پس خداوند کا کلام ان کیلئے حکم پر حکم، حکم پر حکم، قانون پر قانون، قانون پر قانون، تھوڑا یہاں، تھوڑا وہاں ہوگا تاکہ وہ چلے جائیں اور پیچھے گریں اور شکست کھائیں اور دام میں پھنسیں اور گرفتار ہوں'' ......(یسعیاہ، باب 28، آیت 13)

مذکورہ علمائے سُو عظیم ترین رہنما کے پاس جائیں گے اور کہیں گے

''اے فرزند رسول پاک! ہمیں آپ کی ضرورت نہیں ہے، برائے مہربانی آپ

وہاں چلے جائیں جہاں سے تشریف لائے ہیں‘‘

وہ آپ کے کیئے گئے فیصلوں پر قرآن و دیگر مذہبی کتب کے حوالوں سے بحث کرنے کی کوشش کریں گے، پھر وہ عظیم ترین رہنما کے کیئے گئے فیصلوں کو خلاف فقہ وقانونِ اسلام ہونے کا فتویٰ دیں گے، نتیجہ وہی ہوگا جو نبی یرمیاہ نے بتایا تھا ’’اور میں ان لوگوں کو جو گاؤدم داڑھی رکھتے ہیں ہر طرف ہوا میں پراگندہ کروں گا اور میں ان پر ہر طرف سے آفت لاؤں گا، خداوند فرماتا ہے‘‘

(یرمیاہ، باب 49، آیت 32)

یہ علمائے سُو عظیم ترین رہنما کے قتل کا فتویٰ جاری کریں گے جس کی وجہ سے ان سب کو تہ تیغ کردیا جائے گا، اسلامی کتب بتاتی ہیں کہ حق کی مخالفت کی بنا پر بارہ ہزار سے اسی ہزار تک علمائے سُو قتل کیئے جائیں گے، ان کی صحیح تعداد خدا ہی بہتر جانتا ہے، بہرحال جو کوئی بھی حق کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرے گا یا حق کو تسلیم نہ کرے گا تو نمائندۂ الٰہی اسے ختم کردیں گے، ان علمائے سُو کے پیروکار اور مددگار بھی اسی مقدر سے دوچار ہوں گے کیونکہ ان کا جرم بھی علمائے سُو سے کم نہ ہوگا حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں کہ...... ’’جو لوگ حق تعالیٰ کے نئے قوانین کو جھٹلاتے ہیں اور پنچائیتی علماء کے کہنے کو درست اور سچ مانتے ہیں وہ ایک طرح سے عام آدمی کو معصوم و گناہ سے محفوظ اور پاک ہستی جیسا مانتے ہیں، پس دراصل وہ حق تعالیٰ کی سچائی وحقانیت کی نفی کرتے ہیں‘‘ ......(برناباس کی انجیل)

ان کا یہ جرم دوہرا ہے

(1) ایک ایسے شخص کو جسے خدا نے گناہوں سے محفوظ یعنی معصوم نہیں بنایا، اسے

معصوم سمجھ لینا

(2) ایک معصوم ہستی کو غیر معصوم سمجھنا

یہ دونوں جرائم ان کے قتل کا جواز ہیں، ہزاروں ایسے لوگوں کو مار دیا جائے گا جو رہنمائے اِلٰہی کی طرف سے جاری کردہ کسی حکم پر اعتراض کریں گے یا اس کو ماننے یا عمل کرنے سے انکار کریں گے یا اس پر شک کریں گے۔ کیونکہ وہ تو خدا کے نائب ہوں گے، قادر حقیقی کے ظاہری طور پر موجود نہ ہونے پر اس کا نائب ہی پوری قدرت، طاقت اور اختیارات کا حامل و مالک ومختار بن کر آئے گا

سامانِ حرب وضرب

عظیم ترین آفاقی رہنما کی طرف سے استعمال ہونے والے ہتھیار، اسلحہ اور دیگر متعلقہ اشیاء خاص طور پر قابل ذکر ہیں

(1)......علم (جھنڈا)

احادیث میں بتایا گیا ہے کہ جب عام بیعت اطاعت لے لی جائے گی تو حضرت جبرائیل جنت سے ایک علم لے آئیں گے، پاک امام جعفرؑ صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ وہی علم ہے جو غزوۂ بدر کے موقع پر جبرائیل رسول پاک کیلئے لائے تھے، یہ جنت کے ریشم سے بنا ہوا ہے، یہ غزوۂ بدر میں کھولا گیا تھا اور فتح کے بعد لپیٹ دیا گیا تھا، امیر المومنین حضرت علیؑ علیہ السلام نے جنگ جمل میں اِسے ایک بار پھر کھولا تھا اور فتح کے بعد دوبارہ لپیٹ دیا گیا تھا، حضرت ابوالفضل العباسؑ علیہ السلام نے دس محرم الحرام کو کربلا میں اسے پھر کھولا لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے لپیٹ دیں کیونکہ اب اسے ہمارے قائم علیہ السلام (آخری عظیم ترین رہنما) کھولیں گے، یہ تمام پاک آئمہ علیہم السلام کے پاس محفوظ رہا تھا، جب ظہور کا لمحہ آئے گا تو یہ علم خود بخود کھل جائے گا، اس میں سے ایک آواز آئے گی کہ ''اے ولی اللہ! (اللہ کے دوست) برائے مہربانی اُٹھیے اور اللہ کے دشمنوں کو قتل کیجئے''

اعلانِ ظہور کے بعد یہ علم اسرافیل فرشتے کے پاس رہے گا جو اسے فوج کے آگے آگے اٹھا کر چلیں گے، پاک امام محمد باقر علیہ الصلواۃ والسلام فرماتے ہیں

''جیسا کہ ہم اپنے فرزند کو کوفہ کے عقب میں دیکھ رہے ہیں کہ انہوں نے نجف اشرف پہنچنے کے بعد پاک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو کھولنے کا حکم دے دیا ہے''

اس کا بانس (Rod) عرش (تخت اِلٰہی) کے پایوں میں سے ایک ہے، یہ علم اللہ کی مدد و نصرت ہے، رہنمائے اِلٰہی جہاں کہیں بھی اس کے ساتھ جائیں گے وہ اپنے دشمنوں کو ختم کرتے جائیں گے، اس علم کا رعب اور دبدبہ ایک مہینے میں طے ہونے والی مسافت جتنا دور تک پہنچتا ہوگا، اس کے اوپر ایک تحریر لکھی ہوئی ہوگی ''العظمۃ للہ'' یعنی عظمت وسربلندی اللہ کیلئے ہے

اس علم کے علاوہ فوج کے مختلف یونٹوں کے پاس کئی اور علم بھی ہوں گے، ان کو اُٹھانے والوں کے ناموں میں سے ایک نام شعیب بن صالح تمیمی کا دیا گیا ہے ان کے علم پر یہ تحریر ہوگی ''الطاعت للہ'' یعنی اطاعت وفرمانبرداری اللہ کیلئے ہے ایک اور علم ہوگا جس پر لکھا ہوگا ''سنو اور اطاعت کرو''

غالباً یہی وہ علم ہے جس کے بارے میں انجیل میں فرمایا گیا ہے

''اور وہ قوموں کیلئے دور سے جھنڈا بلند کرے گا اور ان کو زمین کی انتہا سے سسکار کر بلائے گا، اور دیکھ وہ دوڑے چلے آئیں گے، نہ کوئی ان میں سے تھکے گا، نہ پھسلے گا، نہ کوئی اونگھے گا، نہ سوئے گا، نہ ان کا کمر بند کھلے گا، اور نہ ان کی جوتیوں کا تسمہ ٹوٹے گا'' ......(یسعیاہ، باب 5، آیات 26-27)

اس علم کا ذکر بائبل میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے

(2)......گھوڑا

کتب میں رہنمائے الٰہی کے دو گھوڑوں کا ذکر ملتا ہے، ایک مکمل سفید رنگ کا ہوگا، غالبًا یہی ''مرتجز'' ہے جو حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کا گھوڑا ہے، دوسرا سفید نشانوں والا (White Spotted) ہوگا، ان کے گھوڑے کے ماتھے سے ایک نور نکلے گا جس سے دنیا کا ہر شہر جگمگا اٹھے گا، یہ چیز عظیم ترین رہنما کی خصوصی علامات میں سے ایک ہے۔

''پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے، اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے، اور وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے، اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں، اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں، اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور وہ خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے، اور اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے، اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید اور صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں، اور قوموں کو مارنے کیلئے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے، اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا، اور قادر مطلق خدا کے سخت غضب کی مئے کے حوض میں انگور روندے گا، اور اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے، بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند''

(مکاشفہ یوحنا عارف، باب 19، آیات 11-16)

''پھر میں نے اس حیوان اور زمین کے بادشاہ اور ان کی فوجوں کو اس گھوڑے پر

سوار اور اس کی فوج سے جنگ کرنے کیلیئے اکٹھے دیکھا، اور وہ حیوان اور اس کے ساتھ وہ جھوٹا نبی پکڑا گیا جس نے اس کے سامنے ایسے نشان دکھائے تھے جن سے اس نے حیوان کی چھاپ لینے والوں اور اس کے بت کی پرستش کرنے والوں کو گمراہ کیا تھا، وہ دونوں آگ کی اس جھیل میں زندہ ڈالے گئے جو گندھک سے جلتی ہے، اور باقی اس گھوڑے کے سوار کی تلوار سے جو اس کے منہ سے نکلتی تھی قتل کئے گئے، اور سب پرندے ان کے گوشت سے سیر ہو گئے''

اس گھوڑے کی خصوصیات میں سے ایک اس کا خلا وفضا میں اڑنا ہے، اس خوبی کا ذکر ہندووں، یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی کتب میں کیا گیا ہے

''اس نے آسمانوں کو بھی جھکایا اور پھر نیچے اترا، اور اس کے پیروں کے نیچے تاریکی تھی، اور وہ ایک خوبصورت پروں والی سواری (براق) پر سوار ہوا، اور اس نے پرواز کی اور وہ ہوا کے پروں پر سوار دکھائی دیتا تھا، اور اس نے اپنے گرد تاریکی کے اور گہرے پانیوں کے اور آسمانوں کے گھنے بادلوں کے شامیانے لگا دیئے''

(3)......تلوار

تمام مذاہب بتاتے ہیں کہ عظیم ترین آسمانی رہنما کے ہاتھ میں ایک آگ برساتی تلوار ہوگی'' کیونکہ آگ اور اپنی تلوار سے خداوند تمام بنی آدم کا مقابلہ کرے گا اور خداوند کے مقتول بہت سے ہوں گے'' ......(یسعیاہ، باب 66، آیت 16)

اسلامی کتب میں ایک روایت یہ بھی موجود ہے کہ جب مکہ میں چاہ زم زم کو دوبارہ

کھودا گیا تھا تو یہ تلوار پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک دادا حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کو ملی تھی اور اس پر عظیم ترین رہنما کا اسم مبارک لکھا ہوا تھا پاک امام محمد تقی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ظہور کے وقت یہ تلوار اپنے نیام میں سے خود بخود نکل آئے گی اور علم کی طرح عظیم ترین رہنما سے درخواست کرے گی کہ

''یا ولی اللہ! اُٹھیے اور مظلومین کا انتقام لیجئے''

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ تلوار پورے سات ماہ تک مسلسل دشمنانِ خدا کو قتل کرنے میں مصروف رہے گی، یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ عظیم ترین رہنما کے 313 اصحاب کی تلواریں بھی جنت سے نازل ہوں گی، اور ان میں سے ہر ایک کا نام اس کی متعلقہ تلوار پر نقش ہوگا، اسی طرح سے ان کیلئے گھوڑے بھی جنت سے نازل ہوں گے

''اس روز گھوڑوں کی گھنٹیوں پر مرقوم ہوگا خداوند کیلئے مقدس و پاک''

(زکریاہ، باب 14، آیت 20)

(4)...... دارالحکومت

ہر انقلاب کے شروع میں ٹوٹ پھوٹ کا ہونا ایک لازمی امر ہے، سابقہ اقدار اور قوانین کی دیواریں ڈھا دی جاتی ہیں، نئے قوانین اور اصول بتدریج نافذ العمل کئے جاتے ہیں، پچھلی عمارت تو تباہ ہو چکی ہوتی ہے اور نئی ابھی تعمیر نہیں ہوئی ہوتی، اس درمیانی عرصے میں انقلاب کے نتائج وثمرات صاف طور پر نظر نہیں آ سکتے، آہستہ آہستہ ہر چیز اپنی صحیح جگہ پر آ جاتی ہے اور کچھ عرصے کے بعد انقلاب کے نتائج وثمرات دکھائی دینے لگتے ہیں، انقلاب مخالف قوتیں جب کچلی جاتی ہیں

تو وہ زیر زمین چلی جاتی ہیں اور اپنی منفی سرگرمیاں شروع کر دیتی ہیں، جب انقلابی قوتیں مستحکم ہو جاتی ہیں تو وہ نئے قوانین اور احکامات درجہ بدرجہ نافذ العمل کرتی ہیں
اِنقلاب اِلٰہی کا انداز بھی کچھ اسی طرح کا نظر آتا ہے، پہلے عظیم رہنما اکیلے ظاہر ہوں گے، روحانی ذرائع کے ساتھ وہ مادی ذرائع کو اکٹھا کریں گے، تب فرشتے اور انسان ان کے گرد جمع ہو جائیں گے اور جنگیں ہوں گی، جن میں وہ خود بھی لڑیں گے، یہاں تک کہ مخالف قوتیں کچل دی جائیں گی اور منتشر ہو جائیں گی حق کی طاقت کو تسلیم کر لیا جائے گا، اس وقت دنیا میں کوئی بھی حکومت ایسی نہ رہ جائے گی جو خدائی افواج کی مخالفت کرنے کے قابل ہو، چھوٹے چھوٹے مخالف گروپ اور محدود افرادی قوت رکھنے والی کمزور جماعتیں زیر زمین چلی جائیں گی اور خفیہ سازشیں کریں گی، حق اپنا مضبوط مرکز قائم کرے گا جو اس کا دارالحکومت بنے گا، یہ مقدس دارالحکومت دریائے فرات کے کنارے پر ہوگا۔
انجیل مقدس کہتی ہے کہ...... ''اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے زمین کی انتہا تک ہوگی'' ......(زبور-72، آیت 8)
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دارالحکومت دریائے فرات کے کنارے پر ہوگا اور حکومت اِلٰہیہ کی سرحدیں زمین کے آخری کنارے تک پھیلی ہوں گی، انجیل مقدس اور اسلامی احادیث کا اکٹھا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس حکومت کا مرکز کوفہ میں ہوگا جہاں عظیم ترین رہنما ایک مسجد تعمیر کرائیں گے جس کے ایک ہزار دروازے ہوں گے، دارالحکومت 22×22 میل کے علاقے پر مشتمل ہوگا

ایک دوسرے درجے کا یا ذیلی دارالحکومت یروشلم میں بھی تعمیر کیا جائے گا، اس کی تائید انجیل مقدس سے ہوتی ہے

''کیونکہ شریعت صیہون سے اور خداوند کا کلام یروشلم سے صادر ہوگا''

(یسعیاہ، باب 2، آیت 3)

''اور اس روز یروشلم سے آب حیات جاری ہوگا''......(زکریاہ، باب 14، آیت 8)

یوحنا عارف کے مکاشفہ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ایک نیا یروشلم وجود میں آئے گا لفظ یروشلم کا مطلب ''دینی رہنمائی کا مرکز'' ہے، اس لئے ممکن ہے کہ کوفہ کو ہی نیا یروشلم قرار دے دیا جائے ......(واللہ اعلم بالصواب)

''تب میں (یوحنا) نے مقدس شہر نئے یروشلم کو آسمان پر سے خدا کے پاس اترتے دیکھا اور وہ اس دلہن کی مانند آراستہ تھا جس نے اپنے شوہر کیلئے سنگھار کیا ہو''

(مکاشفہ، باب 21، آیت 2)

یہ نیا یروشلم کوفہ کے قریب حرا کے مقام پر یا اس کے قریب تعمیر کیا جائے گا، غالباً اس کا نام بھی نیا ہوگا، اس شہر کا ذکر یوحنا عارف نے تفصیل سے کیا ہے

''اور میں نے اس میں کوئی مقدس نہ دیکھا، اس لئے کہ خداوند خدا قادر مطلق اور برہ اس کا مقدس ہیں، اور اس شہر میں سورج یا چاند کی روشنی کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ خدا کے جلال نے اسے روشن کر رکھا ہے، اور برہ اس کا چراغ ہے، اور قومیں اس کی روشنی میں چلیں پھریں گی، اور زمین کے بادشاہ اپنی شان وشوکت کا سامان اس میں لائیں گے، اور اس کے دروازے دن کو ہرگز بند نہ ہوں گے اور رات وہاں نہ ہوگی''......(مکاشفہ، باب 21، آیات 22-25)

''اور پھر رات نہ ہوگی اور وہ چراغ اور سورج کی روشنی کے محتاج نہ ہوں گے کیونکہ خداوند خدا ان کو روشن کرے گا اور وہ ابد الآباد تک بادشاہی کریں گے''
(مکاشفہ، باب 22، آیت 5)

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے کہ

☆وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ()......(سورۂ الزمر، آیت 69)

''زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی'' اس آیت کی تشریح میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پھر سورج یا چاند کی روشنی کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوگی

متعدد کتب بتاتی ہیں کہ عظیم ترین رہنما دنیا کے سب ممالک کا دورہ کریں گے اور ہر جگہ ان کا استقبال نہایت گرم جوشی سے کیا جائے گا، میں ان مقامات کی یقینی نشاندہی تو نہیں کرسکتا البتہ اتنا بتا سکتا ہوں کہ وہ جہاں بھی تشریف لے جائیں گے تو ان کا استقبال کیسے کیا جائے گا

''اے خدا! لوگوں نے تیری آمد دیکھی، مقدس میں میرے خدا میرے بادشاہ کی آمد، گانے والے آگے آگے اور بجانے والے پیچھے پیچھے چلے، دف بجانے والی جوان لڑکیاں بیچ میں، تم جو اسرائیل کے چشمہ سے ہو خداوند کو مبارک کہو، ہاں مجمع میں خداوند کو مبارک (ہدیۂ تبریک) پیش کرو'' ......(زبور-68، آیات 24-26)

''اے خدا میں تیرے لئے نیا گیت (قصیدہ) گاؤں گا، دس تار والی بربط پر میں تیری مدح سرائی کروں گا'' ......(زبور-144، آیت 9)

''ساری زمین تجھے سجدہ کرے گی اور تیرے حضور گائے گی'' ......(زبور-66، آیت 4)

''اور خداوند کا جلال آشکار ہوگا اور تمام بشر اس کو دیکھیں گے کیونکہ خداوند نے

اپنے منہ سے فرمایا ہے'' ......(یسعیاہ، باب 40، آیت 5)

''ہم اس دن میں شادمان ہوں گے اور خوشی منائیں گے'' ......(زبور-18، آیت 24)

بہت سے شہروں کو صوبائی دارالحکومت بنانے کا شرف عطا کیا جائے گا، وہ سب مقدس شہر ہوں گے، بہت سی کتب میں ان کے نام بھی دیئے گئے ہیں ......(1)

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، یروشلم، صیہون، ترکی، سری لنکا، کشمیر، ملتان، چین، آذربائیجان، روم وغیرہ

ان شہروں کی خصوصیات اور انوکھا پن اس طرح بتایا گیا ہے

''پھر اس نے مجھے بلور کی طرح چمکتا ہوا آبِ حیات کا ایک دریا دکھایا جو خدا اور برہ کے تخت سے نکل کر اس شہر کی سڑک کے بیچ میں بہتا تھا، اور دریا کے وار پار زندگی کا درخت تھا، اس میں بارہ قسم کے پھل آتے تھے، اور ہر مہینے میں پھلتا تھا' اور اس درخت کے پتوں سے قوموں کو شفا ہوتی تھی، اور پھر لعنت نہ ہوگی اور خدا اور برہ کا تخت اس شہر میں ہوگا، اور اس کے بندے اس کی عبادت کریں گے، اور وہ اس کا چہرہ دیکھیں گے، اور اس کا نام ان کے ماتھوں پر لکھا ہوا ہوگا''

(مکاشفہ عارف یوحنا، باب 22، آیات 1-4)

کوئی بھی اس آنے والے اچھے دور کے بارے میں یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ کتنی زیادہ خوشیاں، مسرتیں اور سکون اپنے اندر رکھتا ہوگا، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں عظیم برناباس کا مقولہ لکھ دوں جو جناب یسعیاہ کے حوالے سے ہے فرمایا گیا ہے

....

(1)......عظیم ترین آفاقی رہنما کی غیبت سے متعلقہ کتب میں تفصیل کے ساتھ ان شہروں کے نام دیئے گئے ہیں مثال کے طور پر کتاب ''مہدیؑ موعود'' از حسینؑ امام زادہ مطبوعہ ایران

’’نہ کسی انسان کی آنکھوں نے دیکھا ہے، نہ کسی کے کانوں نے سنا ہے، نہ کسی کے خیال وگمان میں وہ ہے جو کچھ خدا تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کیلئے جمع کر رکھا ہے‘‘

﴿آمد کا انداز﴾

کچھ کتب میں اِس عظیم ترین رہنما کی دارالحکومت میں تشریف آوری کے انداز کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، یہ تو یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی مذکورہ آمد کسی ایک جگہ کیلئے ہے یا مختلف شہروں میں ان کی آمد کا یہی انداز ہے لیکن اپنی حکومت کے قیام کے بعد آخری عظیم ترین رہنما جس شان وشوکت سے تشریف لائیں گے وہ یقیناً بہت فقید المثال ہوگا، فرشتوں کے لشکر جو شان وشوکت اور جاہ جلال میں اضافہ کریں گے خصوصاً قابل ذکر ہے، قرآن پاک فرماتا ہے

☆وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا() ......(سورۃ الفجر، آیت 22)

’’اور تیرا رب اور فرشتے صف بہ صف آئیں گے‘‘

☆وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا () ......(سورۃ الفرقان، آیت 25)

’’اور جس دن آسمان بادلوں سے پھٹ جائے گا اور جوق در جوق فرشتے نیچے اتریں گے، ایک عظیم اترنا (ہوگا)‘‘

☆وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ()......(سورۃ الزمر، آیت 75)

’’اور تم ملائکہ کو عرش (تختِ اِلٰہی) کے گرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی تسبیح کرتے ہوئے دیکھو گے، اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تمام تعریف اللہ رب العالمین کیلئے ہی ہے‘‘

☆اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ()......(سورۃ المومن،آیت 7)

''وہ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں (سب) اپنے رب کی تسبیح کر رہے ہیں، اور اس پر ایمان (1) رکھتے ہیں، اور جو (لوگ) ایمان لائے ان کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں (یہ کہتے ہوئے) کہ اے ہمارے رب ہر شے پر (تیری) رحمت اور علم چھایا ہوا ہے، پس جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستے (2) کی پیروی کی انہیں بخش دے اور انہیں جہنم کی سزا یا عذاب سے بچالے''

''اس کا شان وجلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوگئی، اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی، اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں، اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی'' ......(حبقوق، باب 3، آیات 3-4)

''اے پھاٹکو! اپنے سر بلند کرو، اے ابدی دروازو! ان کو بلند کرو، اور شان و جلال کا بادشاہ داخل ہوگا، یہ جلال کا بادشاہ کون ہے؟ یہ رب الافواج ہے جو

....

1 ...... یہاں لفظ ''ایمان'' اطاعت وتابع فرمانی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے
قرآن پاک میں حضرت لوط کے بارے میں فرمایا گیا ہے ''اور لوط، ابراہیم پر ایمان رکھتے تھے'' اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت لوط پہلے ان پر ایمان نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کے احکامات کو مانتے اور ان کی پیروی کرتے تھے

2 ......قرآنِ کریم کی اصطلاح میں ہر نمائندۂ خدا یا مظہرِ خدا کو سبیل یا راستہ یا صراطِ مستقیم کہا گیا ہے

شان و جلال کا بادشاہ ہے'' ......(زبور-24، آیات 9-10)

بہت سے انبیاء ہوں گے جو عظیم ترین خدائی رہنما کے ساتھ بادلوں پر سوار ہوں گے اور زمین پر اتریں گے۔ انجیل مقدس اس بات کی وضاحت یوں کرتی ہے

''یسوع نے اس سے کہا تو نے خود کہہ دیا بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کے داہنی طرف بیٹھے ہوئے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے'' ......(متی کی انجیل، باب 26، آیت 24)

''اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا، اور اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی، اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی'' ......(متی کی انجیل، باب 24، آیت 30)

﴿عدالت اِلٰہیہ﴾

پھر عدالت اِلٰہیہ قائم کی جائے گی، عظیم ترین خدائی رہنما اپنی تشریف آوری و موجودگی سے اس عدالت کو سجائیں گے اور اس کی شان بڑھائیں گے، سب سے پہلے متقین اور مظلومین کو بلایا جائے گا، ان کو بھی بلایا جائے گا جن کا ایمان وعقیدہ تو صحیح تھا مگر ان کے اعمال ضرورت سے کم تھے۔ یہ حکم دیا جائے گا

''میرے مقدسوں کو میرے حضور جمع کرو، جنہوں نے قربانی کے ذریعے سے میرے ساتھ عہد باندھا ہے'' ......(زبور-50، آیت 5)

قرآن کریم کی سورۂ النباء آیت 38 میں فرمایا گیا ہے کہ

☆يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا

''جس دن ملائکہ اور روح صف بہ صف کھڑے ہوں گے ان میں سے کوئی بھی کلام نہ کرے گا، سوائے اس کے جسے رحمٰن اجازت دے اور وہ ٹھیک (یعنی حق) بات کرے''

☆یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا() ......(سورۂ مریم، آیت 85)

''جس دن کہ ہم متقین کو رحمٰن کے حضور (با عزت) وفد کی صورت میں جمع کریں گے''

☆ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ م بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ کِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا() ......(سورۂ بنی اسرائیل، آیت 71)

''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے پھر جس کو اس کی کتاب (نامۂ اعمال) اس کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی پس وہ لوگ اپنی کتاب کو پڑھیں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا''

ہر دور کی (پہلی سے آخری) امت کے لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔

☆قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ() لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ()

''فرما دیجئے بے شک پہلے بھی اور پچھلے بھی، بالضرور وہ (سب) یوم معلوم میں جائے مقررہ پر اکٹھے کئے جائیں گے'' ......(سورۂ الواقعہ، آیات 49-50)

☆یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

''جس دن وہ (قبروں سے) باہر نکل پڑیں گے (اور) ان کی کوئی چیز اللہ سے مخفی نہ ہوگی (تو سوال کیا جائے گا) آج کے دن کا اختیار و حکومت کس کا ہے؟ (جواب ملے گا) اللہ واحد غلبہ (قدرت) والے کا'' ......(سورۂ مومن، آیت 16)

☆یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَاعِوَجَ لَهٗ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا () یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ()

''اس دن لوگ اس پکارنے والے کے پیچھے پیچھے ہولیں گے، اور ان سے کجی نہ ہوسکے گی، اور رحمٰن کے سامنے آوازیں گھگھیا جائیں گی، پس تو سوائے کھسر پھسر کے کچھ نہ سنے گا، اس دن کوئی سفارش سود مند نہ ہوگی، سوائے اس کے جسے رحمٰن اجازت دے اور جس کی بات وہ پسند وقبول کرے'' ......(سورۂ طہٰ، آیات 108-109)

☆اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا() لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا () وَ کُلُّهُمْ اٰتِیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَرْدًا () ......(سورۂ مریم، آیات 93-95)

''بیشک جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ رحمٰن کے سامنے بندے (یا غلام) کی حیثیت سے پیش ہونے والا ہے، بے شک اس (رحمٰن) نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور ان کی تعداد کو گن رکھا ہے، اور قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اس کے حضور تن تنہا ہی آئے گا''

اس کا مطلب ہے کہ متقی و صالح بندے گروہوں اور وفود کی شکل میں حاضر ہوں گے اور دوسرے یعنی گنہگار ایک ایک کر کے آئیں گے، دربار و عدالت شاہی میں خوف خدا رکھنے والے متقین کو سنہری کرسیوں پر بٹھایا جائے گا، اور گناہ گاروں یا بدکرداروں کا جو انجام ہوگا اس کی واضح تصویر قران کریم میں دکھائی گئی ہے کہ

☆وَ تَرٰهُمْ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ () ......(سورۂ الشوریٰ، آیت 45)

''اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ اس کے سامنے (اس حال میں) پیش کیئے جائیں گے اور وہ مارے ذلت کے جھکے جا رہے ہوں گے (اور) دزدیدہ نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور صاحبانِ ایمان کہیں گے کہ (ابدی) زیاں کار تو وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے دن خود کو اور اپنے اہل کو خسارے میں ڈالا۔ آگاہ رہو کہ بے شک ظالم دائمی عذاب میں گرفتار ہوں گے''

☆فَالیَومَ الَّذِینَ اٰمَنُوْا مِنَ الْکُفَّارِ یَضْحَکُوْنَ () عَلَی الاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ ()

''پس آج کے دن ایمان والے انکار کرنے والوں پر ہنسیں گے، وہ اونچی مسندوں پر بیٹھے (ان کا) نظارہ کر رہے ہوں گے'' ......(سورۂ مطففین، آیات 34-35)

☆وُجُوْہُ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ () اِلیٰ رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ () ......(سورہ القیامہ، آیات 22-23)

''اس دن کچھ چہرے ہشاش بشاش ہوں گے۔ وہ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے''

مقدس انجیل کہتی ہے کہ ''پھر میں نے ایک بڑا سفید تخت اور اس کو جو اس پر بیٹھا ہوا تھا دیکھا، جس کے سامنے سے زمین اور آسمان بھاگ گئے، اور انہیں کہیں جگہ نہ ملی، پھر میں نے چھوٹے بڑے سب مردوں کو اس تخت کے سامنے کھڑے ہوئے دیکھا، اور کتابیں کھولی گئیں، پھر ایک اور کتاب کھولی گئی یعنی کتابِ حیات اور جس طرح ان کتابوں میں لکھا ہوا تھا ان کے اعمال کے مطابق مردوں کا انصاف کیا گیا، اور سمندر نے اپنے اندر کے مردوں کو دے دیا، اور موت اور عالم ارواح نے اپنے اندر کے مردوں کو دے دیا، اور ان میں سے ہر ایک کے اعمال کے موافق اس کا انصاف کیا گیا، پھر موت اور عالم ارواح آگ کی جھیل میں

ڈالے گئے، یہ آگ کی جھیل دوسری موت ہے، اور جس کسی کا نام کتابِ حیات میں لکھا ہوا نہ ملا وہ آگ کی جھیل میں ڈالا گیا'' (یوحنا کا مکاشفہ، باب 20، آیات 11-15)

درج بالا آیات ہمیں دو قسم کی کتابوں کے بارے بتاتی ہیں

نفس یا ذات کی کتاب اور کتابِ حیات

☆وَ وُضِعَ الْکِتٰبُ فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَ یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا () ......(سورۂ الکھف، آیت 49)

''اور (اس دن) کتاب رکھی جائے گی، اور جو کچھ اس میں ہوگا تو اس سے مجرموں کو ڈرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے دیکھے گا کہ ہائے افسوس ہم پر یہ کیسی کتاب ہے جس نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات چھوڑی ہی نہیں جس کا کہ احاطہ نہ کر رکھا ہو، اور وہ (اس کتاب میں) جو بھی عمل کیا ہوا ہوگا اس کو حاضر و موجود پا لیں گے، اور تیرا رب تو کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرتا''

☆وَ تَرٰی کُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً کُلُّ اُمَّةٍ تُدعٰیٓ اِلیٰ کِتٰبِهَا اَلیَومَ تُجزَونَ مَا کُنتُم تعمَلُونَ () هٰذَا کِتٰبُنَا یَنطِقُ عَلَیکُم بِالحَقِّ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنتُم تعمَلُونَ ()

''اور تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل دیکھے گا، ہر امت کو اس کی کتاب (نامۂ اعمال) کی طرف بلایا جائے گا (اور کہا جائے گا) آج کے دن تمہیں اس کے مطابق جزا دی جائے گی جو کچھ کہ تم کیا کرتے تھے، یہ ہے ہماری کتاب جو تم پر حق بولے گی، ہم تو لکھتے رہتے تھے جو کچھ بھی تم کیا کرتے تھے'' ......(سورۂ الجاثیہ، آیات 28-29)

☆وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْکِتٰبُ وَ جِآیْءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ

بَیْنَھُمْ بِالْحَقِّ وَ ھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ () ......(سورۃ الزمر، آیت 69)

''اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور کتاب رکھی جائے گی اور انبیاء اور شہداء (گواہ) لائے جائیں گے اور ان لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا''

پھر خداوند کا جاہ وجلال اور شان وعظمت دکھائی جائے گی

''اور خداوند کا جلال آشکارا ہوگا اور تمام بشر اس کو دیکھیں گے کیونکہ خداوند نے اپنے منہ سے فرمایا ہے'' ......(یسعیاہ، باب 40، آیت 5)

☆فَلَمَّا رَاَوْہُ زُلْفَۃً سِیْٓئَتْ وُجُوْہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ قِیْلَ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تَدَّعُوْنَ ()

''پھر جب وہ اس کو قریب دیکھ لیں گے تو وہ لوگ جو (پہلے) منکر تھے ان کے چہرے بگڑ جائیں گے، اور (ان سے) کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس کا تم تقاضہ کیا کرتے تھے''

☆ یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ (سورۃ الملک، آیت 27)

خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ وَ قَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وَ ھُمْ سٰلِمُوْنَ ()

(سورۃ القلم، آیات 42-43)

''پنڈلی کھولے جانے کے دن (یعنی سخت آزمائش کے دن) جب وہ سجدے کیلئے بلائے جائیں گے تو وہ (سجدہ) نہ کرسکیں گے، ان کی آنکھیں (شرم کے مارے) نیچی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوگی، اور اس سے پیشتر (دنیا میں) جب انہیں سجدہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو وہ صحیح وسالم ہوتے تھے (مگر سجدہ نہ کرتے تھے)''

''خداوند نے اپنا پاک بازو تمام قوموں کی آنکھوں کے سامنے ننگا کیا ہے اور

زمین کی ساری انتہائیں ہمارے خدا کی (طرف سے ملنے والی) نجات کو دیکھیں گی'' ......(یسعیاہ، باب52،آیت10)

گذشتہ آیات سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ جو اپنی زندگی میں منسوباتِ الٰہی کی عزت و احترام کرنے کے عادی ہوں گے وہ آخر کار کامیاب ہوں گے، پہلے زمانے سے لے کر آخری تک کے ایسے تمام کامیاب ہونے والے بندوں کو نا کامیاب لوگوں سے الگ کر لیا جائے گا، اس کے بعد مؤخر الذکر طبقہ کو بلا کر اکھٹا کرنے کیلئے ایک اعلان ہوگا کہ......(سورۂ المرسلٰت، آیات29-34،38)

☆اِنْطَلِقُوْآ اِلیٰ مَا کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ (29) اِنْطَلِقُوْآ اِلیٰ ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (30) لَا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّھَبِ (31) اِنَّھَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ (32) کَاَنَّہٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (33) وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ(34) ......ھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰکُمْ وَ الْاَوَّلِیْنَ (38)

''(ان سے کہا جائے گا) اب اس طرف چل دو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے، تین شاخوں والے سائے کی طرف چل دو، جو نہ تو ٹھنڈا ہوگا اور نہ ہی آگ کی لپیٹ سے بچائے گا، بالتحقیق وہ (آتش) کسی محل کی مانند انگارے پھینکتی ہوگی، گویا وہ (انگارے) سیاہی مائل زرد رنگ کے اونٹ ہیں، اس دن جھٹلانے والوں کیلئے ویل ہے، ...... یہ فیصلہ کا دن ہے، ہم نے تمہیں اور اوّلین کو اکھٹا کر لیا ہے''

جب ظالمین اور گناہگار نظر سے اوجھل ہو جائیں گے تو صالحین کو ان کے شایانِ شان انعام و اجر عطا کیا جائے گا

''پھر میں نے تخت میں سے کسی کو بلند آواز سے یہ کہتے سنا کہ دیکھ! خدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہوگا، اور وہ ان کے ساتھ سکونت کرے گا، اور وہ اس کے

لوگ ہوں گے، اور خدا آپ اِن کے ساتھ رہے گا، اور وہ ان کا خدا ہوگا اور وہ ان کی آنکھوں کے سب آنسو پونچھ دے گا، اس کے بعد نہ موت رہے گی، اور نہ ماتم رہے گا، نہ آہ و نالہ، نہ درد، پہلی چیزیں جاتی رہیں، اور جو تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا دیکھ میں سب چیزوں کو نیا بنا دیتا ہوں، پھر اس نے کہا لکھ لے کیونکہ یہ باتیں سچ اور برحق ہیں'' ......(یوحنا عارف کا مکاشفہ، باب 21، آیات 3-5)

''وہ موت کو ہمیشہ کیلئے نابود کرے گا، اور خداوند خدا سب کے چہروں سے آنسو پونچھ ڈالے گا، اور اپنے لوگوں کی رسوائی تمام سرزمین پر سے مٹا دے گا، کیونکہ خداوند نے یہ فرمایا ہے'' ......(یسعیاہ، باب 25، آیت 8)

''اور اس وقت بہت سی قومیں خداوند سے میل کریں گی، اور میری امت ہوں گی اور میں تیرے اندر سکونت کروں گا'' ......(زکریاہ، باب 2، آیت 11)

''رب الافواج فرماتا ہے اس روز وہ میرے لوگ بلکہ میری خاص ملکیت ہوں گے اور میں ان پر ایسا رحیم ہوں گا جیسا باپ اپنے خدمت گزار بیٹے پر ہوتا ہے''
(ملاکی، باب 3، آیت 17)

''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم تو روؤ گے، اور ماتم کرو گے، مگر دنیا خوش ہوگی، تم غمگین تو ہو گے لیکن تمہارا غم ہی خوشی بن جائے گا، جب عورت جننے لگتی ہے تو غمگین ہوتی ہے اس لئے کہ اس کے دکھ کی گھڑی آ پہنچی، لیکن جب بچہ پیدا ہو چکتا ہے تو اس خوشی سے کہ دنیا میں ایک بیٹا پیدا ہوا اس درد کو پھر یاد نہیں کرتی، پس تمہیں بھی اب تو غم ہے مگر میں تم سے پھر ملوں گا، اور تمہارا دل خوش ہوگا، اور پھر تمہاری خوشی کوئی تم سے چھین نہ سکے گا'' ......(یوحنا، باب 16، آیات 20-22)

انجیل مقدس کی ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک دکھ بھرے عرصہ کے بعد ایک ابدی خوشی کا زمانہ عطا کیا جائے گا، سب سے بڑی خوشی تو یہ ہو گی کہ عظیم ترین خدائی رہنما ہمارے درمیان موجود ہوں گے، آدمی ماضی کی پسندیدہ ہستیوں سے ملیں گے، انہیں دکھ اور مصیبت برداشت کرنے کے صلے میں ابدی مسرتیں نصیب ہوں گی، انہیں بیٹھنے کیلئے شاہی تخت عطا کئے جائیں گے، انہیں خدا کا کلام براہ راست اس سے سننے کی خوشی وسعادت حاصل ہو گی

''اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہو گا'' ......(استثنا، باب 33، آیت 3)

انبیاء کی طرف سے کئے گئے تمام وعدے پورے کر دیئے جائیں گے، مظلومین پر ہونے والے مظالم کا بہترین بدلہ لے لیا جائے گا

☆وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ () ......(سورۂ الزمر، آیت 74)

''اور وہ کہیں گے کہ تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے ہم سے کیا گیا اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا، ہم باغ (جنت) میں جہاں چاہیں رہیں گے، کیا ہی اچھا اجر ہے (نیک) عمل کرنے والوں کا''

اس موضوع پر کئی گنا زیادہ حوالہ جات دیئے جا سکتے ہیں لیکن میں اختصار کی خاطر اس سمت زیادہ آگے نہیں جاؤں گا

انتظامیہ اور عدلیہ

کسی حکومت کو صحیح طور پر چلانے کیلئے دو محکمے انتہائی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں

(1)......انتظامیہ

(2)......عدلیہ

اگر یہ دونوں ستون مضبوط ہوں بطریق احسن کام کر رہے ہوں اور دیانتدار و مخلص ہوں تو ملک کا معاشرتی ڈھانچہ کبھی بھی بے راہروی کا شکار نہیں ہوسکتا

حکومت اِلٰہیہ میں عوام خود اصول و قانون کے اتنے پابند ہوں گے کہ کسی تعزیری قانون کو عمل میں لانے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی، اگر کوئی جرم ہی نہ ہو تو تعزیراتی قوانین خود بخود فالتو اور بے کار ہو جاتے ہیں، تاہم ایک عادلانہ معاشرے کیلئے بہتر انتظامی ڈھانچے کی تشکیل لازمی امر ہوتا ہے، معاشرے کے کچھ نیک اور متقی بندوں کو اعزاز دینے کیلئے اعلیٰ افسر یا منتظم بنانا ضروری ہوتا ہے یہ چیز معاشرے کو فعال اور منظّم رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے کیونکہ ریاست کے کل پرزے (افسر) معاشرے کے ہر فرد کی رہنمائی اس کے متعلقہ فرائض کی طرف کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ان فرائض کو کہاں کب اور کس طرح سرانجام دینا ہے؟

حکومت اِلٰہیہ کے قیام کیلئے شروع میں تو انتظامی افسران کی تقرری ویسے بھی بہت ضروری ہوگی کیونکہ ظالمین اور ان کے مظالم کی باقیات کسی قدر موجود ہوں گی

جب تک معاشرہ صحیح طور پر پاک وصاف نہ ہو جائے ایک منظّم طریق کار اور نظام نہایت ضروری ہوتا ہے

اِلہامی کتب نے اُس سنہری دور کا جو نظام بتایا ہے وہ درج ذیل ہے

عظیم ترین خدائی رہنما روئے زمین پر سب سے بڑے مجاز حاکم ہوں گے، وہ سارے اختیارات کا منبع و مرکز ہوں گے، کیونکہ صرف وہی اللہ تعالیٰ کے نائب اور نمائندہ ہوں گے، وہ اپنے اعلیٰ انتظامی افسران اور سفیر مختلف ملکوں میں مقرر کریں گے۔ ہم یہ بتانے کے قابل تو نہیں کہ اس وقت زمین کی جغرافیائی شکل و صورت کیا ہوگی اور مختلف ممالک کی سرحدوں کی حد بندی کیا ہوگی؟ تاہم یہ بات تو یقینی ہے کہ انتظامی معاملات میں سہولت کیلئے دنیا کو بہت سے یونٹوں میں تقسیم کیا جائے گا اور ان کی حکمرانی کچھ یا سارے انبیاء کو سونپی جائے گی

جیسا کہ دانیال نبی نے بتایا تھا

''میں نے رات کو رویا میں دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ابن آدم کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا اور قدیم الایام تک پہنچا، وہ اسے اس کے حضور لائے اور سلطنت اور حشمت اور مملکت اسے دی گئی تاکہ سب لوگ اور امتیں اور مختلف زبانیں بولنے والے اس کی خدمت گزاری کریں، اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے جو جاتی نہ رہے گی اور اس کی مملکت لازوال ہوگی''

(دانی ایل، باب 7، آیات 13-14)

ایک طویل حدیث میں حضرت اسمٰعیل نبی (صادق الوعد) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کو حکومت کرنے کیلئے ایک ریاست دی جائے گی، اس کے علاوہ عظیم

ترین خدائی رہنما کے 313 اصحاب جن میں حضرت موسیٰ، جناب یوشع بن نون، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب حضرت عقیل علیہ السلام کے فرزند اور بنو ہاشم کی چند شخصیات شامل ہیں، ان سب کو زمین کے مخصوص حصوں کی حکومتیں دی جائیں گی۔ رجعت (1) سے متعلقہ احادیث ظاہر کرتی ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر حضرت امام حسینؑ علیہ السلام (جو عظیم ہادی الٰہی کے پاک دادا ہیں) تک سب نے اس دنیا میں حکومت کرنا ہے

بعض دیگر احادیث بتاتی ہیں کہ کچھ ہستیوں کو ایک مخصوص مدت کیلئے انفرادی طور پر پوری دنیا پر حکومت عطا کی جائے گی، کسی ہستی کا دور حکومت چالیس ہزار سال ہو گا، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت داؤد کو بھی بادشاہی اور فرمانروائی عطا کی جائے گی

جو کچھ میں سمجھ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کو زمین کے مخصوص حصوں کی حکومت عطا کی جائے گی، ان کی اپنی آزادانہ حکومتیں ہوں گی اور اپنے صوبائی گورنر تعینات کرنے میں آزاد ہوں گے، حضرت موسیٰ کے دور حکومت میں 12 ماتحت گورنر ہوں گے، اور حضرت عیسیٰ کے بھی اتنی ہی تعداد میں نائبین ہوں گے

جب حضرت شمعون پطرس نے حضرت عیسیٰ سے پوچھا تھا ''ہم جنہوں نے آپ کی خاطر ہر چیز سے ہاتھ اٹھا لیا ہے، ہمیں بدلے میں کیا ملے گا؟'' تو ان کا جواب تھا

1 ...... تفصیلی مطالعہ کیلئے برائے مہربانی کتب احادیث میں ''رجعت یا واپسی'' کا باب دیکھئے، حال ہی میں ایران میں رجعت کے موضوع پر قرآن پاک کی آیات اور احادیث مبارکہ کو اکٹھا کر کے ایک کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا ہے

''یسوع نے ان سے کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم جنہوں نے میری پیروی کی ہے تو نئی پیدائش میں جب آدم اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تو تم بھی بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے'' ......(متی کی انجیل، باب 19، آیت 28)

نبی یرمیاہ اسی بات کو اپنے انداز میں دہراتے ہیں

''لیکن میں ان کو جو میرے گلہ سے بچ رہے ہیں تمام ممالک سے جہاں جہاں میں نے ان کو ہانک دیا تھا جمع کرلوں گا اور ان کو پھر ان کے گلہ خانوں میں لاؤں گا اور وہ پھلیں گے اور بڑھیں گے، اور میں ان پر ایسے چوپان مقرر کروں گا جو ان کو چرائیں گے اور وہ پھر نہ ڈریں گے، نہ گھبرائیں گے، نہ گم ہوں گے، خداوند فرماتا ہے'' ......(یرمیاہ، باب 23، آیات 3-4)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدل وانصاف کا سلسلہ قصبوں تک پھیل جائے گا یہ نظام صالح بندوں کے ذریعے چلایا جائے گا اور قانون کی حکمرانی اعلیٰ درجے پر ہوگی اور خدائی قانون ہی نافذ العمل ہوگا۔ اب یہ سوچنا ایک فطری بات ہے کہ یہ افسر اور انتظامی عہدے دار قانون پر عمل کیسے کروائیں گے؟ وہ کہاں سے احکامات و ہدایات لیں گے؟ کوئی تحریر شدہ مجموعۂ قوانین ہوگا یا کسی اور شکل میں؟

ان سوالات کا جواب مندرجہ ذیل حدیث میں پہلے ہی مہیا فرما دیا گیا ہے

''جب عظیم ترین خدائی رہنما کی حکومت آئے گی تو وہ دنیا کے مختلف حصوں میں اپنے نائبین کو مقرر فرمائیں گے، اور ان میں سے ہر ایک کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی سے رہنمائی لینے کی ہدایت فرمائیں گے، وہ کہیں گے کہ جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے جو تمہاری عقل وشعور سے باہر ہو تو اپنی ہتھیلی کی طرف دیکھنا اور تم اس کا حل

وہاں لکھا ہوا پاؤ گے، تب وہی کرنا جیسا (ہماری طرف سے) کہا گیا ہو‘‘
یہ پہلا ذریعہ ہے، دوسرے ذریعے کا ذکر کتاب روضۃ الکافی میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے
’’جب عظیم ترین خدائی رہنما کی حکومت کا قیام ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے ماتحتوں کو اعلیٰ ترین سماعت و بصارت سے نوازے گا، اس حد تک کہ وہ عظیم ترین رہنما کو دیکھنے اور بات کرنے کے قابل ہوں گے، جبکہ وہ ان سے کئی ہزار میل کے فاصلہ پر ہوں گے‘‘
یہ تو ایک عام ماتحت یا رعایا کا اختیار ہوگا، آپ ان مقربین اور مصاحبین کے بارے میں کیا کہیں گے جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بازو قرار دیا گیا ہے، پس ہر گھر اللہ تعالیٰ کی تجلی و ظہور کا مظہر بن جائے گا
’’تب خداوند پھر کوہ صیہون کے ہر ایک مکان پر اس کی مجلس گاہوں پر دن کو بادل اور دھواں اور رات کو روشن شعلہ پیدا کرے گا، تمام جلال پر ایک سائبان ہوگا اور ایک خیمہ ہوگا جو دن کو گرمی میں سایہ دار مکان اور آندھی اور بارش کے وقت آرام گاہ اور پناہ کی جگہ ہوگا‘‘......(یسعیاہ، باب 4، آیات 5-6)
اس نظام کی غیر معمولی خوبی یہ ہوگی کہ یہ کلی طور پر صاف اور شفاف ہوگا، پورے سلسلے میں کوئی جوڑ بھی خراب نہ ہوگا، نظام کی یہ خوبی اس دنیا کو ایک جنت میں تبدیل کر دے گی

آخری عظیم ترین مصلح سے روحانی رابطہ

عین ممکن ہے کہ اس کتاب کو علم باطن یعنی تصوف یا دیو مالائیت کی کتاب کے طور پر سمجھ لیا جائے، عوام کا کوئی طبقہ یہ کہہ سکتا ہے کہ جب آخری مصلح اعظم ظہور فرمائیں گے تو دیکھا جائے گا، چونکہ وہ اس وقت موجود نہیں ہیں تو ہم زمانہ حال میں ان کیلئے کیوں تکلیف اٹھائیں؟

میں اپنے قارئین کے سے عرض کروں گا کہ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ آخری عظیم ترین رہنما اس زمانے میں موجود نہیں ہیں تو یہ اس کا انتہائی غلط تصور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کوئی عادلانہ بات تو نہ ہوگی کہ بدی کا نمائندہ (شیطان) تو اس دنیا میں موجود ہو اور نیکی کا نمائندہ یہاں موجود نہ ہو، یہ بات تو ناممکن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی دور بھی ہادی الٰہی سے خالی نہیں رہا، یہ اور بات ہے کہ وہ اپنی حیثیت و مرتبہ کا تعارف کروانے کیلئے ایک صحیح و مناسب موقع کا انتظار کر رہا ہو، جیسا کہ بنی اسرائیل کا نجات دہندہ فرعون کے گھر میں مناسب وقت کا منتظر تھا، یا وہ مدین کی چراگاہوں میں موزوں وقت کا انتظار کر رہا تھا، لیکن یہ تو حقیقت ہے کہ وہ (ظاہری طور پر) اُس زمانے میں موجود تھا، بالکل اسی طرح سے اِس زمانہ کے انسان کیلئے بھی ایک راہبر، ہادی اور نجات دہندہ موجود ہے

ماضی میں ایک چھوٹے سے ملک کو پوری دنیا کے طور پر سمجھ لیا جاتا تھا، اس لئے ان کے خدائی رہنما اپنے آپ کو انہی ممالک یا قوموں تک ہی محدود رکھتے تھے، اب

ساری دنیا ایک عالمی گاؤں بن چکی ہے لہٰذا اس کا نجات دہندہ صرف ایک ہے جو ظاہر ہونے کیلئے مناسب وقت کا انتظار کر رہا ہے

اب ذہنوں میں ایک سوال اٹھتا ہے کہ اگر وہ موجود ہیں تو پھر ان کو کہاں تلاش کیا جائے؟ اس سوال کے جواب میں الٹا میں اپنے قارئین سے سوال کرتا ہوں کہ

''کیا آپ ان سے رابطہ کرنے کا ارادہ یا نیت رکھتے بھی ہیں یا نہیں؟

اپنے نفس یا ضمیر سے پوچھیئے کہ آیا آپ اس رابطے کیلئے سنجیدہ ہیں؟

اور اگر آپ ان تک روحانی رسائی حاصل کر لیتے ہیں تو کیا آپ ان کے احکامات اور ہدایات مانیں گے اور ان کی پیروی کریں گے؟''

اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے تو میں آپ کو آخری مصلح اعظم سے رابطہ کرنے اور ان کی ہدایات براہ راست وصول کرنے کا طریقہ بتانے لگا ہوں، آپ کو تھوڑی سی محنت یا ریاضت سے گزرنا پڑے گا اور اس زمانے کے نجات دہندہ آپ سے خواب یا بیداری میں ملاقات کریں گے اور آپ کو ضروری رہنمائی فراہم کریں گے، لیکن شرط یہ ہے کہ ان کے حکم کو حرفِ آخر سمجھا جائے اور مذہب یا دنیاوی امور سے متعلق ان کے احکامات کی کسی بھی صورت میں نافرمانی نہ ہو۔

اگر آپ اس آقا سے یہ قول وعہد پوری مضبوطی سے کرتے ہیں تو رابطہ قائم ہونے میں بالکل تاخیر نہیں ہوگی

طریقہ کار یا دستور العمل

رابطہ کیلئے تیاری کسی بھی جمعہ کے دن سے شروع کرنا چاہیے، جمعرات اور جمعہ کی

درمیانی شب غسل کریں

غذا ......

اپنی غذا کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں کیونکہ یہ بنیادی کردار ادا کرتی ہے غذا کو تازہ سبزیوں اور پھلوں پر مشتمل ہونا چاہیے، ہر قسم کے گوشت سے پرہیز کریں گھی، دودھ، دہی اور مکھن بالکل استعمال نہ کریں، انتہائی ضرورت کی صورت میں نباتاتی تیل یعنی مکئی کا تیل استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن بہت تھوڑی مقدار میں بہتر یہ ہوگا کہ اسے بھی استعمال نہ کیا جائے، غذا بھوک سے کم کھائیں، اپنی غذا یعنی سبزی وغیرہ خود اپنے ہاتھ سے پکائیں اور پکانے سے پہلے ان کو تازہ پانی کی خاصی مقدار سے اچھی طرح دھولیں

لباس ......

سوتی کپڑے کا ڈھیلا ڈھالا لباس استعمال کیا جا سکتا ہے، اس کو خود اپنے ہاتھ سے دھو کر صاف کر لینا چاہیے کسی اور کو اسے چھونے کی اجازت نہیں ہونا چاہیے، خشک ہونے پر نہ تو اسے کلف (مایا) لگائیں اور نہ ہی استری کریں

جنسی ضرورت ......

اس سارے عرصہ کے دوران جنسیت سے اس کی تمام صورتوں میں پرہیز کرنا چاہیے، ایسی فلمیں، ڈرامے اور دیگر چیزیں جو جنسیت کو تحریک دیں ان سے پرہیز کرنا ہے، حتیٰ کہ ایک نظر بد بھی انتہائی ناپسندیدہ اور مکروہ ہوگی، اپنے جسم اور اس کے تمام حصوں کو حتیٰ کہ اپنی سوچ کو بھی جنسیت سے پاک رکھتا ہے

زبان ......

اخلاقی برائیوں کے خلاف زبان کی سختی سے حفاظت کرنا چاہیے، انتہائی سخت ضرورت کے بغیر تو بات بھی نہیں کرنا چاہیے، کسی کی غیبت وعیب جوئی بالکل نہ کریں اور نہ ہی سنیں، گانا بجانا وغیرہ سننے سے بھی پرہیز کریں

رفع حاجت ......

لیٹرین میں رفع حاجت کے بعد جسم کو پانی سے اچھی طرح دھو کر صاف کریں، کوئی قطرہ یا گندگی کا معمولی ذرہ بھی جسم، لباس حتیٰ کہ جوتے پر بھی نہیں ہونا چاہیے

پرہیز گاری، سنجیدگی وقناعت اور جذبات پر قابو رکھنا، اور مندرجہ بالا تمام باتوں کا خیال رکھنا اس سارے دستورالعمل کے دوران ضروری ہے، جتنا سختی سے آپ ان ہدایات پر عمل پیرا ہوں گے اتنا ہی جلدی آپ مقصد کو پالیں گے

مذکورہ دستورالعمل پر عمل کرنے کا دورانیہ کم ازکم ایک ہفتہ اور زیادہ سے زیادہ دو ہفتے ہے، یعنی ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک یا تیسرے جمعہ تک، عمل ومشاہدہ کے اس عرصے کے دوران اپنے رہنے کی جگہ یا مکان سے ترجیحاً باہر نہیں نکلنا چاہیے، حتیٰ کہ نماز جماعت کیلئے بھی باہر نہ نکلیں، اگر آپ کو مجبوراً جانا ہی پڑے تو اس سطر کی تلاوت کرتے ہوئے جائیں جو اگلے پیراگراف میں دی جارہی ہے

چلنے کے دوران اپنی نگاہ نیچی رکھیں

تلاوت ......

جمعرات اور جمعہ کے درمیان (شب جمعہ) آدھی رات کو غسل کریں اور وہ لباس

پہنیں جو اس مقصد کیلئے پہلے سے ہی صاف کر کے رکھا گیا ہے، اپنے ہاتھ سے دھلی ہوئی چٹائی یا کاٹن کی چادر ایک علیحدہ کمرے یا چھت کے فرش پر بچھا دیں، اس پر مشرق کی طرف رخ کر کے بیٹھیں اور فرش پر اپنی پیشانی و ناک رکھیں یعنی سجدہ کریں اور اسی حالت میں مندرجہ ذیل عبارت 313 مرتبہ تلاوت کریں

"یَا هَادِیْ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِهِدَایَتِكْ"

اے ہدایت دینے والے رہنما! میرے قلب کو اپنی ہدایت سے منور فرما دے

یہ تلاوت زبان پر ہونا چاہیے اور دماغ میں اس کا مفہوم و مطلب ہونا چاہیے

اسے 313 مرتبہ تلاوت کرنے کے بعد اسی چٹائی پر اٹھ کر بیٹھ جائیں اور بغیر کسی نام کے اپنے نجات دہندہ سے مخاطب ہوں یا درخواست کریں، ان کو صرف "اے میرے ہادی و رہنما" کہہ کر مخاطب کرنا ہے، اس کے بعد نہایت ادب سے اپنے لفظوں میں بات کریں، ایسی کوئی پابندی نہیں ہے کہ الفاظ یہی ہوں یا اور ہوں، لیکن مقصد، مدعا اور مفہوم یہی ہونا چاہیے جو ذیل کی عبارت میں درج کیا جا رہا ہے

"اے ہمارے اس دنیا اور اگلی دنیا کے نجات دہندہ! اے ہمارے ہادی و رہنما! مجھے آپ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ آپ اسی دنیا میں ظاہری طور پر موجود ہیں اور کسی سے بھی دور نہیں ہیں، ہم جہاں کہیں سے بھی التجا کریں آپ اسے سنتے ہیں، میں آپ کے سامنے اپنی تمام غلطیوں اور گناہوں کا اقرار کرتا ہوں، اور آپ کے سامنے انہیں چھوڑنے کا عہد و اقرار کرتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ آپ کی بلند مرتبہ ذات ان کو معاف فرماتے ہیں جو اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں

اے میرے مالک و آقا! میں نہیں جانتا کہ آپ کہاں ہیں؟ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں اپنی عاجز و خاکسار ذات آپ کے حضور پیش کر دیتا، لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ تو جانتے ہیں کہ میں کہاں ہوں، اللہ تعالیٰ نے جس کام یا فرض کی ادائیگی آپ پر تفویض کر رکھی ہے اس کو ادا کرتے ہوئے برائے مہربانی آپ اپنی موجودگی کا مجھے اس طرح پختہ احساس دلا یئے کہ مجھے اس کا یقین کامل ہو جائے

براہ کرم آپ میری ہدایت فرمایئے، میں اپنے سارے مذہبی معاملات، عقائد اور دنیاوی معاملات سب کچھ آپ کے حضور پیش کرتا ہوں، میں اپنے دل و دماغ کا بالکل خالی ورق آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، اس وقت نہ میرا کوئی مذہب ہے، اور نہ کوئی عقیدہ ہے، آج کے بعد میرا دین و مذہب اور عقیدہ وہی ہوگا جو حضور والا شان میرے ذہن کے خالی ورق پر تحریر فرما دیں گے، میں آپ کی ذی مرتبہ بلند ذات سے عہد کرتا ہوں کہ میں آپ کے احکامات کی پیروی کروں گا، آپ کی طرف سے دیئے جانے والے عقائد ہی اب میرا دین ہوں گے، میں ان چیزوں، باتوں یا کاموں کو حلال سمجھوں گا جن کی آپ اجازت عطا فرمائیں گے، اور ان چیزوں، باتوں یا کاموں کو حرام (ممنوع) سمجھوں گا جن کی آپ اجازت نہیں دیں گے، میں آپ کو اپنی ہر طرح کی مدد و نصرت (اگرچہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے) پیش کرتا ہوں، مہربانی فرما کر میرا نام اپنے ناصرین اور خادموں میں شامل فرما لیجئے، آپ کی ذی عظمت و شان ذات کے حضور میں اپنی جان، مال اور عزت و ناموس پیش کرتا ہوں، آپ کو مکمل اختیار ہے کہ آپ جہاں چاہیں اور جہاں آپ راضی و خوش ہوں وہاں ان کو خرچ

فرمائیں، البتہ براہ کرم میری ہدایت ورہنمائی فرمائیں اور میری اس دنیا کی اور اگلے جہان کی ذمہ داری وضمانت لیجئے، اگر موت کے بعد ایک ابدی زندگی ہے اور اچھائی کی جزا اور برائی کی سزا ملنا ہے تو میں التجا کرتا ہوں کہ آپ ہی وہاں میرے ضامن اور بخشش کروانے والے بن جایئے، میں اپنے آپ کو آپ کی عالیشان، ذی عزت اور عظیم المرتبہ ذات کے حوالے کرتا ہوں، آپ جو بھی، جیسا بھی پسند فرمائیں گے میں اسے قبول کرنے کیلئے تیار ہوں، لیکن براہ کرم مجھے اس جہان اور اگلے جہان میں اپنی سرپرستی ومحافظت کا یقین واعتماد عطا فرمایئے

اب میں اپنی آخری گذارش پیش کرتا ہوں کہ اگر آپ نے مجھے اپنی ذات اور اپنی موجودگی کا یقین نہ دلایا اور میرے دین، عقائد، حلال وحرام وغیرہ کے بارے میں میری ہدایت ورہنمائی نہ فرمائی تو کل جب میرا خالق مجھ سے میرے گناہوں کے بارے سوال کرے گا تو میں صاف طور پر عرض کردوں گا کہ آپ کے نمائندہ ونائب نے باوجود میری التجا وگذارش کے میری ہدایت نہیں فرمائی تھی اس لئے اب میری طرف سے کوئی قصور یا غلطی نہیں ہے، لہٰذا میرے گناہوں کے متعلق اپنے نمائندہ سے پوچھیئے

لہٰذا اے میرے ہادی مطلق وبرحق! اے میرے نجات دہندہ! اے میری ساری محبتوں کے مرکز! مجھ پر رحم فرمایئے، مجھ پر مہربانی واحسان فرمایئے، مجھ جیسے حقیر وگناہ گار بندے کو پناہ عطا فرمایئے..................''

(کوئی بندہ اس التجا کو طویل بھی کرسکتا ہے اور درج بالا طرز پر جتنی دیر چاہیے عرض کرسکتا ہے)

اس کے بعد اپنی آنکھیں بند کرلیں اور اپنے ہادی دوراں کے تصور پر ارتکاز اور دھیان لگانے کی کوشش کریں، جب آپ کو بہت زیادہ نیند محسوس ہو تو آپ اسی چٹائی یا چادر پر جس پر آپ بیٹھے ہیں تھوڑی دیر سو سکتے ہیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک روزانہ اس دستور العمل کو جاری رکھیں، مجھے یقین ہے کہ ہمارے اور آپ کے مہربان مالک وآقا آپ کی ضرور ہدایت فرمائیں گے

اگر پہلے ہفتہ کے اندر آپ کو ہدایت نہ ملے تو اس طریقے کو دوسرے ہفتے تک جاری رکھیں اور ایسے درخواست کریں

''میں اگلے جمعہ تک آپ کی ہدایت کا انتظار کروں گا اگر یہ تب تک مجھے نہیں ملتی تو میں پھر کبھی بھی آپ کی طرف ہدایت کیلئے رجوع نہیں کروں گا اور یہ یقین کرلوں گا کہ آپ کی عالی مرتبہ ذات اس دنیا میں موجود ہی نہیں ہے''

....

نوٹ ...... بہت سے لوگ مندرجہ بالا دستور العمل سے بہرہ مند ہوئے ہیں، آپ پختہ یقین واعتماد اور خلوص دل کے ساتھ اس پر عمل کر سکتے ہیں، جو عہد واقرار کرنا ہے وہ بہت خلوص وسچائی سے ہونا چاہیے، ہادی الٰہی کی طرف سے ملنے والے احکامات پر آپ کا عمل پیرا ہونا نہایت ضروری ہوگا، وگرنہ ایک ابدی ہلاکت آپ کا مقدر ہوگی، اگر آپ اپنے دل کی گہرائیوں سے ہدایت الٰہیہ کے حصول کی خواہش ونیت رکھتے ہیں تو مندرجہ بالا دستور العمل و طریقہ کار کو ضرور عمل میں لائیں اور پھر کریم ازل کے بے پایاں کرم کا مظاہرہ دیکھیں

اختتامیہ

تمام مذاہب کے صالحین کیلئے ایک روشن مستقبل بڑی شدت سے انتظار کر رہا ہے لہٰذا ایسے تمام لوگوں کو، قطع نظر اپنے مذاہب کے، متحد ہو جانا چاہیے، انہیں چاہیے کہ وہ سب مل کر اس ہستی کی تشریف آوری کیلئے آہ و بکا کریں جس نے ان کا مستقبل روشن کرنا ہے، ہمیں اجتماعی دعاؤں اور التجا بھری عبادات کا اہتمام کرنا چاہیے، ہمیں چاہیے کہ ہم روزے رکھیں، اور روزے کے ساتھ اجتماعی دعائیں کریں تاکہ منتظر ہستی ہماری پیاس اور درد کو محسوس فرمائیں، اور اپنی آمد میں تعجیل فرمائیں، ان کا بھیجنے والا نہایت مہربان ہے اور وہ اپنی مخلوقات پر رحمت و بخشش کی برسات کرنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے

دعا ہے کہ وہ ذات پاک اپنے آخری نمائندہ کو جلد اِذن ظہور عطا فرمائیں تاکہ ظلم و جبر سے بھری یہ دنیا گہوارۂ امن بن جائے

جو لوگ اخلاقی کمزوریوں یا برائیوں میں مبتلا ہیں وہ اپنے قابل مذمت کام چھوڑ کر ان سے توبہ کریں اور نیک و متقی لوگوں کی صف میں شامل ہو جائیں، وہ اپنا مذہب و عقیدہ بے شک نہ چھوڑیں لیکن اپنے آپ کو اس طرح پاکیزگی میں ڈھال کر سنواریں کہ اگر آخری عظیم ترین نجات دہندہ ابھی تشریف لے آئیں تو وہ ان کے جھنڈے تلے جمع ہونے کے قابل تو ضرور ہوں، انہیں اپنے آپ کو اس طرح تیار کرنا چاہیے کہ آخری رہنمائے حق تشریف لانے کے بعد اپنے دین یا جماعت

کیلئے جو نام بھی منتخب فرمائیں اسے فوراً قبول کرلیا جائے ، اور یہ نہ ہو کہ اپنے ہی مذہب کے نام سے چمٹے رہیں ، اگر وہ اعلان فرماتے ہیں کہ ان کا مذہب عیسائیت ہے تو ہر مذہب کے تمام صالحین کو اسے فوراً قبول کر لینا چاہیے، اگر وہ فرماتے ہیں کہ ان کا مذہب تو اسلام ہے تو تمام صالح و متقی لوگ اسی طرح سے خود کو کہلوانا پسند کریں

یہ کتاب تحریر کر کے میں نے ایک پاکیزہ اور خالص کوشش کی ہے، مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے اس سمت میں پہلے ہی کوئی قدم اٹھایا ہے یا نہیں، اگر اس طرح کا کوئی کام پہلے ہو چکا ہے تو پھر میری اس کتاب کو اس کی تائید و تصدیق کے طور پر لیا جانا چاہیے، اور اگر ایسا کوئی کام پہلے نہیں کیا گیا تو میری یہ کتاب مزید تحقیق کیلئے نئے باب کھولے گی

میں انشاء اللہ اسی موضوع پر مشرقی مذاہب کے حوالے سے جلد ہی ایک اور کتاب تحریر کروں گا جو اس کتاب کی دوسری جلد ہو گی ، میں اس میں مہاتما کرشن ، رام چندر جی مہاراج اور مہاتما بدھ کے فرمودات نقل کروں گا ، اور ہندوؤں ، زرتشت اور سوامی مہابیر کے صحائف کی روشنی میں آخری مصلح اعظم کا تصور پیش کروں گا

میں نے یہ کتابِ خلوصِ دل سے انسانیت کی بھلائی و بہتری کیلئے تحریر کی ہے، اگر کوئی اس کے مندرجات سے متفق نہیں ہوتا تو اسے ایسا کرنے کا حق حاصل ہے

اگر میری یہ تحریر کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتی ہے تو میں پیشگی معذرت کرتا ہوں کیونکہ میرا مقصد کسی کے دل کو ٹھیس پہنچانا یا ناراض کرنا نہیں بلکہ پوری انسانیت

کے درمیان جہاں جہاں نفرت کی خلیج موجود ہے اسے پاٹنے کی کوشش کرنا ہے،
اگر زیر بحث موضوع پر کسی کے پاس مزید مواد موجود ہے تو اسے مجھ سے رابطہ کرنا چاہیے تا کہ میں اپنی تصحیح کرسکوں
آخر میں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ نیک اور متقی بننے میں ہماری مدد فرمائے اور ہمیں ایسا بنا دے کہ ہم اس جماعت میں شامل ہونے کے قابل ہوسکیں جو تمام نیک و صالح لوگوں کی مدد و نصرت کرتی ہے، مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی زندگیاں اس کے آخری نمائندۂ حق کے مبارک قدموں میں نچھاور کرسکیں

﴿آمین یارب العالمین﴾

رب الارباب کے شکر وحمد کے ساتھ

السید محمد جعفر الزمان نقوی

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

تالیفات وتصنیفات

السید محمد جعفرؑ الزمان نقوی

(1) انتصارِ مظلوم [اردو مسدس نظمیں]

(2) عرفانِ حجتؑ

شہنشاہ معظم کے اسم حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کی شرح پر چودہ خطبات

(3) کنٹھا المعروف قلندرنامہ [فقر کے موضوع پہ سرائیکی مسدس]

(4) تحریم السیدات علیٰ غیر السادات

سیدزادی کا کسی غیر سید سے عقد ہرگز جائز نہیں ہے، اس کے متعلق ناقابل تردید دلائل، ثبوت اور حقائق

(5) گستاخیاں [سادات عظام کے موضوع پہ اصلاحی نظمیں]

(6) طریق المنتظرین

حقوق امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور فرائض مومنین پر ایک جامع کتاب

(7) دعائے تعجیل فرج

(8) امتیاز العالین عن انواع العالمین

(9) معدن العصمت فی سیرت ام القائمؑ الحجہ صلواۃ اللہ علیہا

(10) اسرار العبدیات یعنی عملی روحانیات

(11) افکار المنتظرین [غوامض اِلٰہیات پر خطبات]

(12) The Last Reformer of the World

دنیا کے تمام مذاہب میں آخری دور میں ایک آنے والی ذات کا تصور

(13) باادب بامراد

(14) عرفانیے [مدحیہ اردو نظموں قطعات ور باعیات کا مجموعہ]

(15) شرح دعائے عہد

(16) انتصارِ ولایت عصر

کربلا نے ہمیں انصار سازی کا کیا درس دیا ہے؟

(17) مجالس المنتظرین فی مقتل المظلومین ...... پانچ جلدیں، اُردو، سرائیکی

محققانہ مجالس، ایک تاریخ، ایک جغرافیہ، ایک روضہ نگاری

جو ہزاروں کتابوں سے بے نیاز کردیں

(18) اسماء القائم تین جلدیں

امامؑ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے اسماء مبارکہ پر خطبات

(19) دین نصرت

(20) مصابحِ شیعت [شیعیت کے اصول وفروع پر جامع کتاب]

(21) وحدانیت مطلقہ

[امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے بارے میں مولا امیرؑ المومنین کے چالیس فرامین]

(22) کرچیاں [اردو قطعات، رباعیات، سلام]

(23) کشکول السید محمد باؑقر نقوی المعروف ببلہ سائیں کا سرائیکی مجموعہ کلام

(24) کاروانِ ادعیہ بارگاہِ امام عصرؑ میں استغاثے اور دعاؤں کا سرائیکی مجموعہ

(25) موعوؑدالرسل (The Last Reformer Of the World) کا اُردو ترجمہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف